پارہ

سَيَقُولُ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ

سَيَقُوْلُ	السُّفَهَآءُ	مِنَ	النَّاسِ	مَا	وَلّٰهُمْ	عَنْ	قِبْلَتِهِمُ	الَّتِىْ	كَانُوْا	عَلَيْهَا
اب کہیں گے	بیوقوف	سے	لوگ	کس	انہیں (مسلمانوں کو) پھیر دیا	سے	ان کا قبلہ	وہ جس	وہ تھے	اس پر

اب تو یہ بیوقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ ان کو ان کے قبلہ سے جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے بدل دیا'

تحویل کعبہ پر یہود کا اعتراض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں رہے تو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو بحکم خداوندی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعی رغبت اور دلی خواہش یہی تھی کہ آپ کا قبلہ پھر وہی آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ قرار دیا جائے اور آپ کو امید بھی تھی کہ آپ کی تمنا پوری کی جائے گی اس لئے آپ تحویل قبلہ کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔

بہر حال ۱۶ یا ۱۷ ماہ تک آپ مدینہ منورہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے جس کے بعد خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آ گیا تو یہود و مشرکین اور منافقین طرح طرح کے اعتراض اور طعن کرنے لگے یہود کہنے لگے کہ پہلے تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جو ہمارے انبیاءؑ کا قبلہ تھا اب اس کو کیوں چھوڑ دیا؟ یہود کی عداوت کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے بعض کہنے لگے کہ اللہ اپنے احکام کو کیوں منسوخ کرتا ہے؟ کیا اس کو پہلے سے مصلحت کا علم نہیں؟

یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں طعن کرنے والوں کے حال سے خبر دی اور بطور پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ عنقریب جب تحویل قبلہ کا حکم آپ کو ملے گا تو اس وقت احمق اور بے وقوف لوگ اس بات پر اعتراض کریں گے کہ یہ مسلمان بیت المقدس کی طرف سے کیوں پھر گئے تو گویا یہ آیت تحویل قبلہ کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے نازل ہوئی۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا ''اب تو یہ بیوقوف لوگ ضرور ہی کہیں گے کہ ان مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے کہ بیت المقدس تھا جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے دوسری سمت کی طرف بدل دیا۔''

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق عطاء فرما اور یہود و نصاری جن علمی اور عملی بے راہ رویوں کی وجہ سے مردود ہوئے ہمیں ان سے محفوظ رکھ۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ لِّلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۴۲﴾

قُلْ	لِلّٰہِ	الْمَشْرِقُ	وَالْمَغْرِبُ	یَھْدِیْ	مَنْ یَّشَآءُ	اِلٰی	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِیْمٍ
آپ کہدیں	اللہ کے لئے	مشرق	اور مغرب	وہ ہدایت دیتا ہے	جس کو چاہتا ہے	طرف	راستہ	سیدھا

آپ فرما دیجئے کہ سب مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملک ہیں جس کو خدا ہی چاہیں سیدھا راستہ بتلا دیتے ہیں۔

یہودیوں کے اعتراض کا جواب

قُلْ لِّلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۴۲﴾

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ معترضین تحویل قبلہ پر اعتراض کریں تو آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ سب سمتیں خواہ مشرق ہو یا مغرب سب اللہ ہی کی ملک ہیں، ہر سمت اسی کی ہے، وہ ہر طرف ہے اور اللہ تعالیٰ کو مالکانہ اختیار ہے وہ جس سمت کو چاہیں قبلہ مقرر فرمادیں اور جس سمت کو چاہیں منسوخ کردیں یعنی کسی خاص سمت و جہت میں کوئی تقدس نہیں رکھا اللہ تعالیٰ کیلئے برابر ہیں وہ جدھر اور جس چیز کو چاہے نماز کے لئے رُخ مقرر کردے اور اللہ تعالیٰ کا چاہنا ہمیشہ قانون حکمت کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ ہم نے کسی عداوت یا تعصب میں قبلہ کو نہیں بدلا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بدلا ہے اور ہم تو حکم کے بندے ہیں پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو اُدھر منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، اب کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ملا ہے تو اس حکم کی تعمیل کریں گے کیونکہ اس کے احکام کی تعمیل ہی اصل ہدایت وعبادت ہے، غلام اور بندہ کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ پہلے یہ حکم کیوں دیا تھا اور اب یہ حکم کیوں دیا اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتے ہیں سیدھی راہ چلنے کی توفیق عطا کرتے ہیں اور سیدھی راہ یہی ہے کہ انسان ہر حکم حق جل شانہٗ کی فرمانبرداری کیلئے ہمہ وقت تیار رہے جو حکم مل جائے بے چوں وچرا اس پر عمل کرے۔

تو اس آیت میں جہاں اللہ کے حکم اور دین اسلام پر اعتراض کرنے والوں کو سفیہ یعنی احمق کم عقل، بیوقوف ٹھہرایا ہے وہیں مؤمنوں کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ اُن کا کام صرف حکم کی بجا آوری ہے، جدھر انہیں متوجہ ہونے کا حکم دیا جائے یہ اُسی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو یہاں سے معلوم ہوا کہ سلامتی اور امن طریق میں ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بلا چوں وچرا اختیار کرلیا جائے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے بیت اللہ کو ہمارا قبلہ بنایا، اللہ تعالیٰ ہمارے قبلہ کی افضلیت وبزرگی کو اور بلند فرمائیں اور ہمیں اپنے محترم قبلہ سے صحیح تعلق نصیب فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ

وَكَذٰلِكَ	جَعَلْنٰكُمْ	اُمَّةً	وَّسَطًا	لِّتَكُوْنُوْا	شُهَدَآءَ	عَلَى	النَّاسِ	وَيَكُوْنَ	الرَّسُوْلُ
اور اسی طرح	ہم نے تمہیں بنایا	امت	معتدل	تاکہ تم ہو	گواہ	پر	لوگ	اور ہو	رسول

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم گواہ ہو لوگوں کے مقابلہ میں اور تمہارے لئے

عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

عَلَيْكُمْ	شَهِيْدًا
تم پر	گواہ

رسول اللہ گواہ ہوں۔

امتِ محمدیہ کی خصوصیت

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا یہاں آیت میں اُمتِ محمدیہ کی تعریف میں اُمت وسط کا لفظ استعمال فرمایا گیا، وسط کے معنی اوسط اور معتدل کے ہیں اور خیر الامور اور افضل اشیاء کو بھی وسط کہا جاتا ہے، حدیث شریف میں اس لفظ کی تفسیر عدل سے کی گئی ہے جو بہترین کے معنی میں آیا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اس آیت میں اُمت مسلمہ کی ایک امتیازی فضیلت اور خصوصیت کا ذکر ہے کہ اس کو ایک معتدل امت بنایا گیا ہے، جس کے نتیجہ میں اس امت کو میدان حشر میں یہ فضیلت و امتیاز حاصل ہوگا کہ سارے انبیاء علیہم السلام کی امتیں جب اپنے انبیاء کی ہدایت، پیغام رسانی اور تبلیغ دین سے مکر جائیں گی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا کر یہ کہیں گی کہ نہ ہمارے پاس کوئی کتاب آئی نہ کسی نبی نے ہمیں کوئی ہدایت کی اُس وقت امت محمدیہ انبیاء علیہم السلام کی طرف سے گواہی میں پیش ہوگی اور یہ شہادت دے گی کہ انبیاء علیہم السلام نے ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائی ہوئی ہدایات ان کو پہنچائیں اور تبلیغ دین کا حق ادا کیا اور اپنی اپنی قوم کو راہِ حق پر لانے کی پوری کوشش کی، اس پر دوسرے انبیاء کے کفار و منکرین جرح کریں گے کہ اس امتِ محمدیہ کا تو ہمارے زمانہ میں وجود بھی نہ تھا۔ اس امت کو ہمارے معاملات کی کیا خبر اس کی گواہی ہمارے معاملہ میں کیسے قبول کی جا سکتی ہے امتِ محمدیہ اس کا جواب دے گی کہ بیشک ہم تمہارے زمانہ میں موجود نہ تھے مگر تمہارے واقعات و حالات کی خبر ہمیں ایک صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی کتاب نے دی جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور اس کی خبروں کو اپنے معائنہ سے زیادہ صحیح اور سچا سمجھتے ہیں اس لئے ہم اپنی شہادت میں حق بجانب اور سچے ہیں اس وقت رسول اللہ علیہ الصلوۃ والتسلیم اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے کہ بیشک انہوں نے جو کہا وہ صحیح ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری تعلیم کے ذریعہ ان کو یہ صحیح حال معلوم ہوئے چنانچہ اس گواہی کے نتیجہ میں کفار و منکرین سب مجرم قرار دیئے جائیں گے، محشر کے ان واقعات کی تفصیل متعدد احادیث میں مجملاً اور مفصلاً مذکور ہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہمیں اس امت میں ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے اسی طرح ہمیں ایمان و اعمال میں ثابت قدم رکھیں خاتمہ ایمان پر ہو اور میدان حشر میں گواہی کی یہ فضیلت ہمیں نصیب ہو۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

وَمَا جَعَلْنَا	الْقِبْلَةَ	الَّتِيْ	كُنْتَ	عَلَيْهَا	اِلَّا	لِنَعْلَمَ	مَنْ	يَّتَّبِعُ	الرَّسُوْلَ	مِمَّنْ
اور نہیں مقرر کیا ہم نے	قبلہ	وہ جس	آپ تھے	اس پر	مگر	تاکہ ہم معلوم کر لیں	کون	پیروی کرتا ہے	رسول	اس سے جو

اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس کیلئے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ کون تو رسول اللہ کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو

يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ

يَّنْقَلِبُ	عَلٰى	عَقِبَيْهِ	وَاِنْ	كَانَتْ	لَكَبِيْرَةً	اِلَّا	عَلَى	الَّذِيْنَ	هَدَى	اللّٰهُ
پھر جاتا ہے	پر	اپنی ایڑیاں	اور بیشک	یہ تھی	بھاری بات	مگر	پر	جنہیں	ہدایت دی	اللہ

ہٹا جاتا ہے اور یہ قبلہ کا بدلنا بڑا گراں ہوا مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

وَمَا كَانَ	اللّٰهُ	لِيُضِيْعَ	اِيْمَانَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِالنَّاسِ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ
اور نہیں	اللہ	کہ وہ ضائع کرے	تمہارا ایمان	بیشک	اللہ	لوگوں کے ساتھ	بڑا شفیق	رحم کرنے والا

اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دیں واقعی اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی شفیق مہربان ہیں۔

تحویل قبلہ کے حکم کی حکمت

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ .... هَدَى اللّٰهُ مفسرین نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کا قبلہ بننا بعض عرب پر گراں ہوا تھا کہ وہ کعبہ کو مانتے تھے اور اُس کا منسوخ ہونا یہود پر گراں ہوا کہ وہ کعبہ کو نہ مانتے تھے چنانچہ تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد بعض ضعیف الایمان یا وہ جن کے دلوں میں کچھ نفاق تھا اسلام سے بھی پھر گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگایا کہ یہ تو اپنی قوم کے دین کی طرف پھر گئے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں امتیاز ہو گیا کیونکہ جو لوگ صادق الیقین اور سچے معتقد اور جان نثار اور دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بلاخوف و تردد ق اور جو لوگ تعصب قومی یا ملی میں گرفتار تھے وہ نکتہ چینی کرنے لگے الغرض تحویل قبلہ کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے یہ راز یہاں ظاہر فرمایا کہ اس قبلہ کے بدلنے میں امتحان منظور تھا کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

یہود کی وسوسہ اندازی

بعض یہودیوں نے مسلمانوں کے دلوں میں شک ڈالنے کے لئے دریافت کیا کہ تم میں سے جو مسلمان اُس زمانہ میں مرے ہیں جبکہ تم لوگ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو وہ گمراہی پر مرے (نعوذ باللہ)

مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی طرف پھر جانے کا حکم دیا لیکن ہمارے اُن بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور اسی زمانہ میں اُن کا انتقال ہو گیا، اس وقت آیت کا یہ حصہ نازل ہوا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اصل چیز تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی فرمانبرداری ہے یہی ہدایت ہے اور اسی میں کامیابی ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ									
قَدْ نَرٰى	تَقَلُّبَ	وَجْهِكَ	فِى	السَّمَآءِ	فَلَنُوَلِّيَنَّكَ	قِبْلَةً	تَرْضٰىهَا	فَوَلِّ	وَجْهَكَ
ہم دیکھتے ہیں	بار بار پھرنا	آپ کا منہ	میں طرف	آسمان	تو ضرور ہم پھیر دینگے آپکو	قبلہ	اسے آپ پسند کرتے ہیں	پس آپ پھیر لیں	اپنا منہ

ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کردیں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے

	شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	شَطْرَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	
	پھر اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے۔	طرف	مسجد حرام (خانہ کعبہ)	

تحویل قبلہ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر تھوڑے عرصہ کیلئے بیت المقدس کو امتحان کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ کو قرار دیدیا جائے اور آپ اُس کی دُعاء فرمارہے تھے اور اُس کی قبولیت کے امیدوار تھے، اُس لئے وحی کے انتظار میں آپ کی نظر بار بار آسمان کی طرف اٹھ جاتی تھی کہ شاید فرشتہ تحویل قبلہ کا حکم لے کر آجائے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو دِل سے کعبہ کے قبلہ ہونے کی خواہش رکھتے ہیں اور اُمید وحی میں بار بار آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر بھی دیکھتے ہیں اُس کو ہم دیکھ رہے ہیں اور چونکہ ہمیں آپ کی خوشی پورا کرنا منظور ہے اس لئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو اُسی قبلہ کی طرف متوجہ کردیں گے جو آپ کو پسند ہے''

چنانچہ حق تعالیٰ نے آپ کی اس آرزو کو پورا فرمادیا۔ اور حکم فرمادیا کہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (لو پھر ہم حکم ہی دیئے دیتے ہیں کہ اب سے اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے)

مسجد قبلتین: احادیث میں آتا ہے کہ قبلہ بدلنے کا یہ حکم نماز کی حالت میں نازل ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت ادا فرمارہے تھے، دو رکعت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ چکے تھے کہ یہ حکم نازل ہوا تو نماز ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرامؓ نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پوری کیں، مدینہ منورہ کی اس مسجد کو ''مسجد قبلتین'' کہتے ہیں جواب بھی موجود ہے اور حجاج وزائرین جو مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں وہ یہاں اس مسجد قبلتین میں بھی دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہاں کی حاضری نصیب فرمائیں اور بار بار نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۚ وَإِنَّ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ

وَحَيْثُ مَا	كُنْتُمْ	فَوَلُّوْا	وُجُوْهَكُمْ	شَطْرَهٗ	وَإِنَّ	الَّذِيْنَ	أُوْتُوا الْكِتٰبَ		لَيَعْلَمُوْنَ
اور جہاں کہیں	تم ہو	سو پھیر لیا کرو	اپنے منہ	اسکی طرف	اور بیشک	جنہیں	دی گئی کتاب (اہل کتاب)		وہ ضرور جانتے ہیں

اور تم سب لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی کی طرف کیا کرو اور یہ اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ بالکل ٹھیک ہے اُن کے

أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

	أَنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّهِمْ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	يَعْمَلُوْنَ
	کہ یہ	حق	سے	ان کا رب	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	وہ کرتے ہیں

پروردگار ہی کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ اُن کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے۔

تحویل قبلہ کا عام حکم

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت کے ساتھ تحویل قبلہ کا حکم تھا، آگے صراحت کے ساتھ اس حکم کو تمام اہلِ اسلام کیلئے اور تمام جگہوں کیلئے عام کر دیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (اور یہ حکم تحویل قبلہ کچھ تخصیص نہیں بلکہ قانون عام ہے کہ تم سب لوگ (یعنی اہلِ اسلام) جہاں کہیں موجود ہو خواہ مدینہ میں یا اور جگہ حتی کہ خود بیت المقدس کے اندر بھی ہو تو تب بھی نیز ہر جگہ نماز کے اندر اپنے چہروں کو اسی مسجد حرام کی طرف کیا کرو۔ گویا یہ تمام اُمت مسلمہ کو ہمیشہ کیلئے حکم ہو گیا کہ مسلمان جس جگہ بھی ہوں خواہ سفر میں خواہ گھر میں شہر میں یا جنگل میں، دشت میں یا صحراء میں غرض ہر حالت میں نماز پڑھتے وقت کعبہ شریف کی طرف رُخ کرنا فرض ہے۔

اہلِ کتاب کو تنبیہ

وَإِنَّ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ یعنی ان یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو علامات بیان کی گئی ہیں اور جو پیشینگوئیاں بیان کی گئی ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ آپ کے قبلہ کی جہت کیا ہوگی تو گویا یہ جانتے ہوئے بھی یہ یہود و نصاریٰ محض عناداً اس تحویل قبلہ کے حکم کو اللہ کا حکم نہیں مانتے، اس لئے اہلِ کتاب کو متنبہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہے یعنی ان کو اس حق پوشی کی سزا دی جائے گی۔ اور ان الفاظ کے ضمن میں یہ حقیقت بھی آ گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کا احتساب کرتا رہتا ہے اور مجرموں کو سزا دینے پر بھی قادر ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالےٰ ہمارے دِلوں میں اپنے قبلہ کی سچی حرمت وعظمت عطاء فرمائیں اور زندگی میں ہم سب کو وہاں کی حاضری کا شرف وسعادت نصیب فرمائیں یہود ونصاریٰ جو ہمارے قبلہ کے دشمن ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل وخوار فرمائیں، اور ان کی دشمنی سے اہلِ اسلام کی حفاظت فرمائیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ

وَلَئِنْ	اَتَيْتَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	بِكُلِّ	اٰيَةٍ	مَا تَبِعُوْا	قِبْلَتَكَ	وَمَآ	اَنْتَ	بِتَابِعٍ
اور اگر	آپ لائیں	جنہیں	دی گئی کتاب (اہل کتاب)	تمام	نشانیاں	وہ پیروی نہ کریں گے	آپ کا قبلہ	اور نہ	آپ	پیروی کرنے والے

اور اگر آپ اہل کتاب کے سامنے تمام دلیلیں پیش کر دیں جب بھی یہ آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور آپ بھی اُن کے

قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ

قِبْلَتَهُمْ	وَمَا	بَعْضُهُمْ	بِتَابِعٍ	قِبْلَةَ	بَعْضٍ	وَلَئِنِ	اتَّبَعْتَ	اَهْوَآءَهُمْ	مِنْ
ان کا قبلہ	اور نہیں	ان سے کوئی	پیروی کرنیوالا	قبلہ	کسی	اور اگر	آپ نے پیروی کی	انکی خواہشات	اسکے

قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے اور ان کا کوئی فریق بھی دوسرے کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا اور اگر آپ اُن کے نفسانی خیالات کو

بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

	بَعْدِ	مَا جَآءَكَ	مِنَ الْعِلْمِ	اِنَّكَ	اِذًا	لَمِنَ	الظّٰلِمِيْنَ	
	بعد	کہ آچکا آپ کے پاس	علم	بیشک	آپ	اب سے	بے انصاف	

اختیار کرلیں آپ کے پاس علم آئے پیچھے تو آپ یقیناً ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔

یہود کی ضد اور عناد

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ.... وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ یعنی اور باوجود اُن لوگوں کے سب کچھ سمجھنے کے اُن کی ضد کی یہ حالت ہے کہ اگر آپ ان اہل کتاب کے سامنے دنیا بھر کی دلیلیں جمع کر کے پیش کر دیں جب بھی یہ کبھی آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں اور ان کی موافقت کی اُمید اس لئے نہ رکھنا چاہیے کہ آپ کا قبلہ بھی منسوخ ہونیوالا نہیں اس لئے آپ بھی اُن کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے پس کوئی صورت موافقت کی نہ رہی۔ اور جیسا ان اہل کتاب کو آپ سے ضد ہے ان کی آپس میں بھی موافقت نہیں کیونکہ ان کا کوئی فریق بھی دوسرے فریق کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا، مثلاً یہود نے بیت المقدس لے رکھا تھا اور نصاریٰ نے مشرق کی سمت کو اپنا قبلہ بنا رکھا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت

آگے ارشاد ہوتا ہے: وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ گویا اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت بیان فرمارہے ہیں کہ جس طرح اہل کتاب ناحق پر اڑے ہوئے ہیں اور اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں چاہتے تو وہ بھی سمجھ لیں کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی ایسے نہیں کہ ان کی باتوں میں آجائیں وہ تو ہمارے تابع فرمان ہیں اور ہماری مرضی کے حامل ہیں وہ ان کی باطل خواہش کی پیروی ہرگز نہیں کریں گے نہ اُن سے یہ ہوسکتا ہے کہ ہمارا حکم آجانے کے بعد اُن کے قبلہ کی طرف توجہ کریں۔

کیونکہ اپنی یا دوسروں کی خواہش پرستی کرنا یہ صریح ظلم ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے تو بوجہ معصوم ہونے کے یہ امر محال اور قطعاً ناممکن تھا کہ آپ کسی معاملہ میں نعوذ باللہ باطل کا اتباع کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا

اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يَعْرِفُوْنَهٗ	كَمَا	يَعْرِفُوْنَ	اَبْنَآءَهُمْ	وَاِنَّ	فَرِيْقًا
اور جنہیں	ہم نے دی	کتاب	وہ اسے پہچانتے ہیں	جیسے	وہ پہچانتے ہیں	اپنے بیٹے	اور بیشک	ایک گروہ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول اللہ کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بعضے ان میں سے

مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

مِّنْهُمْ	لَيَكْتُمُوْنَ	الْحَقَّ	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ	اَلْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	فَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ
ان سے	وہ چھپاتے ہیں	حق	حالانکہ وہ	وہ جانتے ہیں	حق	سے	آپ کا رب	پس آپ نہ ہو جائیں	سے

امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں اخفا کرتے ہیں یہ امر واقعی من جانب اللہ ہے سو ہرگز شک و شبہ لانے

الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

الْمُمْتَرِيْنَ
شک کرنے والے

والوں میں شمار نہ ہونا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہود کا عناد

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ ... مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ یعنی یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں کے ذریعہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک نبی آخرالزمان آئیں گے اوران کی صفات اور بشارتیں ان کتابوں میں صاف صاف بتلادی گئیں تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق بنا کر بھیجے گئے تو ان اہل کتاب نے وہ تمام نشانیاں اور صفات آپ میں پائیں جو ان کی کتابوں میں درج تھیں اور وہ اچھی طرح پہچان گئے کہ یہ وہی نبی آخرالزمان ہیں لیکن محض ضد و عناد اور حسد و تعصب کیوجہ سے انہوں نے آپ کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کر دیا اور ان تمام پیشنگوئیوں کو جو ان کی کتابوں میں موجود تھیں چھپانے لگے اور یوں ظاہر کرنے لگے جیسے وہ پیشنگوئیاں انہوں نے پڑھی ہی نہیں اس طرح درحقیقت ان اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہچان تو لیا اور بعض اہل کتاب آپ پر ایمان بھی لے آئے مگر بعضے باوجود یہ کہ آپ کی رسالت کو خوب جانتے تھے مگر چھپاتے تھے حالانکہ یہ امر واقعی من جانب اللہ صاف ثابت ہو چکا۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو اسلام لانے سے پہلے یہود کے زبردست عالم تھے انہوں نے حضرت عمرؓ کو بتلایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹوں سے زیادہ پہچانتے ہیں بیٹے میں تو شک ہوسکتا ہے کہ شاید بیوی نے خیانت کی ہو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کوئی شک نہیں ہوسکتا آپ کی صفات اور علامات ہماری کتابوں میں موجود ہیں آپ کو دیکھتے ہی ہم نے پہچان لیا کہ آپ نبی برحق ہیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنے دین و ملت، اپنے قبلہ، اپنی شریعت، اپنی کتاب اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی عزت و عظمت اور محبت اور اتباع نصیب فرما اور اپنی یا دوسروں کی نفسانی خواہشات کے اتباع سے بچا نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❁❁

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ

وَلِكُلٍّ	وِجْهَةٌ	هُوَ	مُوَلِّيْهَا	فَاسْتَبِقُوا	الْخَيْرٰتِ	اَيْنَ مَا	تَكُوْنُوْا	يَاْتِ بِكُمُ	اللّٰهُ
اور ہر ایک کیلئے	ایک سمت	وہ	اس طرف رُخ کرتا ہے	پس تم سبقت لے جاؤ	نیکیاں	جہاں کہیں	تم ہو گے	لے آئیگا تمہیں	اللہ

اور ہر شخص کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا رہا ہے سو تم نیک کاموں میں لگاپو کرو تم خواہ کہیں ہو گے اللہ تعالیٰ تم

جَمِيْعًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

جَمِيْعًا	اِنَّ اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	وَ	مِنْ حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ	وَجْهَكَ
اکٹھا	بیشک اللہ	پر	ہر	چیز	قدرت رکھنے والا	اور	جہاں سے	آپ نکلیں	پس کرلیں	اپنا رُخ

سب کو حاضر کر دیں گے بالیقین اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور آپ جس جگہ سے بھی باہر جاویں اپنا چہرہ

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

شَطْرَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَاِنَّهٗ	لَلْحَقُّ	مِنْ رَّبِّكَ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ
طرف	مسجد حرام	اور بیشک یہی	حق	آپ کے رب سے	اور نہیں	اللہ	بے خبر	اس سے جو	تم کرتے ہو

مسجد حرام کی طرف رکھا کیجئے اور یہ بالکل حق ہے منجانب اللہ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں سے اصلا بے خبر نہیں

ظاہر پرست نہ بنو حقیقت پسندی اختیار کرو

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا ... اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ قبلہ کا مقرر ہونا کوئی ایسا معاملہ نہیں کہ صرف اُسے ہی حق و باطل کا معیار سمجھ لیا جائے ہر اُمت کے لئے اپنا اپنا قبلہ رہا ہے اور وہ اُسی کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتی رہی، اس لئے مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم اس قبلہ کی بحث کو چھوڑ کر اپنے دین کے نیک کاموں میں لگو اور جو نیکیاں کہ مقصود بالذات ہیں مثلاً نماز، روزہ، ذکر الٰہی خلق خدا کے ساتھ نیکی وغیرہ اس میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو اور اسے ہی دینداری کی اصل بنیاد سمجھو۔

نیکی کی تعریف یہی ہے کہ جو کام شریعت کے مطابق ہو اور مقصد محض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہو اگر ظاہر میں تو کام شریعت کے مطابق کیا مگر باطن میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مقصود نہ ہو تو وہ نیکی نہ ہوگی یا اسی طرح باطن میں تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مقصود ہے مگر کام شریعت کے حکم کے موافق نہیں تو جب بھی وہ نیکی نہیں کہلائے گی اور اسی سے "نیکی" کی ضد یعنی "بدی" کو سمجھ لیا جائے کہ ہر وہ کام جو شریعت کے حکم کے خلاف ہو اور جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو وہ بدی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کرنے کیلئے آخرت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا عقیدہ اور خیال ضروری ہے جب کسی کو یہ کامل یقین ہوگا کہ اُس کو اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور وہاں جواب دہی کرنی ہے اور جزا و سزا کا ملنا لازمی ہے تو پھر اس کو ہر طرح کی نیکی کرنا آسان ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں نیکی و برائی کا صحیح فرق سمجھنے اور نیکیوں کو اپنانے اور برائیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ

وَمِنْ حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ	وَجْهَكَ	شَطْرَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَحَيْثُ	مَا كُنْتُمْ
اور جہاں سے	آپ نکلیں	پس کرلیں	اپنا رُخ	طرف	مسجد حرام	اور جہاں کہیں	تم ہو

اور آپ جس جگہ سے بھی باہر جاویں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف رکھئے اور تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ

فَوَلُّوا	وُجُوهَكُمْ	شَطْرَهُ	لِئَلَّا	يَكُونَ	لِلنَّاسِ	عَلَيْكُمْ	حُجَّةٌ	إِلَّا	الَّذِينَ	ظَلَمُوا	مِنْهُمْ
سو کرلو	اپنے رُخ	اس کی طرف	تاکہ نہ	رہے	لوگوں کیلئے	تم پر	کوئی دلیل	سوائے	وہ جو کہ	بے انصاف	ان سے

اپنا چہرہ اُسی کی طرف رکھا کرو تاکہ لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں گفتگو نہ رہے مگر اُن میں جو بے انصاف ہیں تو ایسے لوگوں سے

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۰﴾

فَلَا تَخْشَوْهُمْ	وَاخْشَوْنِي	وَلِأُتِمَّ	نِعْمَتِي	عَلَيْكُمْ	وَلَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُونَ
سو تم نہ ڈرو اُن سے	اور ڈرو مجھ سے	تاکہ میں پوری کردوں	اپنی نعمت	تم پر	اور تاکہ تم	ہدایت پاؤ

اندیشہ نہ کرو اور مجھ سے ڈرتے رہو اور تاکہ تم پر جو میرا انعام ہے اس کی تکمیل کردوں اور تاکہ تم راہ پر رہو

بیت اللہ کے قبلہ ہونے کی تعمیم وتاکید

تحویل قبلہ کا حکم جس وقت نازل ہوا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت حضر میں تھے یعنی مدینہ منورہ میں قیام تھا اور چونکہ قبلہ کا حکم ایک مہتم بالشان حکم تھا اس لئے سفر کیلئے الگ حکم بھی ہوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَمِنْ حَيْثُ - الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ اب کسی کو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ کہیں یہ حکم خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہو اس لئے آگے تمام اہل اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا، "وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ"

تحویل قبلہ کی ایک اور حکمت

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ...... وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۰﴾ اور یہ حکم تحویل قبلہ اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ ان مخالف لوگوں کو تمہارے مقابلے میں اس گفتگو کی مجال نہ رہے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی نبی موعود آخر الزمان ہوتے تو ان کی علامت تو یہ بھی ہے کہ ان کا اصلی قبلہ کعبہ ہوگا اور یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہیں اس حکمت کے واسطے بھی ہم نے تحویل قبلہ کیا ہے ہاں مگر جو ان میں بالکل ہی بے انصاف ہیں وہ اب بھی کٹ حجتی نکال لیں گے کہ یہ کیسے نبی ہیں جو اتنے نبیوں کے خلاف کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں، لیکن جب ایسے مہمل اعتراضوں سے دین حق کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا تو ایسے لوگوں سے اصلا اندیشہ مت کرو اور ان کے اعتراضوں کے جواب کی فکر میں مت پڑو اور مجھ سے ڈرتے رہو کہ میرے احکام کی مخالفت نہ ہونے پائے اور ہم نے ان سب احکام مذکورہ پر عمل کرنے کی توفیق بھی دی تاکہ تم پر جو کچھ میرا انعام واکرام متوجہ ہے تم کو آخرت میں داخلِ بہشت کر کے اس کی تکمیل کردوں اور تاکہ دنیا میں تم راہِ حق پر کہ اسلام ہے قائم رہنے والوں میں رہو۔"

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ

الْكِتٰبَ	وَيُعَلِّمُكُمُ	يُزَكِّيكُمْ	وَ	اٰيٰتِنَا	عَلَيْكُمْ	يَتْلُوا	مِّنكُمْ	رَسُولًا	فِيكُمْ	أَرْسَلْنَا	كَمَآ
کتاب	اور سکھاتے ہیں تم کو	اور پاک کرتے ہیں تمہیں	اور	ہمارے حکم	تم پر	وہ پڑھتے ہیں	تم میں سے	ایک رسول	تم میں	ہم نے بھیجا	جیسا کہ

جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک رسول کو بھیجا تم ہی میں سے ہماری آیات تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۱۵۱﴾

تَعْلَمُونَ	لَمْ تَكُونُوا	مَّا	وَيُعَلِّمُكُم	وَالْحِكْمَةَ
جانتے	تم نہ تھے	جو	اور سکھاتے ہیں تمہیں	اور حکمت

اور فہم کی باتیں بتلاتے ہیں اور تم کو ایسی باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور مقاصد

حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد اُس کی مقبولیت کی دُعاء کی تھی اور ساتھ ہی ایک امت مسلمہ کے پیدا ہونے کی اور اس اُمت میں ایک ایسا پیغمبر مبعوث ہونے کی بھی دُعاء کی تھی، چنانچہ ان دُعاؤں کی قبولیت میں ایک نعمت کا ذکر تو اوپر فرمایا گیا کہ خانہ کعبہ کو مرجع خلائق اور قبلہ عالم بنایا۔

اب آگے دوسری نعمت یعنی ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارہ میں جو فرمائی گئی تھی اُس کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد بھی بیان فرمائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا ...... مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۱۵۱﴾

اول تو یہ کہ آپ کتاب اللہ کی آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ لوگوں کا تزکیہ نفس فرماتے ہیں یعنی لوگوں کی رُوحانی تربیت فرما کر ان کے عقائد اعمال و اخلاق کا تزکیہ فرماتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ آپ لوگوں کو کتاب اللہ کے الفاظ کی کیفیت ادا، اُس کے مطالب و معانی اور اسرار و رموز سکھاتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ آپ لوگوں کو حکمت و دانائی کی باتیں بتلاتے ہیں اور اپنی سنت اور اسوۂ حسنہ کے ذریعہ کتاب اللہ کے احکام کی صحیح تعبیر و تصویر بتاتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ وہ تمام امور دین جن کا لوگوں کو علم نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی اور ذریعہ سے ان کا علم حاصل کر سکیں، ایسے تمام امور میں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تعلیمات پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

تَكْفُرُوْنِ	وَلَا	وَاشْكُرُوْا لِيْ	اَذْكُرْكُمْ	فَاذْكُرُوْنِيْ
ناشکری کرو میری	اور نہ	اور تم شکر کرو میرا	میں یاد رکھوں گا تمہیں	سو یاد کرو مجھے

ان نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میری شکر گذاری کرو اور میری ناسپاسی مت کرو۔

ذکر و شکر کا حکم: یہاں تک حق تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتوں مثلاً کعبہ کا قبلہ مقرر ہونا اور اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خاص تعلق ہونا، پھر ایسے عظیم الشان رسول کی امت اور تابع ہونا، اس لئے ان نعمتوں کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کے یاد کرنے اور ان پر شکر گذار ہونے ناشکری نہ کرنے کا حکم فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿﴾ یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ امت مسلمہ کو تین باتوں کا حکم دے رہے ہیں۔

پہلا حکم یہ دیا گیا کہ منعم حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہر دم یاد رکھو، اور اللہ کو یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اُس کی بتائی ہوئی راہ پر پوری ہمت اور شوق سے چلتا رہے، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، سوتے جاگتے کھاتے پیتے، غرض ہر وقت ہر کام میں، ہر حال میں ہر آن میں اللہ تعالیٰ کا حکم اس کی رضا اور پسند کو مقدم رکھے۔

دوسرا حکم امت مسلمہ کو یہ دیا جا رہا ہے کہ میری نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو اور شکر کی بہترین شکل یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اسی کے حکم کے مطابق اُس کے رضا کے کاموں میں لگایا جائے اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے کام کرنے کی جو حدیں مقرر فرمائی ہیں ان کے اندر رہ کر کام کیا جائے اس سے نعمتوں میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے جیسا کہ تیرہویں پارہ سورۃ ابراہیم میں وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر گذاری کرو گے تو تمہیں ضرور زیادہ دوں گا، اور اسی اضافہ اور زیادتی کو برکت بھی کہتے ہیں۔

شکر: اہل تحقیق کے نزدیک شکر کی حقیقت عاجزانہ طور پر نعمت منعم کا اعتراف کرنا ہے، بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی محسن کے احسان کو یاد کر کے اس کی تعریف کرنا لہٰذا بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اس کے احسان کی یاد کے ساتھ ساتھ کرنا اور اللہ کے انعام کا زبان سے ذکر اور دل سے اقرار کرنا۔

تیسرا حکم یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، اس کی بخشی ہوئی طاقتوں اور قوتوں کی ناقدری اور ناشکری نہ کرو، ناشکری سے نہ صرف نعمت چھن جاتی ہے بلکہ شدید عذاب اور سزا بھی ملتی ہے۔

کفرانِ نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نعمت کو جس غرض کے لئے پیدا کیا ہے اُسے ہٹا کر کسی دوسرے کام یا دوسری غرض میں صرف کرنا مثلاً آنکھ کو اللہ تعالیٰ نے دو کاموں کیلئے پیدا کیا ہے ایک تو یہ کہ انسان اس سے اس جہاں میں اپنی حاجات کی راہ سے واقف ہو دوسرے یہ کہ وہ حق تعالیٰ کی عجیب وغریب مصنوعات کو دیکھے اور اللہ کی معرفت حاصل کرے اور اس کی عظمت سے واقف ہو اب ان کے علاوہ جب آنکھ کو کسی اور کام میں یعنی کسی گناہ معصیت یا ناجائز امر میں کام لائے گا تو یہ آنکھ کی نعمت کا کفران ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اپنے ذکر و فکر کی توفیق دائمی ہم کو عطا فرما اور اپنی ہر چھوٹی بڑی نعمت کا ہم کو قدر دان اور شکر گذار بندہ بنا کر زندہ رکھ اور ہر طرح کے کفرانِ نعمت سے ہم کو محفوظ فرما، اور گذشتہ میں ہم سے جو کفرانِ نعمت کی معصیت سرزد ہوئی ہو تو اپنی رحمت سے اسے معاف فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اسْتَعِيْنُوْا	بِالصَّبْرِ	وَالصَّلٰوةِ	اِنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الصّٰبِرِيْنَ
اے	جو کہ	ایمان لائے	تم مدد مانگو	صبر سے	اور نماز	بیشک	اللہ	ساتھ	صبر کرنے والے

اے ایمان والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

ذکر وشکر حاصل کرنے کا نسخہ: گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر اور شکر کرنے اور کفرانِ نعمت نہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اِس لئے اس آیت میں حق تعالیٰ مسلمانوں کو ذکر وشکر کے حاصل کرنے اور کفرانِ نعمت سے بچنے کیلئے ایک طریقہ تعلیم فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی اگر نفس پر احکامِ شرعیہ شاق اور گراں ہوں تو اُن کے آسان ہونے کا ایک علاج صبر ہے دوسرا علاج نماز ہے، گویا یہ نسخہ اکسیر قرآنی دو جزو سے مرکب ہے، ایک صبر دوسرے نماز۔ اور یہ بھی ہے کہ مشکلات ومصائب کے ہجوم کے وقت بھی مشکل کشائے حقیقی سے برابر تعلق جوڑے رہو۔ اس پر بھروسہ رکھو اور اسی کے آگے جھکتے رہو۔

صبر: صبر کے اصلی معنی اپنے نفس کو روکنے اور اس پر قابو پانے کے ہیں، قرآن اور سنت کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں:

ایک: اپنے نفس کو حرام اور ناجائز چیزوں سے روکنا۔

دوسرے: نفس کو طاعات وعباداتِ الٰہیہ اور احکام شرعیہ کی پابندی پر مجبور کرنا۔

تیسرے: مصائب اور آفات پر صبر کرنا یعنی جو مصیبت آ گئی اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا اور اس کے ثواب کا امیدوار رہنا، یہ تینوں شعبے صبر کے فرائض میں داخل ہیں اور ہر مسلمان پر تینوں طرح کے صبر کا پابند ہونا لازم ہے، قرآن وحدیث کی اصطلاح میں صابرین انہی لوگوں کا لقب ہے جو تینوں طرح کے صبر میں ثابت قدم ہیں۔

صبر کے فضائل قرآن وحدیث میں بکثرت ہیں جس کسی نے ترقی حاصل کی ہے اس صبر ہی کی بدولت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے صابر بندوں میں شامل فرمادیں، آمین۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کی عام معیت تو کافرو فاسق، مومن وصالح سب کو حاصل ہے لیکن یہاں خصوصی معیت مراد ہے اور اسی خصوصی معیت کا احساس تھا کہ جس نے صحابہ کرامؓ کو بے پناہ قوت وجرأت کا مالک بنادیا تھا۔

ابھی اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ میں صبر کی فضیلت آ چکی تھی مگر اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کہہ کر اسے اور زیادہ مؤکد کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو ہر وقت صبر کے اسلحہ سے مسلح رہنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں نماز، صبر کی اہمیت کو سمجھنے اور اس اسلحہ سے مسلح ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا

وَلَا	تَقُوْلُوْا	لِمَنْ	يُّقْتَلُ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اَمْوَاتٌ	بَلْ	اَحْيَآءٌ	وَ	لٰكِنْ	لَّا
اور نہ	کہو	اسے جو	مارے جائیں	میں	راستہ	اللہ	مُردہ	بلکہ	زندہ	اور	لیکن	نہیں

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں اُن کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے نہیں

تَشْعُرُوْنَ ۝

تَشْعُرُوْنَ
تم شعور رکھتے

ادراک کرسکتے۔

شہید کا مقام

یہ آیت شہدائے بدر کے بارہ میں نازل ہوئی تھی۔ شہدائے بدر میں چھ آدمی تو مہاجرین میں سے تھے اور آٹھ انصار سے۔ لوگ ان کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہائے فلاں شخص مرگیا اور دنیا کی نعمت اس سے چھوٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کے ازالہ اور ان کے درجات پر آگاہ کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

چنانچہ چوتھے پارہ سورۂ آلِ عمران میں بھی ارشاد ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا، بل احیآءٌ عند ربھم یرزقون۔ یعنی اے مخاطب جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی دین کے واسطے قتل کئے گئے ان کو اور مردوں کی طرح مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ ایک ممتاز حیات کے ساتھ ہیں اور اپنے پروردگار کے مقرب یعنی مقبول ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔

زندہ ہونے کا مطلب

شہداء کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جسم کی سی قوت عطا فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے وہ زمین آسمان جنت سب جگہ کی سیر کرتے ہیں اور اسی حیات کی وجہ سے زمین ان کے بدن اور کفن کو نہیں کھاتی۔ (تفسیر مظہری)

شہید کی خصوصیات

اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے اُسی طرح اس کو نماز پڑھ کر دفن کردیں دوسرا حکم یہ ہے کہ وہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہو ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں انہی خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جائے ہاں جو اشیاء کفن کی جنس سے نہیں جیسے ہتھیار، زرہ، پوستین وغیرہ وہ بدن سے نکال لی جائے۔ اس طرح دریا میں ڈوب کر مرنے والا دستوں کے مرض میں اور تپ دق میں ہلاک ہونے والا بچہ کی ولادت میں بحالت نفاس مرنے والی عورت بھی آخرت کے اجر و ثواب کے لحاظ سے شہداء میں شامل ہیں جیسا کہ احادیث میں موجود ہے۔

دنیا والوں کے محدود حواس

آیت کے اخیر میں جو فرمایا گیا وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ یعنی اس عالم دنیا میں رہتے ہوئے ان حواس کے ساتھ عالم برزخ کی حیات شہداء کا تم ادراک نہیں کرسکتے کیونکہ اس عالم دنیا کی کیفیت اور احوال اور ہیں اور مرنے کے بعد عالم برزخ کی کیفیات اور احوال اور ہیں، تو اس عالم دنیا میں رہ کر انسان نہ تو پوری طرح عالم برزخ کی کیفیات اور احوال کا ادراک کرسکتا ہے اور نہ ان کو کما حقہ سمجھ سکتا ہے اور اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ ایک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے پیدائش سے پہلے اس عالم دنیا کی کیفیات اور احوال کو نہیں سمجھ سکتا، اس لئے کوئی بات خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے جب قرآن وحدیث اس کو بیان کردے تو مؤمن کا اس پر ایمان لانا اور یقین کرنا ضروری ہے۔

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ❁❁

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ	بِشَیْءٍ	مِنَ	الْخَوْفِ	وَالْجُوْعِ	وَنَقْصٍ	مِنَ	الْاَمْوَالِ
اور ضرور ہم آزمائیں گے تمہیں	کچھ	سے	خوف	اور بھوک	اور نقصان	سے	مال جمع

اور تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال و جان

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ

وَالْاَنْفُسِ	وَالثَّمَرٰتِ	وَبَشِّرِ	الصّٰبِرِیْنَ	الَّذِیْنَ	اِذَا	اَصَابَتْهُمْ	مُصِیْبَةٌ
اور جان جمع	اور پھل جمع	اور خوشخبری دیں آپ	صبر کرنے والے	وہ جو	جب	پہنچے انہیں	کوئی مصیبت

اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے کہ اُن پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

قَالُوْا	اِنَّا لِلّٰهِ	وَاِنَّا	اِلَیْهِ	رٰجِعُوْنَ
وہ کہیں	ہم اللہ کیلئے	اور ہم	اس کی طرف	لوٹنے والے

تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔

صبر وامتحان کے اور مواقع

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ پہلے شہداء کا تذکرہ ہوا جنہوں نے صبر کا اعلیٰ مقام یعنی شہادت حاصل کی اب یہ فرمایا جارہا ہے کہ تھوڑی تھوڑی تکلیف سے وقتاً فوقتاً تم سب کا امتحان لیا جائے گا اور تمہارے صبر کو دیکھا جائے گا۔ جان مال عزت وغیرہ ہر چیز کے متعلق خوف واندیشہ حاجت کے ہوتے ہوئے حرام مال سے اجتناب روزہ کے ذریعہ بھوک برداشت کرنا مال کی کمی کے باوجود رشوت، سود اور خیانت وغیرہ سے بچتے رہنا اور مالی نقصان مثلاً چوری ہوجائے یا آگ لگ جائے تو بھی صبر سے کام لینا یہ سب امتحان کے مواقع ہیں۔ جو ان میں کامیاب ہوگئے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت وہدایت کا انعام ملے گا۔

صبر والوں کی نشانی

الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

یہاں تعلیم یہ دی گئی کہ مسلمان کو جب بھی کوئی مصیبت پیش آوے تو اس کو کہنا چاہئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اس کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ سے ہمیں تین باتیں معلوم ہوئیں۔

۱- یہ کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، انسان کے رنج وغم اور درد و حسرت کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی محبوب چیزوں کو اپنی سمجھتا ہے اور جب ذہن سے یہ خیال نکال دیا جائے کہ جو چیز بھی ہے سب اللہ کی ہے پھر رنج و ملال کا موقع ہی نہیں رہتا۔ ۲- یہ کہ دنیا کی رنج وتکلیف خواہ کتنی ہی بڑی ہو سب آنی جانی فانی اور عارضی ہیں یہ ختم ہوجائیں گی اور عنقریب انہیں چھوڑ کر مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضری دینی ہوگی۔ ۳- یہ معلوم ہوا کہ یہ مصیبتیں اور آزمائشیں یوں ہی بیکار نہیں، ان کا اجر وثواب عالم آخرت میں ضرور ملے گا۔

یہاں لفظ مصیبت کا مفہوم بھی سمجھ لینا چاہئے جو بہت وسیع اور عام ہے جو شے بھی مسلمان کو ناگوار گذرے بس وہی اس کے حق میں مصیبت ہے اور اس پر اس کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کو پڑھنا چاہئے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں یہ کلمہ تمام مصیبتوں کا علاج ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

اُولٰٓئِکَ	عَلَیْهِمْ	صَلَوٰتٌ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَرَحْمَةٌ	وَاُولٰٓئِکَ	هُمُ	الْمُهْتَدُوْنَ
یہی لوگ	ان پر	عنایتیں	سے	ان کا رب	اور رحمت	اور یہی لوگ	وہ	ہدایت یافتہ

ان لوگوں پر خاص خاص رحمتیں بھی اُن کے پروردگار کی طرف سے ہونگی اور عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگی

صبر کرنے والے دنیا میں اس حقیقت تک پہنچنے والے کہ کوئی چیز اپنی نہیں حتیٰ کہ اپنی جان اور روح کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ چنانچہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچیں گے تو وہاں بھی سب کچھ پالیں گے۔ اور جس نے رحمت عامہ اور خاصہ کو پالیا اُس سے دنیا وآخرت کی کونسی نعمت رہ سکتی ہے؟

صبر والوں کا انعام

اب اوپر جو بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ فرمایا گیا تھا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صابرین کو بشارت سنا دیجئے تو آگے اس بشارت کی تفصیل فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

یعنی صابرین کیلئے حق تعالیٰ نے یہاں تین باتوں کی بشارت دی ہے، ایک تو یہ کہ اللہ کی عنایات اور نوازشات ان پر ہونگی، دوسرے اللہ کی رحمت اُن پر ہوگی اور تیسرے یہ کہ انہیں ہدایت نصیب ہوگی، امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ ان صبر والوں کو دو برابر کی چیزیں یعنی صلوٰت اور رحمت اور ایک درمیان کی چیز یعنی ہدایت ملتی ہے، ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان والے پر پے در پے مصیبتیں پڑتی رہتی ہیں کبھی جان پر صدمہ ہے کبھی مال میں نقصان ہے اور یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پاس گناہوں سے پاک جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ورحمت ہی ہے کہ تکالیف گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا سبب ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دنیا کے نقصان کو آخرت کے دائمی اجر ونفع سے بدل دیتے ہیں۔ اور عوامی زبان میں اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ کا ترجمہ ہوگا "بس یہی لوگ تو پہنچے ہوئے ہیں"

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے صابر وشاکر بندوں میں شامل فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو صبر کی توفیق عطاء فرما کر اپنی خصوصی رحمتوں عنایتوں اور نوازشوں سے نوازیں اور اپنی ہدایات پر ہم کو قائم رکھیں، آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا

إِنَّ	الصَّفَا	وَالْمَرْوَةَ	مِنْ	شَعَآئِرِ	اللهِ	فَمَنْ	حَجَّ	الْبَيْتَ	أَوِ	اعْتَمَرَ	فَلَا
بیشک	صفا	اور مروہ	سے	نشانات	اللہ	پس جو	حج کرے	خانہ کعبہ	یا	عمرہ کرے	تو نہیں

تحقیقاً صفا اور مروہ منجملہ یادگار خداوندی ہیں سو جو شخص حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ کرے اس پر

جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝

جُنَاحَ	عَلَيْهِ	أَنْ	يَطَّوَّفَ	بِهِمَا	وَمَنْ	تَطَوَّعَ	خَيْرًا	فَإِنَّ	اللهَ	شَاكِرٌ	عَلِيْمٌ
کوئی حرج	اس پر	کہ	وہ طواف کرے	ان دونوں	اور جو	خوشی سے کرے	کوئی نیکی	تو بیشک	اللہ	قدر دان	جاننے والے

ذرا بھی گناہ نہیں ان دونوں کے درمیان آمد و رفت کرنے میں اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو حق تعالیٰ قدر دانی کرتے ہیں خوب جانتے ہیں۔

حضرت ہاجرہ کے صبر کی یادگار صفا و مروہ:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور شیر خوار بچہ حضرت اسمٰعیل کو وادی فاران میں چھوڑ گئے تھے اور حضرت اسمٰعیل ابھی دودھ پیتے بچہ ہی تھے تو حضرت ہاجرہؓ کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا اور بچہ بھی پیاس کے مارے بے چین ہونے لگا تو حضرت ہاجرہ انتہائی بے چینی اور بے قراری کی حالت میں انہی دو پہاڑیوں پر اِدھر سے اُدھر گھبراتی ہوئی دوڑتی تھیں تاکہ کہیں پانی کا چشمہ دکھائی دے جائے حضرت ہاجرہؓ کا اِدھر سے اُدھر صفا و مروہ پہاڑیوں پر آنا جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس درجہ مقبول ہوا کہ حج و عمرہ میں اسی یادگار کو تازہ کرنے کیلئے صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان چلنا اور کچھ حصہ میں دوڑنا جس کو سعی کہتے ہیں ہر حج اور عمرہ کرنے والے پر لازم قرار دیا گیا۔

مشرکین نے صفا مروہ پر دو بت رکھے ہوئے تھے اور صفا مروہ کا طواف کرتے تھے جب زمانہ اسلام کا آیا اور مسلمانوں کو سعی بین الصفا والمروۃ کا حکم ہوا تو مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو ان بتوں کی تعظیم کیلئے ہوتا تھا اور بتوں کی تعظیم اسلام میں ممنوع ہے اس لئے صفا اور مروہ کا طواف بھی ممنوع ہونا چاہیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد فرمایا گیا۔

کہ بالتحقیق کوہ صفا اور کوہ مروہ اور پہاڑوں کی طرح معمولی پہاڑ تھے مگر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے رضا بالقضا کی برکت سے خدا کی یادگاروں میں سے ہو گئے اور ان کا طواف مناسک حج سے بنا دیا گیا سو جو شخص حج بیت اللہ کا یا عمرہ کا ارادہ کرے اس پر صفا اور مروہ کی سعی اور طواف میں ذرہ برابر گناہ نہیں یعنی مسلمانوں کو اس میں کافروں کی مشابہت سے شبہ میں نہ پڑنا چاہیے، یہ صفا اور مروہ دراصل شعائر الٰہیہ میں سے ہیں اور ان کا طواف و سعی سراسر خیر و عبادت ہے اور یہ حق تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ جو شخص کوئی خیر و نیکی شوق و رغبت سے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر دانی فرماتے ہیں اور اس خیر کرنے والے کی نیت اور خلوص کو خوب جانتے ہیں یعنی بقدر اخلاص کے اس کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم کو تمام شعائر الٰہیہ کی تعظیم کرنا نصیب فرما، اور صفا و مروہ کی پہاڑیاں جو شعائر اللہ میں سے ہیں اُن کی زیارت اور وہاں کی سعی حج و عمرہ میں نصیب فرما۔ آمین وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ

اِنَّ	الَّذِیْنَ	یَکْتُمُوْنَ	مَآ اَنْزَلْنَا	مِنَ	الْبَیِّنٰتِ	وَالْھُدٰی	مِنْۢ بَعْدِ	مَا بَیَّنّٰہُ
بیشک	جو لوگ	چھپاتے ہیں	جو نازل کیا ہم نے	سے	کھلی نشانیاں	اور ہدایت	اس کے بعد	ہم نے واضح کردیا

جو لوگ اُن مضامین کو چھپاتے ہیں جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ واضح ہیں اور ہادی ہیں اس حالت کے بعد کہ ہم اُن کو

لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ

لِلنَّاسِ	فِی الْکِتٰبِ	اُولٰٓئِکَ	یَلْعَنُھُمُ	اللّٰہُ	وَیَلْعَنُھُمُ	اللّٰعِنُوْنَ	اِلَّا	الَّذِیْنَ
لوگوں کیلئے	کتاب میں	یہی لوگ	لعنت کرتا ہے ان پر	اللہ	اور لعنت کرتے ہیں ان پر	لعنت کرنے والے	سوائے	وہ لوگ جو

کتاب میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور لعنت کرنیوالے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں مگر جو لوگ

تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۰﴾

تَابُوْا	وَاَصْلَحُوْا	وَبَیَّنُوْا	فَاُولٰٓئِکَ	اَتُوْبُ	عَلَیْھِمْ	وَاَنَا	التَّوَّابُ	الرَّحِیْمُ
انہوں نے توبہ کی	اور اصلاح کی	اور واضح کیا	پس یہی لوگ ہیں	میں معاف کرتا ہوں	انہیں	اور میں	معاف کرنے والا	رحم کرنیوالا

توبہ کرلیں اور اصلاح کردیں اور ظاہر کردیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کرلینا اور مہربانی فرمانا

اہلِ کتاب کی حق پوشی اور اس کی سزا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ .... وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ اہلِ کتاب یعنی یہودی وعیسائی دنیوی لالچ تعصب اور عناد کی وجہ سے اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو بدل دیا کرتے اور اصل حکم کو چھپاتے اور ان کے قدیم آسمانی کتابوں میں نبی آخر الزماں کے متعلق جو بشارتیں اور پیشینگوئیاں موجود تھیں ان کو ظاہر نہ کرتے تھے اور عرب کے ناخواندہ لوگوں کو اور اپنے حامیوں کو شبہات میں ڈال کر گمراہ کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں آگاہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی باتیں اور شرعی مسائل جان بوجھ کر چھپایا کرتے ہیں جس طرح کہ اس عالم کیلئے جو لوگوں میں اللہ کی باتیں پھیلائے ہر چیز اُس کیلئے دُعاء کرتی ہے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں اور ہوا کے پرند بھی اسی طرح ان لوگوں پر جو حق بات اللہ ورسول کی جانتے ہوئے چھپاتے ہیں اور دانستہ حق سے گونگے اور بہرے بن جاتے ہیں ان پر ہر چیز لعنت بھیجتی ہے صحیح

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے کسی شرعی امر کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ جانتے ہوئے اُسے چھپالے تو اُسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

توبہ کی دعوت اور شرط

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

یہاں اللہ تعالیٰ نے قبولیت توبہ کے تین شرائط بیان فرمائے ہیں: (۱) ایک توبہ یعنی گناہ اور غلطی کے احساس واعتراف کے ساتھ اُسے آئندہ ترک کرنے کا تہیہ کرلینا۔ (۲) دوسرے اصلاح یعنی گناہ اور خرابی سے پیدا شدہ برائیوں کی درستی کرنا۔ (۳) تیسرے جن امور حق کو چھپا کر وہ جرم کے مرتکب ہوئے تھے انہیں بیان کردینا، ظاہر کردینا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوا کہ اگر کافر بھی سچے دل سے رجوع کرے تو اس کی توبہ بھی قبول ہے اور یہی تین شرائط یعنی ماضی حال اور مستقبل کے متعلق علماء نے ہر گناہ سے توبہ کی تکمیل کیلئے بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَمَاتُوْا	وَهُمْ	كُفَّارٌ	اُولٰٓئِكَ	عَلَيْهِمْ	لَعْنَةُ	اللّٰهِ	وَالْمَلٰٓئِكَةِ
بیشک	جولوگ	کافر ہوئے	اور وہ مر گئے	اور وہ	کافر	یہی لوگ	ان پر	لعنت	اللہ	اور فرشتے

البتہ جو لوگ اسلام نہ لائیں وہ اسی حالت غیر اسلام پر مر جاویں ایسے لوگوں پر لعنت اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا

وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	لَا يُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا
اور لوگ	تمام	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	نہ ہلکا ہوگا	ان سے	عذاب	اور نہ

اور آدمیوں کی بھی سب کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اُسی لعنت میں رہیں گے اُن سے عذاب ہلکا نہ ہونے پاوے گا اور نہ

هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

هُمْ	يُنْظَرُوْنَ
انہیں	مہلت دی جائے گی

اُن کو مہلت دی جائے گی۔

کافروں کی سزا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا .... لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ

بالتحقیق ان میں سے جو لوگ اسلام نہ لائیں اور اسی حالتِ کفر یعنی غیر اسلام پر مر جائیں ایسے لوگوں پر وہ لعنت مذکورہ اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں اور آدمیوں کی بھی سب کی ایسے طور پر برسا کرے گی کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی لعنت میں رہیں گے یعنی وہ جہنم میں ہمیشہ کیلئے داخل ہوں گے اور ہمیشہ کا جہنم میں رہنے والا ہمیشہ ہی خدا کی خاص رحمت سے دُور بھی رہے گا اور ہمیشہ ملعون رہنا یہی ہے اور ہمیشگی لعنت کے ساتھ یہ بھی ہے کہ داخل ہونے کے بعد کسی وقت اُن پر سے جہنم کا عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ اُن کو کسی میعاد تک مہلت دی جائے گی۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے اور اسلام قبول نہ کرنے اور کفر کی موت مرنے کا انجام بتلایا گیا۔

مسئلہ: اہل سنت کے ہاں کسی متعین گنہگار پر لعنت جائز نہیں ہے البتہ کسی کو متعین کئے بغیر مبہم و مطلق صورت میں جائز ہے۔ مثلاً یہ کہ "چور پر لعنت ہو" صحیح حدیث میں مومن پر لعنت کرنے کو اُس کے قتل کے مشابہ بتایا گیا ہے اور بلکہ متعین کافر پر بھی اُس کی زندگی میں لعنت کرنا جائز نہیں۔ آیت میں مَاتُوْا کی قید نے واضح کر دیا کہ یہاں جن پر لعنت آئی ہے اُن کی موت ہی کفر پر ہو چکی تھی اور اصل مدار خاتمہ پر ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا، اور قرآن کریم پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرمائیں، ہر حال میں ہمیں حق پر قائم رکھیں اور دُنیا اور آخرت میں اپنی خاص رحمتوں سے نوازیں، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

وَاِلٰهُكُمْ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	لَا	اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	الرَّحْمٰنُ	الرَّحِيْمُ	اِنَّ	فِيْ	خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ
اور معبود تمہارا	معبود	ایک یکتا	نہیں	عبادت کے لائق	سوائے اسکے	نہایت مہربان	رحم کرنیوالا	بیشک	میں	پیدائش	آسمانوں

اور جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی رحمٰن ہے رحیم ہے بلاشبہ آسمانوں کے

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

وَالْاَرْضِ	وَ	اخْتِلَافِ	الَّيْلِ	وَالنَّهَارِ
اور زمین	اور	بدلتے رہنا	رات	اور دن

اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں

مشرکین کے خیال کی تردید

بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ گذشتہ آیات میں جب کفر پر مرنے والوں کو دائمی عذاب جہنم کی سزا سنائی گئی تو بعض کفار کے دل میں شیطان یہ خیال پیدا کر سکتا تھا کہ اور بھی ہیں جن کو خدائی اختیارات حاصل ہیں یا وہ خدائی کے حصہ دار ہیں، اگر ایک نے عذاب میں ڈالا تو دوسرے کی طرف ملتجی ہو جاویں گے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس شیطانی خیال کو بھی باطل فرما دیا اور بتلا دیا وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ"۔

اپنی صفت وحدانیت والوہیت کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنا الرَّحْمٰنُ اور الرَّحِيْمُ ہونا بیان فرمایا، الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ یعنی دنیا اور آخرت میں ہر چھوٹی بڑی نعمت، تربیتِ جسمانی و رُوحانی، صحت و دولت، علم و ہدایت اُسی نے مہیا کئے جسمانی و روحانی قویٰ مرحمت فرمائے، تو جب وہی ان تمام چیزوں کا عطاء کرنے والا ہے اور دین دُنیا میں سب اُسی کی رحمت کے محتاج ہیں تو اور کس کا منہ ہے کہ معبودیت والوہیت کا دعویٰ کر سکے۔

توحید ذات وصفات کی آٹھ دلیلیں

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ...... وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

۱- پہلی چیز آسمانوں اور زمین کی پیدائش بیان کی گئی، آسمانوں کی بلندی، لطافت کشادگی پر غور کیجئے پھر ان میں ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے لاکھوں نہیں کروڑوں ستارے اور سیارے، اس طرح کہ ہر ایک کی شان جدا، ہر ایک کا رنگ جدا، ہر ایک کی حرکت جُدا، تو اس عجیب وغریب نظام کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کارخانہ کسی علیم، قدیر، مُدبر حکیم اور قادرِ مطلق کے قبضہ قدرت میں ہے۔ علیٰ ہذا زمین کی پیدائش میں بھی اس کی وحدانیت اور کمال قدرت و رحمت کی دلیل ہے تمام عالم کے بسنے والوں کیلئے زمین اُن کے قدموں کے تلے بچھی ہوئی ہے اسی زمین پر رہتے سہتے ہیں اور اپنی مرضی کے موافق آرام دہ مکانات بناتے ہیں اسی زمین سے پیدا شدہ غذاؤں اور پھلوں، چشموں اور نہروں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، سونا، چاندی، پیتل، تانبا، لوہا وغیرہ سب اسی زمین میں اللہ کی قدرت سے نکلتا ہے۔ ان سب سے اللہ کی قدرت وحکمت ظاہر ہے اور یہ سب اس قادر مطلق ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

۲- دوسری دلیل دن اور رات کا اختلاف ارشاد فرمائی، دن گذرتا ہے تو رات آتی ہے۔ رات جاتی ہے تو دن آتا ہے اگر دن نہ ہوتا فقط رات ہی ہوتی تو عالم ہمیشہ تاریکی اور ظلمت کی مصیبت میں گرفتار ہوتا اور چلنا، پھرنا کام کاج کرنا مشکل ہو جاتا اور اگر رات نہ ہوتی فقط دن ہی دن ہوتا تو اس راحت وآرام چین وسکون سے جو رات کی نیند اور سکون سے حاصل ہوتا ہے اس سے تمام جہان محروم ہو جاتا جس کے قبضہ قدرت میں آسمان، زمین، چاند، سورج کی ڈور ہے وہی ذات باری تعالیٰ کی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

وَالْفُلْكِ	الَّتِيْ	تَجْرِيْ	فِي	الْبَحْرِ	بِمَا	يَنْفَعُ	النَّاسَ	وَمَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	مِنَ السَّمَآءِ
اور کشتی	جو کہ	بہتی ہے	میں	سمندر	ساتھ+جو	نفع دیتی ہے	لوگ	اور جو کہ	اتارا	اللہ	آسمانوں سے

اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر اور پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا

مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ

مِنْ	مَّآءٍ	فَاَحْيَا	بِهِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا	وَبَثَّ	فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ	دَآبَّةٍ
سے	پانی	پھر زندہ کیا	اس سے	زمین	اس کے مرنے کے بعد	اور پھیلائے	اس میں	سے	ہر قسم	جانور

پھر اس سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے

وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

وَتَصْرِيْفِ	الرِّيٰحِ	وَالسَّحَابِ	الْمُسَخَّرِ	بَيْنَ	السَّمَآءِ	وَالْاَرْضِ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ
اور بدلنا	ہوائیں	اور بادل	تابع	درمیان	آسمان	اور زمین	نشانیاں	لوگوں کیلئے	عقل والے

اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مقید رہتا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ ...... لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

۳۔ تیسری دلیل کشتی اور جہاز کے پانی پر چلنے کی دی گئی، ایک تولہ لوہا تانبا ایک منٹ کیلئے پانی پر نہیں ٹھہرتا مگر جہاز و کشتی جس میں منوں لوہا اور تانبا لگا ہوتا ہے ان جہاز اور کشتیوں کو پہاڑ جیسی موجوں سے بچانا اور ہوا موافق رکھنا سب اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

۴۔ چوتھی دلیل آسمان سے مینہ کا اُتارنا یعنی بادل سے بارش کا نازل کرنا ارشاد فرمائی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے وجود اور قدرت کاملہ کی پکی نشانی ہے۔ ہزارہا من پانی بادلوں میں بھرا ہوا ہوتا ہے جس کو فرشتے ہوا میں اِدھر اُدھر لئے پھرتے ہیں جہاں جس قدر ضرورت ہوتی ہے مشیت الٰہی کے حکم سے برساتے ہیں۔

۵۔ پانچویں دلیل اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کرنے میں دی گئی یعنی بارش اور پانی سے خشک اور تپتی ہوئی مُردہ زمین میں ازسرِ نو جان پڑنا اور اس سے غلہ، اناج، گھاس پات، پھل پھول کے درخت اُگانا، یہ سب اُسی قدرت والے کا کام ہے۔

۶۔ چھٹی دلیل زمین پر ہر قسم کے حیوانات کے پھیلا دینے میں دی گئی، حیوانات کی ہزارہا انواع و اقسام ہیں، اُن کی گنتی اور شمار انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ پھر ان سب کی حفاظت کرنا انہیں ان کی غذا کے موافق روزیاں پہنچانا، یہ سب قدرتِ الٰہی کا کام ہے۔

۷۔ ساتویں دلیل ہواؤں کے بدلنے میں دی گئی کبھی ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور کبھی گرم لُو کا چلنا کہیں ہوا کم ہونا کہیں زیادہ ہونا، یہ سب قدرتِ خداوندی کا انتظام ہے اُس کے حکم سے یہی ہوا کہیں رحمت بن کر انسانوں کے زیست کا ذریعہ ہے۔ کہیں اس کے حکم سے قہر و جلال بن کر ہلاکت کا سبب ہو جاتی ہے۔

۸۔ آٹھویں دلیل ابر کا آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہونے میں دی گئی یہ بھی اس پروردگارِ عالم کے کمال قدرت کی دلیل ہے کہ باوجود ہزارہا ٹن پانی سے بھرا ہوا بادل فضا میں معلق رہتا ہے، وزن سے نیچے نہیں گرتا۔

ان دلائل اور نشانیوں کو بیان فرما کر کہ جو ایک قادرِ مطلق، مختارِ کل، حکیم و علیم واحد و یگانہ صانع کا پتہ دیتے ہیں ارشاد فرمایا: یعنی یہ عقلمندوں کیلئے قدرتِ خدا کی نشانیاں ہیں، جن سے عقلمند اور سمجھ رکھنے والے لوگ اپنے معبودِ حقیقی کے وجود کو پا لیتے ہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ

وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّتَّخِذُ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اَنْدَادًا	يُّحِبُّوْنَهُمْ	كَحُبِّ	اللّٰهِ	وَالَّذِيْنَ
اور سے	لوگ	جو	بناتے ہیں	سے	سوائے	اللہ	شریک	محبت کرتے ہیں ان سے	جیسے محبت	اللہ	اور جو لوگ

اور ایک آدمی وہ ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریک قرار دیتے ہیں اُن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ضروری ہے اور جو مؤمن ہیں

اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ

اٰمَنُوْٓا	اَشَدُّ	حُبًّا	لِّلّٰهِ
ایمان لائے	سب سے زیادہ	محبت	اللہ کیلئے

ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

مشرکین کی غیر اللہ سے محبت

گذشتہ آیات سے خدا کی ذات وصفات و وحدانیت اور خالق کائنات ہونا ثابت ہوگیا تو اہلِ عقل اور صاحب فہم انسان کیلئے عقل کا تقاضا یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی کو عبادت و محبت کیلئے مخصوص کرے لیکن بعض بیوقوف اور نافہم لوگ باوجود کھلی ہوئی دلیلوں کے پھر شرک میں مبتلا ہیں اور خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بناتے ہیں، غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں جیسی خدائے پاک ذات کی کرنی چاہیے تھی اِسی کو یہاں ان آیات میں ارشاد فرمایا جاتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ اور ایک آدمی وہ بھی ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریکِ خدائی قرار دیتے ہیں اور اُن کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنا ضروری ہے۔

اہلِ ایمان کی اللہ تعالیٰ سے محبت

اہل ایمان کی کیا حالت ہوتی ہے، اس کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اور جو مؤمن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے ہی نفع وضرر کو وابستہ جانتے ہیں، ذات وصفات الٰہی میں کسی کو شریک نہیں کرتے اور سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو احکام الٰہی کی فرمانبرداری میں اپنا جان و مال فدا کرنے کو تیار ہوتے ہیں اُسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے حکم کے مقابل کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔

محبت الٰہی کی پہچان اور علامتیں تو بہت ہیں مگر تین خاص علامتیں جو علمائے محققین نے لکھی ہیں وہ یہ ہیں:

۱...... انسان نفس کی خواہش پر حق تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دیتا ہو اور اس کے حکم کی تعمیل کو ہر کام پر مقدم سمجھتا ہو یعنی حدود شرعیہ کا ہر وقت لحاظ رکھتا ہو۔

۲...... اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شائق ہو اور موت سے گھبراتا نہ ہو، اور اگر زندگی چاہتا بھی ہو تو محض اس لئے کہ معرفت حق جتنی زیادہ حاصل ہوتی ہی بہتر ہے۔

۳...... حکم الٰہی اور قضا وقدر پر راضی رہتا ہو کہ اچھا بُرا جو کچھ بھی پیش آتا ہے اس پر زبان یا دل سے شکوہ نہیں کرتا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت سے نوازے، ہر نیک عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ سے ہماری محبت میں اضافہ ہو، ذکر اللہ کی پابندی نصیب ہو اور اللہ والوں کی محبت و صحبت نصیب ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ

وَلَوْ	يَرَى	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	اِذْ يَرَوْنَ	الْعَذَابَ	اَنَّ	الْقُوَّةَ	لِلّٰهِ	جَمِيْعًا	وَاَنَّ
اور اگر	دیکھ لیں	وہ جنہوں نے	ظلم کیا	جب دیکھیں گے	عذاب	کہ	قوت	اللہ کیلئے	تمام	اور یہ کہ

اور اگر دیکھ لیں یہ ظالم اُس وقت کو جبکہ دیکھیں گے عذاب کہ قوت ساری اللہ ہی کیلئے ہے اور یہ کہ

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا

اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعَذَابِ	اِذْ تَبَرَّاَ	الَّذِيْنَ	اتُّبِعُوْا	مِنَ	الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْا	وَرَاَوُا
اللہ	سخت	عذاب	جب بیزار ہو جائیں گے	وہ لوگ جو	پیروی کی گئی	سے	جنہوں نے	پیروی کی	اور وہ دیکھیں گے

اللہ کا عذاب سخت ہے جبکہ وہ لوگ جن کے کہنے پر دوسرے چلتے تھے اُن لوگوں سے صاف الگ ہو جاویں گے جو انکے کہنے پر دوسرے چلتے تھے اور سب

الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾

الْعَذَابَ	وَتَقَطَّعَتْ	بِهِمُ	الْاَسْبَابُ
عذاب	اور کٹ جائیں گے	ان سے	وسائل

عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور باہم ان میں جو تعلقات تھے اسوقت سب قطع ہو جائیں گے۔

غیر اللہ سے عقیدت کا انجام:

وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ وہ کافر لوگ جو غیر اللہ سے محبت اور انکی پرستش کرتے ہیں اا رکھتے ہیں کہ اُن کے معبود مصیبت کے وقت اُن کے کام آئیں گے تو ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اگرچہ محبت کا تقاضا یہی ہے کہ مصیبت کے وقت محبوب محب کے کام آئے لیکن قیامت کے روز جب یہ باطل پرست عذاب الٰہی کو دیکھیں گے اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کامل قدرت و غلبہ خدا ہی کیلئے ہے اور عذابِ الٰہی بہت سخت ہے اور خدا ہی کے قبضہ میں عذاب دینا ہے اور یہ باطل معبود عذاب الٰہی سے بچا نہیں سکتے تو اس وقت ان کی خواہش اور تمنا ہوگی کہ کاش دنیا میں ہم شرک و نافرمانی نہ کرتے۔

ہولناک منظر:

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ یعنی آخرت کا ایک ہولناک اور حسرتناک منظر وہ ہوگا جبکہ ان مشرکین کے متبوعین یعنی وہ ذی اثر پیشوا اور سردار جن کے کہنے پر عوام مشرکین چلتے تھے ان عام مشرکین سے صاف الگ ہو جائیں گے جو اُن کے کہنے پر چلتے تھے اور سب خواص و عوام عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور باہم اُن میں جو تعلقات تھے کہ ایک تابع تھا دوسرا متبوع تھا وغیرہ وغیرہ اس وقت سب قطع ہو جاویں گے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں فقط اپنی ہی محبت عطاء فرمائے اور دنیا و آخرت کی سرفرازی سے کامیاب کرے، ہر قسم کے شرک، ریاء وغیرہ سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَتَبَرَّاَ مِنْھُمْ کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ

وَقَالَ	الَّذِیْنَ	اتَّبَعُوْا	لَوْ اَنَّ	لَنَا	کَرَّۃً	فَنَتَبَرَّاَ	مِنْھُمْ	کَمَا	تَبَرَّءُوْا	مِنَّا
اور کہیں گے وہ	وہ جنھوں نے	پیروی کی	کاش کہ	ہمارے لئے	دوبارہ	تو ہم بیزاری کرتے	اس سے	جیسے	انہوں نے بیزاری کی	ہم سے

اور یہ تابع لوگ کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو ذرا ایک دفعہ جانا مل جائے تو ہم بھی ان سے صاف الگ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے صاف الگ ہو بیٹھے

کَذٰلِکَ یُرِیْھِمُ اللّٰہُ اَعْمَالَھُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْھِمْ ؕ وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع

کَذٰلِکَ	یُرِیْھِمُ	اللّٰہُ	اَعْمَالَھُمْ	حَسَرٰتٍ	عَلَیْھِمْ	وَمَا ھُمْ	بِخٰرِجِیْنَ	مِنَ النَّارِ
اسی طرح	انہیں دکھائے گا	اللہ	ان کے عمل	حسرتیں	ان پر	اور نہیں وہ	نکلنے والے	آگ سے

اللہ تعالیٰ یوں ہی اُن کی بداعمالیوں کو خالی ارمان کر کے اُن کو دکھلا دیں گے اور ان کو دوزخ سے نکلنا بھی نصیب نہ ہوگا۔

ناکام حسرت:

اور جب یہ تابع لوگ یعنی عام مشرکین اپنے پیشواؤں کی یہ طوطا چشمی دیکھیں گے تو بڑے جھنجلاویں گے اور اپنے پیشواؤں سے صاف اور کورا جواب سُن کر بڑی حسرت اور نا اُمیدی کے عالم میں گرفتار ہوں گے مگر اُس وقت اور تو کچھ ہو نہ سکے گا۔ جھلا کر یوں کہیں گے:

وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَتَبَرَّاَ مِنْھُمْ کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا

اور یہ تابع لوگ کہنے لگیں گے کسی طرح ہم سب کو دُنیا میں بس ذرا ایک دفع جانا مل جاوے تو ہم بھی اُن سے اتنا بدلہ تو لے لیں کہ اگر یہ پھر ہم کو اپنا تابع ہونے کی ترغیب دیں تو ہم بھی انہیں صاف ٹکہ سا جواب دے کر علیحدہ ہو جاویں جیسا یہ ہم سے اس وقت صاف الگ ہو بیٹھے مگر ان تجویزوں اور سوچ بچار سے اُس وقت کیا ہاتھ آوے گا ایسے مشرکین و باطل پرستوں کیلئے آگے ارشاد ہوتا ہے:

کَذٰلِکَ یُرِیْھِمُ اللّٰہُ اَعْمَالَھُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْھِمْ وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ

اللہ تعالیٰ یوں ہی ان کی بداعمالیوں کو خالی ارمان کر کے اُن کو دکھلاویں گے اور ان تابعین اور متبوعین سب کو جہنم سے نکلنا بھی نصیب نہ ہوگا کیونکہ شرک کی سزا دائمی جہنم ہے۔ اور ان کی یہ حسرت کبھی پوری نہ ہوگی اور یہ خلش کانٹا بن کر کھٹکتی رہے گی۔

اس طرح کا دائمی عذاب کافروں ہی کیلئے ہوگا مگر مسلمانوں کو اس طرح کی آیات پڑھ کر غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہئے کہ دائمی عذاب تو کافروں کیلئے ہے الحمدللہ ہمیں تو نہیں ہوگا۔ مگر دوستو! ایک لمحہ کا عذاب بھی نہ جانے کس طرح کا ہوگا اس لئے کبھی بھی غفلت اور سستی کا شکار نہ ہونا چاہئے ایک ایک لمحہ کا عمل نہ جانے آخرت کی کتنی کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اس لئے کوئی لمحہ بھی غفلت میں یا گناہ میں ہرگز مشغول نہ ہونا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت کاملہ نصیب فرمائیں اور اپنی رضا والی زندگی گذارنا نصیب فرمائیں

یا اللہ! اپنے کرم سے ہمیں آخرت کی خیر و خوبی نصیب فرما اور میدان حشر میں حسرت و ندامت سے بچا، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

یٰٓاَیُّهَا	النَّاسُ	كُلُوْا	مِمَّا	فِی الْاَرْضِ	حَلٰلًا	طَیِّبًا	وَّلَا	تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ
اے	لوگ	تم کھاؤ	اس سے جو	زمین میں	حلال	پاک	اور نہ	پیروی کرو	قدم جمع

اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں اُن میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور

الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾

الشَّیْطٰنِ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِیْنٌ
شیطان	بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلا

شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

بندوں کے حرام کہنے سے کوئی چیز حرام نہیں بن جاتی

مشرکین عرب اپنے معبودوں کو خوش کرنے کیلئے سانڈ وغیرہ جانوروں کو اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیا کرتے تھے کہ وہ جہاں چاہیں گھومیں پھریں اور کھائیں پئیں ایسے جانوروں کے متعلق انہوں نے یہ عقیدہ بنایا ہوا تھا کہ اُن کا کھانا، ان کا دودھ پینا اور اُن سے کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں۔ اس طرح یہ مشرکین اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کر دیتے تھے ان آیات میں بتلایا گیا کہ جن حلال اور طیب چیزوں کو تم نے اپنی طرف سے حرام کر رکھا ہے وہ حرام نہیں شرعی حلال پاک چیزوں کی تحریم کا ارتکاب کر کے شیطان کے قدم بقدم مت چلو اور اُس کے جاری کیے ہوئے طریقوں سے پرہیز کرو۔

حلال اور طیب رزق:

حلال وہ ہے جس کی شریعتِ اسلامیہ نے ممانعت نہ کی ہو اور اسے جائز کہا ہو، حرام اور ناپسندیدہ نہ قرار دیا ہو۔ طیب وہ ہے جو حلال ہو ساتھ ہی نجاست وگندگی سے بالکل پاک صاف ہو، ظاہری نجاست سے بھی اور باطنی نجاست سے بھی یعنی کسی غیر کا حق اُس سے متعلق نہ ہو غصب، خیانت، رشوت، سود وغیرہ یا کسی اور ناجائز طریقہ سے اُسے حاصل نہ کیا گیا ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایمان لانے اور نماز پڑھنے کی فرضیت کے بعد رزق حلال کی تلاش فرض ہے۔

دعا کیجئے

یااللہ ہمیں اپنے حلال سے رزق عطاء فرما اور حرام سے بچا،
ہمیں حلال اور پاکیزہ رزق وافر عطاء فرما جسے کھا کر ہم تیرا شکرا دا کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❁❁

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

لَا تَعْلَمُوْنَ	مَا	عَلَى اللّٰهِ	تَقُوْلُوْا	وَاَنْ	وَالْفَحْشَآءِ	بِالسُّوْٓءِ	يَاْمُرُكُمْ	اِنَّمَا
تم نہیں جانتے	جو	اللہ پر	تم کہو	اور یہ کہ	اور بے حیائی	بُرائی	تمہیں حکم دیتا ہے	صرف

وہ تو تم کو اُن ہی باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ بری اور گندی ہیں اور یہ کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ کہ جس کی تم سند بھی نہیں رکھتے۔

شیطان کا کام

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

یہاں اس آیت میں شیطان کی دو خصوصیتیں بیان کی گئیں۔

(۱) پہلی خصوصیت یہ کہ وہ ہمیشہ انسانوں کو برائی بدی اور بے حیائی ہی سکھاتا ہے اور کسی نہ کسی شرارت فتنہ وفساد ہی پر اُکساتا ہے۔

(۲) دوسری خصوصیت یہ کہ وہ انسان کو ترغیب دیتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ اپنی طرف سے من گھڑت عقیدے گھڑا کرے اور من گھڑت باتیں بنایا کرے اور ظاہر یہ کرے کہ یہ اللہ کا حکم ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان باتوں کا حکم نہیں دیتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ بدعت کی بھی یہی حقیقت ہے کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے موجب ثواب قرار نہیں دیا اُس کام کو بلا دلیل شرعی موجب ثواب قرار دے۔

شیطان برائی پر کیسے آمادہ کرتا ہے

اب یہاں اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ یعنی شیطان کے امر اور حکم کرنے سے کیا مراد ہے اور وہ کس طرح برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے؟ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ شیطان کے امر اور حکم کرنے سے مراد دل میں وسوسہ ڈالنا ہے جیسا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کے قلب میں ایک شیطانی الہام واثر ہوتا ہے اور دوسرا ملکوتی فرشتہ کی طرف سے شیطانی وسوسہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بُرے کام کرنے کے فوائد ومصالح سامنے آتے ہیں اور حق کو جھٹلانے کی راہیں کھلتی ہیں اور الہام فرشتہ کا اثر خیر ونیکی پر انعام و فلاح کا وعدہ اور حق کی تصدیق پر قلب کا مطمئن ہونا ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو رزق حلال عطا فرما اور اس کے برکات نصیب فرما اور ناجائز چیزوں سے بچا۔

یا اللہ! شیطان لعین جو ہمارا ازلی دشمن ہے اُس کے مکر وفریب سے ہماری حفاظت فرما اور اس کے وساوس وخطرات سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔

یا اللہ! تقویٰ وطہارت کی دولت سے ہم کو سرفراز فرما اور ظاہری وباطنی سُوْٓء و فَحْشَاء سے ہماری حفاظت فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط

وَ	إِذَا	قِيْلَ	لَهُمُ	اتَّبِعُوْا	مَآ أَنْزَلَ	اللّٰهُ	قَالُوْا	بَلْ نَتَّبِعُ	مَآ أَلْفَيْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا
اور	جب	کہا جاتا ہے	انہیں	پیروی کرو	جو اُتارا	اللہ	وہ کہتے ہیں	بلکہ ہم پیروی کریں گے	جو ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپ دادا

اور جب کوئی اُن لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم بھیجا ہے اُس پر چلو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اُسی پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

أَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

أَوَلَوْ	كَانَ	اٰبَآؤُهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ	شَيْئًا	وَلَا يَهْتَدُوْنَ
بھلا اگرچہ	ہوں	اُنکے باپ دادا	نہ سمجھتے ہوں	کچھ	اور نہ ہدایت یافتہ ہوں

کیا اگرچہ اُن کے باپ دادا نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں؟ اور نہ ہدایت رکھتے ہو؟

اپنے آباء کی بے بنیاد تقلید

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں سے ہمکلام ہوئے اور اسلام دین حق کی خوبی سمجھائی اور یہود کو اس قدر لاجواب کیا کہ اُن کے پاس ترکِ اسلام کا کوئی عذر نہ رہا، آخر میں انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر نہیں پایا ہم تو انہیں کے نقشِ قدم چلیں گے حق تعالیٰ اُن کی اس بات کا ردّ فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے: أَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ گویا حق تعالیٰ نے اس آیت میں منکرین اسلام کی کم عقلی اور بدفہمی بیان فرمائی کہ یہ بھی کوئی عقل اور سمجھ کی بات ہے کہ ہر بات میں باپ دادا ہی کے رسم کی پیروی کی جائے ہاں اگر ان کے آباؤ واجداد صاحب علم ہوتے اور توحید کو جانتے ہوتے اور راہِ ہدایت پر ہوتے اور پھر یہ لوگ ان کا اتباع کرتے تو کوئی بات بھی تھی اور جبکہ وہ دین سے ناواقف، سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہوں پھر بھی یہ انہیں کا اتباع کریں گے اس طرح مشرکین کی باطل عقائد واعمال میں آباؤ واجداد میں اندھی تقلید اور پیروی کی مذمت اور ممانعت فرمائی گئی لیکن یہاں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اب بعض مسلمان بھی دین سے ایسے بیگانہ ہو گئے ہیں کہ جب اُن کے سامنے قرآن وحدیث اور اللہ اور رسول کا حکم اور قانون پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو اور شریعت کے حکم کے مطابق عمل کرو تو ان کا جواب بھی یہی ہوتا ہے کہ ہم تو اپنے باپ دادا اور بڑوں کی رسموں اور خاندانی روایات کا لحاظ کریں گے اور اسی طریقہ پر چلیں گے جن پر ہم نے اپنے بڑے بوڑھوں کو چلتے دیکھا ہے۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ آباء کی تقلید باطل میں حرام ہے حق میں جائز بلکہ مستحسن ہے، امام قرطبیؒ نے اسی آیت کے ذیل میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کے متعلق لکھا ہے: "کچھ لوگوں نے اس آیت کو تقلید کی مذمت میں پیش کیا ہے اور یہ باطل کے معاملہ میں تو صحیح ہے لیکن حق کے معاملہ میں تقلید کا اس سے کوئی تعلق نہیں، حق میں تقلید کرنا تو دین کے اصول میں سے ایک مستقل بنیاد ہے اور مسلمانوں کے دین کی حفاظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے کہ جو شخص اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ دین کے معاملہ میں تقلید ہی پر اعتماد کرتا ہے۔"

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہٹ دھرمی، ضد اور عناد سے محفوظ رکھے اور انعام یافتہ حضرات انبیاء کرام، صدیقین، صلحاء اور اولیاء اور شہداء کے راستہ پر قائم رکھے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ

وَمَثَلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	كَمَثَلِ	الَّذِيْ	يَنْعِقُ	بِمَا	لَا يَسْمَعُ	اِلَّا	دُعَآءً	وَّنِدَآءً
اور مثال	جن لوگوں نے	کفر کیا	مانند حالت	وہ جو	پکارتا ہے	اس کو جو	نہیں سنتا	سوائے	پکارنا	اور چلانا

اور ان کافروں کی کیفیت اُن کے مثل ہے کہ ایک شخص ہے وہ ایسے جانور کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز بلانے اور پکارے کے کوئی بات نہیں سنتا

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

صُمٌّ	بُكْمٌ	عُمْيٌ	فَهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ
بہرے	گونگے	اندھے	پس وہ	نہیں سمجھتے

یہ کفار بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں سو سمجھتے کچھ نہیں۔

منکرین حق کی مثال

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ.... لَا يَعْقِلُوْنَ "یعنی وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں وہ حق کی طرف نہیں لوٹیں گے۔"

کفار کے بارہ میں یہاں اس آیت میں بتلایا گیا کہ باوجود یہ کہ اُن کے پاس کان، زبان اور آنکھیں موجود ہیں مگر ان سے حق کے سننے، بولنے اور دیکھنے کا کام نہیں لیتے اس لئے یہ نہ ہونے کے برابر ہیں، اس معنی میں وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں اور چونکہ یہی تین چیزیں ذریعہ ہیں حق کو سمجھنے کی اور وہ انہی تین چیزوں سے کام نہیں لیتے اس لئے حق کو نہیں سمجھتے، اگرچہ اس آیت میں کفار و منکرین کی حالت اور مثال بیان کی گئی ہے مگر یہی حالت ہر دعوتِ حق کو قبول نہ کرنے والے کی ہے گویا کہ وہ بہرا ہے حق کی آواز سن کر دل پر اثر نہیں کرتی اور سنی بات کو اَن سنی کر دیتا ہے، اسی طرح وہ گویا گونگا ہے کہ زبان سے حق کا اعتراف اور اقرار نہیں کرتا اور اندھا ہے کہ راہِ حق کو نہیں دیکھتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر سننے، دیکھنے اور بولنے کی طاقتوں کا استعمال حق کیلئے نہ ہو اور حق کی راہ میں کام نہ آئیں تو ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ جس ہستی نے انسان کو یہ طاقتیں بخشی ہیں اگر یہ اُسی کے احکام کے مطابق کام نہ کریں انسان کو حقیقی مالک کا راستہ نہ بتائیں تو پھر ان کے ہونے کا کیا فائدہ؟ حق کی بات پر غور نہ کرنے والے اس جانور کی طرح ہیں جس کے کان میں پکارنے والے کی آواز اور الفاظ تو آرہے ہیں مگر وہ معنی و مفہوم کچھ نہیں سمجھتا۔ دعوت حق کے منکرین کا معاملہ بھی یہی ہے کہ داعی کے الفاظ تو سن رہے ہیں لیکن اس کے مفہوم و معنی پر غور نہیں کرتے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر حال میں ہم کو حق کے ساتھ وابستہ رکھیں اور حق کی پیروی کی توفیق عطا فرمائیں، اور ناحق سے بچائیں۔

یا اللہ! ہم کو حق کا بولنے، سننے اور دیکھنے والا بنائیے اور حق میں اپنے اکابر سلف صالحین کی تقلید واتباع نصیب فرمائیے، آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُلُوْا	مِنْ	طَيِّبٰتِ	مَا رَزَقْنٰكُمْ	وَاشْكُرُوْا	لِلّٰهِ	اِنْ كُنْتُمْ	اِيَّاهُ
اے	جو لوگ	ایمان لائے	تم کھاؤ	سے	پاک	جو ہم نے تمھیں دیا	اور شکر کرو	اللہ کا	اگر تم ہو	صرف اسکی

اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے کھاؤ اور حق تعالیٰ کی شکر گذاری کرو اگر تم خاص اُن کے ساتھ

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾	تَعْبُدُوْنَ
غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔	بندگی کرتے ہو

اللہ تعالیٰ کے دیئے رزق کو کھاؤ اور شکر کرو

پاکیزہ اور حلال کھانے کا حکم پہلے گذر چکا ہے لیکن چونکہ مشرکین شیطان کی پیروی سے باز نہیں آتے اور حق بات سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھے ہیں اس لئے اب انہیں چھوڑ کر مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم پاکیزہ کھانے کھاؤ اور یہ پاکیزہ رزق ہمارا ہی دیا ہوا ہے اس لئے اسے کھا کر ہمارا ہی شکر ادا کرو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

اے ایمان والو ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے کہ جو شرع کی رُو سے پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے جو چاہو کھاؤ برتو اور اس اجازت کے ساتھ یہ حکم ہے کہ حق تعالیٰ کی شکر گذاری کرو زبان سے بھی، ہاتھ پاؤں سے خدمت و طاعت بجا لا کر بھی اور دِل سے ان نعمتوں کو منجانب اللہ سمجھ کر بھی اگر تم خاص اُسی کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو یعنی اگر واقعی تم دل و جان سے صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو اس بات کا عملی ثبوت بھی دو اور اللہ کی دی ہوئی حلال چیزوں کا ایک شکر یہ بھی ہے کہ انہیں عصیان و نافرمانی کا ذریعہ نہ بنائے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال اپنی طرف سے نہ بنایا جائے جیسا کہ مشرکین نے بنا رکھا تھا کہ بعض حلال جانوروں کو اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا۔

حرام مال کی نحوست

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی بندہ حرام کماتا ہے اور پھر اس سے صدقہ کرے تو اس کا صدقہ قبول نہیں ہے۔ اور اس میں سے خرچ کرے تو اس کیلئے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ اور اگر اس کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا تو یہ مال اس کیلئے دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہوگا...... ایک حدیث میں ہے کہ جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں کرے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال و پاکیزہ عطاء فرمائے، حرام سے محفوظ رکھے۔

یا اللہ ہمیں پاکیزہ اور حلال رزق عطاء فرما۔ ہمارا کھانا، پینا، پہننا، رہنا سب رزق حلال سے ہو، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ

إِنَّمَا	حَرَّمَ	عَلَيْكُمُ	الْمَيْتَةَ	وَالدَّمَ	وَلَحْمَ	الْخِنْزِيرِ	وَمَا	أُهِلَّ	بِهِ	لِغَيْرِ اللّٰهِ
درحقیقت	حرام کیا	تم پر	مُردار	اور خون	اور گوشت	سُوَر	اور جو	پکارا گیا	اس پر	اللہ کے سوا

اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو اور خون کو اور خنزیر کو اور ایسے جانور کو جو غیر اللہ کے نامزد کردیا گیا ہو

حرام چیزیں:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ

اول مَیْتَہ یعنی مُردار جس جانور کا ذبح کرنا شرعاً ضروری ہو اور وہ بلا ذبح ہلاک ہوجائے تو وہ مُردار ہے اور حرام ہوجاتا ہے اسی طرح کوئی جانور پہاڑ پر سے گر کر مرگیا یا اُس کو کسی درندہ نے پھاڑ لیا یا اُس کا گلا گھونٹ کر مارا ہو ان سب کو شریعت کی رو سے مَیْتَہ یعنی مُردار کہیں گے۔ جس جانور کو ذبح کرنا ضروری نہیں وہ دو طرح کے ہیں ایک ٹڈی اور مچھلی دوسرے وحشی جیسے ہرن وغیرہ جبکہ اُس کے ذبح پر قدرت نہ ہو تو اسکو دُور ہی سے تیر یا کسی دوسرے دھاری دار ہتھیار سے اگر بسم اللہ کہہ کر زخمی کیا جائے تو حلال ہوجاتا ہے البتہ بندوق کا شکار ذبح کئے بغیر حلال نہیں کیونکہ بندوق کی گولی میں دھار نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہمارے لئے دو مُردار حلال کردیئے گئے ایک مچھلی دوسرے ٹڈی اور دو خون حلال کردیئے گئے ایک جگر دوسرے طحال پس ٹڈی اور مچھلی بغیر ذبح کے حلال ہیں خواہ وہ خود مرجائیں گے یا کسی کے مارنے سے مرجائیں، البتہ جو مچھلی سڑ جانے کی وجہ سے پانی کے اوپر آجائے وہ حرام ہے اسی طرح اگر زندہ جانور کے جسم سے کوئی گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا جائے تو وہ بھی مَیْتَہ یعنی مردار میں شمار کیا جائے گا۔ دوسری چیز جو یہاں آیت میں حرام قرار دی گئی وہ دَم یعنی خون ہے جو بہتا ہو جما ہوا خون یعنی گردہ، جگر یا کلیجی، تلی یہ بحکم حدیث حلال ہیں۔ تیسری چیز جو حرام فرمائی گئی وہ لَحْم خنزیر ہے یعنی سور کا گوشت، تمام اُمتِ اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سُور کی کل چیزیں یعنی گوشت، پوست، چربی، ہڈی، بال وغیرہ سب حرام ونجس ہیں کیونکہ یہ جانور حرص، بے حیائی اور بے غیرتی اور نجاست خوری میں مشہور ہے، جو قومیں خنزیر کھاتی ہیں اُن سے حیا وغیرت، عزت وناموس رخصت ہوجاتی ہے نیز یہ جانور انسان کے فضلہ کو بہت رغبت کے ساتھ کھاتا ہے اور فضلہ انسانی خنزیر کی خاص خوراک ہے اور اس کا گوشت پوست زیادہ تر فضلہ انسانی سے پیدا ہوتا ہے اس طرح خنزیر کا گوشت کھانا گویا کہ اپنا ہی فضلہ کھانا ہے اس لئے حق تعالیٰ نے آٹھویں پارہ سورہ انعام میں لحم خنزیر کے متعلق فرمایا فَإِنَّهُ رِجْسٌ کیونکہ وہ نجس العین ہے۔

چوتھی چیز جس کو آیت میں حرام قرار دیا گیا ہے وہ وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی وہ جانور جو غیر اللہ کیلئے نامزد کردیا گیا ہو، اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ کسی جانور کو غیر اللہ کے تقرب کیلئے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح اُسی غیر اللہ کا نام لیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی جانور کو تقرب الیٰ غیر اللہ کیلئے ذبح کیا جائے لیکن بوقت ذبح اُن پر نام اللہ ہی کا لیا جائے جب یہ جانور غیر اللہ کیلئے نامزد ہوگئے تو یہ بوجہ شرک کے حرام ہوجاتا ہے۔ احادیث میں اور بعض دوسرے جانوروں کے کھانے کی بھی ممانعت آئی ہے چنانچہ بحکم حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو جانور اور پرندے شکار کرکے کھاتے ہیں یا اُن کی غذا فقط گندگی ہے ان کا کھانا جائز نہیں جیسے شیر، بھیڑیا، گیدڑ، کتا، بلی، بندر، شکرا، باز، گدھ وغیرہ اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا، مینا، فاختہ، چڑا، بٹیر، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، ہرن، بطخ، خرگوش وغیرہ سب جائز ہیں، اسی طرح بحکم حدیث بجو، گوہ، گدھا، خچر کا گوشت کھانا درست نہیں۔ دریائی جانوروں میں سے فقط مچھلی حلال ہے باقی سب حرام ہیں۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

فَمَنِ	اضْطُرَّ	غَيْرَ بَاغٍ	وَّلَا عَادٍ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
پس جو	لاچار ہو جائے	نہ سرکشی کرنیوالا	اور نہ حد سے بڑھنے والا	تو نہیں	گناہ	اس پر	بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

پھر بھی جو شخص بیتاب ہو جاوے۔ بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا۔ واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم

حالتِ مجبوری کا حکم

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

پھر بھی اللہ نے اتنی آسانی رکھی ہے کہ جو شخص بھوک سے بہت ہی بیتاب ہو جائے، بشرطیکہ نہ تو کھانے میں طالب لذت ہو اور نہ قدر ضرورت و حاجت سے تجاوز کرنے والا ہو تو اس حالت میں ان حرام چیزوں کے کھانے میں بھی اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا، واقعی اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم کہ ایسے وقت میں یہ رحمت فرمائی کہ گناہ کی چیز میں سے بھی گناہ اٹھا دیا، یعنی اضطرار کی حالت میں دو شرطوں کے ساتھ حرام چیز کھانے کی اجازت ہے۔

اِضطرار کے معنی بے بسی، لاچاری اور بے اختیاری کے ہیں اور یہ مجبوری اور بے اختیاری کئی طرح پر ہوتی ہے۔

اوّل یہ کہ کوئی حلال چیز اس کے پاس نہ ہو اور نہ کہیں سے حاصل کرنا ممکن ہو اور بھوک کے مارے اس کی جان پر آ بنے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ کوئی ظالم، جابر حرام چیز کھانے پر مجبور کرے اور کہے کہ اگر تو نہیں کھاتا تو تجھ کو مار ڈالتا ہوں اور اُس شخص کو یقین کامل ہو جائے کہ اگر میں انکار کروں گا اور نہ کھاؤں گا تو یہ ظالم ایسا کرے گا پس اضطرار کی ان سب صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے بندہ کو حرام چیز کھانے کی اجازت دی ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ، ایک شرط غذا کھانے والے کی نیت اور ارادہ نافرمانی نہ ہو نہ اس کو لذت مطلوب ہو، صرف جان بچانا مقصود ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کھانے میں زیادتی نہ کرنے والا ہو صرف اتنا کھائے کہ جس سے جان بچ جائے اور زندہ رہ سکے،

اسے اضطرار کے وقت میں بھی حرام چیزوں کی حرمت بدستور ہے اور حرام چیزیں اپنی جگہ حرام ہی ہیں مگر اضطرار کی وجہ سے اجازت ہے اور کھانے والے پر مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ کچھ گناہ نہیں، اور اگر کھانے میں کسی قدر بے اعتدالی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ غفور رحیم ہے یعنی اُمید ہے کہ وہ اپنی مہربانی سے اس بے اعتدالی کو بخش دے گا۔

آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جس شخص کی جان خطرہ میں ہو وہ جان بچانے کیلئے بطور دوا کے حرام چیز کو استعمال کر سکتا ہے ان شرطوں کے ساتھ۔

۱- حالت اضطرار کی ہو یعنی جان کا خطرہ ہو۔
۲- دوسری کوئی حلال دوا کارگر نہ ہو یا موجود نہ ہو۔
۳- اس دواء سے مرض کا ازالہ عادۃً یقینی ہو۔
۴- اس کے استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔
۵- قدر ضرورت سے زائد اسے استعمال نہ کیا جائے۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ اپنے فضل سے ہم کو جو رزق ظاہری عطا فرمائیں اس پر شکر گذاری کی توفیق بھی نصیب فرمائیں، اور اس رزق کو کھا کر آپ کی مرضیات والی زندگی گذارنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! آپ کا دیا ہوا رزق کھا کر آپ ہی کی نافرمانی کرنا یہ حد درجہ کی بے غیرتی ہے۔ یا اللہ اس سے کامل طور پر بچایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

12

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

إِنَّ	الَّذِينَ	يَكْتُمُونَ	مَا أَنْزَلَ	اللَّهُ	مِنَ	الْكِتَابِ	وَيَشْتَرُونَ	بِهِ	ثَمَنًا	قَلِيلًا
بیشک	جو لوگ	چھپاتے ہیں	جو اتارا	اللہ	سے	کتاب	اور وصول کرتے ہیں وہ	اس سے	قیمت	تھوڑی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اُن کے معاوضہ میں متاعِ قلیل وصول

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

أُولَٰئِكَ	مَا يَأْكُلُونَ	فِي	بُطُونِهِمْ	إِلَّا	النَّارَ	وَلَا	يُكَلِّمُهُمُ	اللَّهُ	يَوْمَ الْقِيَامَةِ
یہی لوگ	نہیں کھاتے	میں	اپنے پیٹ (جمع)	مگر صرف	آگ	اور نہ	بات کرے گا	اللہ	قیامت کے دن

کرتے ہیں ایسے لوگ اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن سے نہ تو قیامت میں کلام کریں گے

وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾

وَلَا	يُزَكِّيهِمْ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	أَلِيمٌ
اور نہ	پاک کرے گا انہیں	اور ان کیلئے	عذاب	دردناک

اور نہ اُن کی صفائی کریں گے اور ان کو سزائے دردناک ہوگی۔

یہودی علماء کی حرام خوری اور اس کی سزا

اللہ تعالیٰ نے جو کتابِ آسمانی میں حلال وحرام کا حکم بھیجا یہود نے اُس کو چھپایا اور اپنی طرف سے اُس میں بڑھایا یا گھٹایا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو چھپاتے تھے اور آپ کا حلیہ اور تعریف جو توراۃ میں تھی اُسے محو کرتے یا تغیر وتبدل کر کے ظاہر کرتے اور اُس کے عوض کچھ دنیوی حقیر مال حاصل کر لیتے عوام یہود سے اس کتمانِ حق کے عوض ان کو کچھ روپیہ پیسہ مل جاتا جس کا نام ہدیہ، نذرانہ اور شکرانہ رکھ چھوڑا تھا حالانکہ اُن کی یہ حرام خوری مُردار اور خنزیر کے کھانے سے بھی بدتر تھی اسی کو فرمایا گیا کہ وہ اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں یعنی گو ظاہر نظر میں ان کو وہ مال لذیذ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ آگ ہے جس کو خوش ہو کر اپنے پیٹ میں بھر رہے ہیں ان کی یہ حرام کمائی اُن کے واسطے آتشِ دوزخ کا سبب ہے۔

دوسری سزا

اللہ تعالیٰ اُن سے نہ تو قیامت میں کلام کریں گے اور نہ گناہ معاف کر کے اُن کی صفائی کریں گے اور ان کو سزائے دردناک ہوگی۔ یہاں کلام نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لطف ورحمت کے ساتھ اُن سے کلام نہ کیا جائے گا اور بطور ڈرانے دھمکانے اور ان کی تہدید وتذلیل کیلئے حق تعالیٰ کلام فرمائیں گے جس سے اُن کو سخت صدمہ اور غم ہوگا۔ حق تعالیٰ کی یہ بے التفاتی قیامت کے دن اُن کو جہنم سے بھی زیادہ جانکاہ معلوم ہوگی، ایک سزا اُن کو اور دی جائے گی اور وہ یہ کہ حق تعالیٰ اُن کو پاک صاف نہ کریں گے یعنی اہلِ ایمان گو کتنے ہی گنہگار ہوں مگر دوزخ میں زمانہ معین تک رہ کر اور گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں بالآخر داخل کر دیئے جائیں گے بخلاف کفار ومشرکین کے کہ وہ ہمیشہ نار میں رہیں گے اور کبھی پاک ہو کر جنت میں جانے کے قابل نہ ہونگے اور ان کیلئے ہمیشہ کا دردناک عذاب ہوگا۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ أَصْبَرَهُمْ

أُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الضَّلٰلَةَ	بِالْهُدٰى	وَالْعَذَابَ	بِالْمَغْفِرَةِ	فَمَآ	أَصْبَرَهُمْ
یہ لوگ	جنہوں نے	مول لی	گمراہی	ہدایت کے بدلے	اور عذاب	مغفرت کے بدلے	سو کس قدر	بہت صبر کرنے والے وہ

یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر ضلالت اختیار کی اور مغفرت چھوڑ کر عذاب خریدا سو دوزخ کیلئے کیسے باہمت ہیں

عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي

عَلَى	النَّارِ	ذٰلِكَ	بِأَنَّ	اللّٰهَ	نَزَّلَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	وَإِنَّ	الَّذِيْنَ	اخْتَلَفُوْا	فِي
پر	آگ	یہ	اس لئے کہ	اللہ	نازل کی	کتاب	حق کیساتھ	اور بیشک	جو لوگ	اختلاف کیا	میں

یہ سزائیں اس وجہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے کتاب کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا اور یہ لوگ کتاب میں بے راہی کریں

الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع

الْكِتٰبِ	لَفِيْ	شِقَاقٍ	بَعِيْدٍ
کتاب	میں	ضد	دور

وہ ظاہر ہے کہ بڑی دور کی خلاف ورزی میں مبتلا ہوں گے۔

یہودیوں کے بے جا جرأت

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ

یعنی انہوں نے جو اس قدر اسباب جہنم کو اختیار کیا تو گویا عمداً جہنم کو اختیار کیا اور جہنم میں جانے کو پسند کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو آتش جہنم کے برداشت کی بہت کافی طاقت ہے جب تو اس قدر دلیری کے ساتھ انہوں نے اسبابِ جہنم کو اختیار کیا یہ گویا اظہار تعجب کے طور پر کہا گیا ہے۔

یہودیوں پر فردِ جرم

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ

یعنی یہ تمام سزائیں اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا تاکہ لوگوں پر حق واضح ہو اور تحقیق جن لوگوں نے ایسی کتاب میں بے راہی اختیار کی کہ اس کے مقصود ہی کو بدل دیا، اظہار حق کی بجائے کتمان حق کرنے لگے۔ تحقیق حق کی بجائے تلبیس حق کرنے لگے تو بلا شبہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی مخالفت میں ہیں کہ جس کتاب کو ہدایت کیلئے نازل فرمایا تھا اس کو گمراہی کا ذریعہ بنالیا اور ظاہر ہے کہ جو احکام خداوندی کی کھلم کھلا مخالفت کرے تو وہ ایسی ہی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! تمام امت مسلمہ کو عموماً اور علمائے امت کو خصوصاً دین فروشی کے جرم سے بچائیے اور میدان حشر میں اپنے لطف وعنایت، رحمت ومغفرت سے ہم سب کو نوازدیجئے۔

یا اللہ! دین کے معاملہ میں ہم کو ہمیشہ حق گوئی اور راستی پر قائم رکھیئے اور اتباع حق کی توفیق عطا فرمائیے اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

لَيْسَ	الْبِرَّ	اَنْ	تُوَلُّوْا	وُجُوْهَكُمْ	قِبَلَ	الْمَشْرِقِ	وَ	الْمَغْرِبِ	وَلٰكِنَّ	الْبِرَّ
نہیں	نیکی	کہ	تم کرلو	اپنے منہ	طرف	مشرق	اور	مغرب	اور لیکن	نیکی

کچھ سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص

مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ

مَنْ	اٰمَنَ	بِاللهِ	وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَالْمَلٰٓئِكَةِ	وَالْكِتٰبِ	وَ	النَّبِيّٖنَ
جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور دن	آخرت	اور فرشتے	اور کتاب	اور	نبی

اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتب پر اور پیغمبروں پر

یہودیوں کی خام خیالی اور نیکی کا جامع تصور

یہود مدینہ اپنے متعلق کہتے کہ ہم میں تو بہت سے اسباب وآثار ہدایت ومغفرت موجود ہیں کہ ہم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں اور آسمانی کتاب کی پیروی کرتے ہیں تو پھر ہم پر عذاب کیوں ہوگا؟ ان کے اس خیال کی تردید میں حق تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

”کچھ سارا کمال اسی میں نہیں آگیا کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو کرلو لیکن اصلی کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین رکھے اور پورے ضابطۂ ایمان اور اعمال اور اخلاق کا پابند ہو۔“

اللہ پر، آخرت پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیک وہ ہے اور مغفرت ونجات اُسی کیلئے ہے اور پکا متقی اور سچا مؤمن وہی ہے جو اللہ کے موجود ہونے، وحدہٗ لاشریک ہونے، خالق کائنات اور رب العلمین ہونے کا یقین رکھے ذات وصفات میں اُس کو یکتا ویگانہ سمجھے اور عیب ونقص کی ہر بات سے پاک اور ہر صفت کمال سے اس کو متصف یقین کرے۔

اور یوم آخرت پر ایمان رکھے اور ملائکہ پر ایمان لائے اُن کے وجود کو حق مانے اور یقین کیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک پاکیزہ مخلوق ہے جن میں نافرمانی کا عنصر ہی نہیں بلکہ اُن کا کام صرف اللہ کی بندگی اور اطاعت ہے۔ اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لائے کہ اللہ پاک نے ہدایت خلق کیلئے مختلف انبیاء اور رسولوں پر جو صحیفے اور کتابیں نازل کی تھیں وہ سب حق تھیں چونکہ پہلی کتب ساویہ اب اصلی حالت میں محفوظ نہیں اس لئے اب صرف آخری کتاب یعنی قرآن کریم کتاب ہدایت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے اس بات کا یقین کیا جائے کہ اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کیلئے وقتاً فوقتاً دُنیا کے مختلف علاقوں میں اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجا اور انہوں نے پوری امانت و دیانت کے ساتھ خدا کا وہ پیغام بندوں کو پہنچا دیا یہ سب پیغمبر اللہ کے برگزیدہ اور صادق بندے تھے۔ اور اسی کے ساتھ اس پر بھی ایمان لانا اور یقین کرنا ضروری ہے کہ اللہ نے اس سلسلہ نبوت ورسالت کو نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا اور اب قیامت تک پیدا ہونیوالے انسانوں کیلئے نجات وفلاح آپ ہی کی اتباع اور آپ ہی کی پیروی میں ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونیکے حقوق ادا کرنیکی توفیق مرحمت فرمائیں آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ

وَ ابْنَ السَّبِیْلِ	وَ الْمَسٰكِیْنَ	وَ الْیَتٰمٰى	ذَوِی الْقُرْبٰى	عَلٰى حُبِّهٖ	الْمَالَ	وَ اٰتَى
اور مسافر	اور مسکین جمع	اور یتیم جمع	رشتہ دار	اسکی محبت پر	مال	اور دے

اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو

وَ السَّآئِلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ

	وَ فِی الرِّقَابِ	وَ السَّآئِلِیْنَ
	اور گردنوں میں	اور سوال کرنیوالے

اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں۔

حقوق العباد

اب آگے ایت میں اعمال و افعال کی اصلاح وتصحیح کے متعلق فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ کامل نیکی کو حاصل کرنے والا شخص وہ ہے جو مذکورہ عقائد کے علاوہ اپنا مال بھی دیتا ہو اللہ کی محبت میں اپنے حاجتمند رشتہ داروں کو اور نادار یتیموں کو (یعنی جن بچوں کو ان کا باپ نابالغ چھوڑ کر مر گیا ہو) اور دوسرے غریب محتاجوں کو اور بے خرچ مسافروں کو اور لاچاری میں سوال کرنے والوں کو اور قیدی اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں یعنی جن مسلمانوں کو کفار نے ظلما قید کرلیا ہو ان کی رہائی میں یا مقروض کو قرض خواہ سے چھڑانے میں یا غلام کو آزاد کرانے میں یہ سب فی الرقاب کے مفہوم میں آگئے یعنی اپنے مال میں سے اپنے اعزا و اقارب کی ہمدردی کرتا ہو اور صرف اقربا ہی کی غم خواری نہیں بلکہ مفلوک الحال بچوں کی کفالت کا بار اٹھاتا ہو جن کے باپ کا سایہ اُن کے سروں سے اُٹھ گیا ہو اور بیچارے شفقتِ پدری سے محروم ہوگئے ہوں، نیز ان باعزت غربا کی بھی پرورش کرتا ہو جو حیا کی وجہ سے نہ خود سوال کرسکتے ہیں نہ ان کے پاس اس قدر مال ہے کہ اپنے اہل وعیال کی شکم سیری کرسکیں اور نہ عوام کو ان کی حالت پر اطلاع ہے کہ کوئی ان کی خبر گیری کرسکے اس کے علاوہ وہ مسافروں کی بھی ہمدردی کرتا ہو جو اپنے اعزا و اقارب دوست احباب سے دور غیر وطن میں سرگرداں اور پریشان خاطر ہوں جہاں نہ اُن کا کوئی ہمدم ہو، نہ مونس، نہ غم خوار اور ان سوال کرنیوالوں کو بھی اپنے مال میں حصہ دار بناتے ہیں جو اپنی ضرورتوں سے مجبور ہوکر دستِ سوال دراز کرتے ہیں اور اخیر میں اُن بندگانِ خدا کی آزادی میں بھی کوشش کرتے ہیں جو دوسروں کی غلامی میں یا قید میں یا قرض میں مجبور و محبوس ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں کامل نیکی واصلاح کی توفیق عطاء فرمائے، ہمارے عقائد بھی درست ہوں اور اعمال بھی،
حقوق اللہ بھی ادا ہوں اور حقوق العباد بھی ہمارے اخلاق بھی صحیح ہوں اور معاملات بھی۔ آمین

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ

وَاَقَامَ	الصَّلٰوةَ	وَاٰتَى	الزَّكٰوةَ
اور قائم کر	نماز	اور ادا کرے	زکوٰۃ

اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو۔

حقوق اللہ

آگے حقوق اللہ یعنی عبادات کا بیان ہے کہ نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے یعنی مخلوق خدا کی ہمدردی اور غمخواری کے ساتھ وہ حقوق اللہ بھی ادا کرتا ہو عبادات یعنی فرائض بدنی میں نماز جزو اعظم تھی اس لئے اسی کے ذکر پر اکتفا کیا گیا اور عبادت مالی میں زکوٰۃ اہم تھی اس لئے اس کی ادائیگی کا ذکر کیا گیا۔ نماز کے قائم اور درست کرنے کیلئے مختصراً تین باتوں کا لحاظ پوری طرح رکھنا چاہیے:

اوّل نماز سے پہلے امور کی نگہداشت، اس میں وضو، بدن کی پاکی، کپڑوں کی پاکی آگئی، وضو میں جس قدر سنتیں اور مستحبات ہیں ان کو بجالانے اور ہر عضو کے دھونے کے وقت جو دُعائیں احادیث میں منقول ہیں ان کو پڑھنے کا اہتمام کرے۔

دوسرے نماز کے جملہ ارکان، فرائض ہوں یا واجبات سنن ہوں یا مستحبات سب کو اپنے اپنے قاعدہ پر ادا کرے۔

تیسرے نماز کی روح کا خیال رکھنا یعنی نماز میں شروع سے اخیر تک اخلاص اور حضور قلب قائم رکھنا اور جو الفاظ زبان سے کہے جائیں یا جو کام اعضاء سے کئے جائیں ان کا اثر دل میں بھی پیدا ہوتا۔

اقامت صلوٰۃ کے ساتھ دوسری عبادت اٰتَى الزَّكٰوةَ ارشاد ہوئی ہے یعنی زکوٰۃ ادا کرے۔

ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کو نماز کے ساتھ جمع کیا ہے پس ان دونوں میں فرق نہ کرو۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے جو شخص زکوٰۃ آخرت کے واسطے ادا کرنا چاہے اس کیلئے کچھ آداب وقواعد ہیں۔

۱.....اس کی ادائیگی میں عجلت کرے اس کے واجب ہونے کے وقت سے پہلے ہی ادا کردے اور یہ امر نہایت اہتمام سے ذہن میں رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کا حساب قمری سال پر ہے۔

۲.....زکوٰۃ کا مخفی طریقہ سے ادا کرنا، اس لئے کہ اس میں ریا اور شہرت سے امن ہے اور لینے والے کی پردہ پوشی ہے اُس کو ذلت سے بچاتا ہے اور اگر کوئی دینی مصلحت اظہار کی ہو تو اس وقت اظہار ہی افضل ہوگا۔

۳.....زکوٰۃ دے کر کوئی احسان نہ جتائے اور نہ اس کو محتاج سمجھ کر کوئی تکلیف دے۔ ۴.....اپنی ادائیگی زکوٰۃ کو حقیر سمجھے اس کی ادائیگی کو کوئی بڑی چیز نہ جانے کہ جس سے عُجب پیدا ہو جو بڑی ہلاکت کی چیز ہے۔ ۵.....زکوٰۃ کی ادائیگی میں بہتر سے بہتر مال خرچ کرے۔ ۶.....زکوٰۃ کے مال کو ایسے موقع میں خرچ کرے جس سے اس کا ثواب بڑھ جائے یعنی کسی متقی پرہیزگار کو دے کہ وہ اپنے تقویٰ واطاعت میں اعانت حاصل کرے تو اس کی عبادت میں یہ بھی ثواب کا شریک ہوگا۔

دعا کیجئے: یااللہ! ہمیں اس دنیا میں جو مال ودولت آپ نے عطا فرمایا ہے اسے اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور جملہ حقوق العباد جو ہمارے ذمہ ہیں ان کے ادائیگی کی سعادت نصیب فرمایئے۔ یااللہ! ہمیں نماز کے قائم کرنے والے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے والے بندوں میں شامل فرمایئے اور ان ہردو عبادات کے ظاہری وباطنی حقوق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ

وَحِيْنَ	وَالضَّرَّآءِ	الْبَأْسَآءِ	فِي	وَالصّٰبِرِيْنَ	عٰهَدُوْا	إِذَا	بِعَهْدِهِمْ	وَالْمُوْفُوْنَ
اور وقت	اور تکلیف	سختی	میں	اور صبر کرنے والے	وہ عہد کریں	جب	اپنے وعدے	اور پورا کرنے والے

اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور

الْبَأْسِ ۗ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

	الْمُتَّقُوْنَ	هُمُ	وَأُولٰٓئِكَ	صَدَقُوْا	الَّذِيْنَ	أُولٰٓئِكَ	الْبَأْسِ	
	پرہیزگار	وہ	اور یہی لوگ	انہوں نے سچ کہا	وہ جو کہ	یہی لوگ	جنگ	

قتال میں یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

اعلیٰ اخلاقی صفات

وفائے عہد، صبر اور ثابت قدمی، یہاں کامل نیک سچے اور پرہیزگاروں کی تین صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت ایفائے عہد کی بیان فرمائی گئی عہد کی کئی صورتیں ہیں کچھ عہد معاہدے انسانوں کے اپنے رب کے ساتھ ہوتے ہیں کچھ اپنے بھائی بند عام انسان، عزیز واقارب، دوست احباب سے وعدے کرنے پڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے عہد و معاہدہ کی مثال وہی ایمانیات ہیں جو آیت کے شروع میں گزرے اور عبادات ہیں جب آدمی کلمہ پڑھتا ہے گویا ان عقائد و عبادات کا اللہ سے معاہدہ کرتا ہے۔

اس طرح ہر کلمہ پڑھنے والا مسلمان اپنے کو اس عہد و اقرار کا پابند سمجھے۔

اسی طرح بندہ نے اللہ کیلئے کوئی نذر مانی ہے تو اس کا پورا کرنا لازم ہے۔

انسانوں کے عہد کی مثالیں نکاح، بیع و شرا یعنی خرید و فروخت، وکالت، شراکت وغیرہ ہیں کہ جس طرح جو عہد کیا گیا ہے اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ اسی طرح قومی اور ملکی معاہدے بھی ہوتے ہیں جن کی پاسداری اور ایفاء لازم ہے۔ وعدہ کا توڑنا اور پورا نہ کرنا نفاق کی خصلت و علامت ہے۔

دوسری صفت صبر و ثبات کی فرمائی گئی یعنی تنگدستی اور مالی پریشانی میں اور جسمانی بیماری و تکالیف میں ثابت قدم اور مستقل مزاج رہنے والے ہیں یعنی ان مواقع پر پریشان اور کم ہمت نہ ہوں اور صبر و ثبات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے عملی زندگی میں انسان کو طرح طرح کی تکلیف، دکھ بیماریاں اور دوسری پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے مگر نیک اور سچے انسان جو متقی اور پرہیزگار کہلانے کے مستحق ہیں وہ ان مواقع میں مستقل مزاج اور ثابت قدم رہتے ہیں اور صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں۔ جزع، فزع، شکوہ شکایت نہیں کرتے پھرتے بلکہ ہر حال میں احکام دینیہ پر جمے رہتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں بھی صبر و ثبات کی دولت عطا فرمائیں۔

تیسری صفت یہ فرمائی کہ اللہ کی راہ میں دشمنوں سے جنگ و جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں اور دلیری و پائیداری سے کام لیتے ہیں انسان پر تین قسم کی مصیبت آسکتی ہے، (۱) مالی، (۲) بدنی، (۳) جانی۔ تو صابر کامل وہ ہے جو تینوں مصیبتوں میں صبر کرے۔ آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ بس یہ لوگ ہیں جو سچے کمال کے ساتھ موصوف ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی پرہیزگار کہے جاسکتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس کسی نے اس آیت پر عمل کیا ایمان اس کا کامل ہوا اور فی الواقع اور تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں تمام احکام کی حاصل تین ہی چیزیں ہیں۔ (۱) عقائد، (۲) اعمال (۳) اخلاق اور تمام جزئیات انہی تین کلیات میں داخل ہیں اور اس ایک آیت میں ان تینوں کلیات کے بڑے بڑے اور اہم شعبے بیان فرمادیئے گئے اس اعتبار سے یہ آیت نہایت اہم اور جامع ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ

یٰۤاَیُّهَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	كُتِبَ	عَلَیْكُمُ	الْقِصَاصُ	فِی الْقَتْلٰى	اَلْحُرُّ	بِالْحُرِّ	وَالْعَبْدُ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	فرض کیا گیا	تم پر	قصاص	مقتولوں میں	آزاد	آزاد کے بدلے	اور غلام

اے ایمان والو تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین کے بارہ میں، آزاد آدمی آزاد آدمی کے عوض میں اور غلام

بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى

بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى	بِالْعَبْدِ	وَالْاُنْثٰى	بِالْاُنْثٰى	
غلام کے عوض میں اور عورت عورت کے عوض میں	غلام کے بدلے	اور عورت	عورت کے بدلے	

قصاص اور دیت کا حکم

گذشتہ آیت میں کمال نیکی اور خوبی کے اصول اجمالی طور پر بیان فرمائے گئے تھے۔ اب اسی آیت کی مزید تشریحات اور جزئی احکامات وتفصیلات تقریباً اس سورۂ بقرہ کے خاتمہ تک بیان فرمائی گئی ہیں۔

قصاص کے لفظی معنیٰ مماثلت کے ہیں، شرعی اصطلاح میں قصاص کہا جاتا ہے قتل کرنے اور زخم لگانے کی اس سزا کو جس میں مماثلت اور مساوات کی رعایت کی گئی ہو۔

مذکورہ آیت میں قصاص کا حکم ہے یعنی برابر کا بدلہ لیا جائے، ایام جاہلیت کی طرح ایک کے عوض دو، یا چار یا زیادہ کو قتل نہ کیا جائے نہ امیر غریب، شریف، رذیل کی کچھ رعایت کرنی چاہیے، گویا جان کے لحاظ سے سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہیں یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مقتولین میں فقط قصاص یعنی جان لینے کے اعتبار سے برابری اور مساوات ہے۔ قتل کی کیفیت میں مساوات اور برابری نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ آگ سے جلا کر مار ڈالنے والے کو آگ ہی میں جلا کر مارا جائے۔ اسی لئے آیت میں فی القتلیٰ فرمایا فی القتل نہیں فرمایا۔

نیز قصاص لینا یہ حاکم کے اختیار میں ہے نہ یہ کہ ہر شخص بطور خود اپنے آپ اس پر عمل کرے کہ ایسا کرنے میں اور فتنہ وفساد زیادہ ہوگا۔ اور یہ قصاص اس صورت میں ہے جبکہ قاتل نے عمداً یعنی جان بوجھ کر ارادہ سے قتل کیا ہو اور جو قتل خطاء یعنی غلطی سے یا بھول چوک میں ہو جائے تو قصاص نہیں مثلاً گولی شیر پر لگاتا تھا اتفاقاً کسی آدمی کو لگ گئی، یہ قتل عمداً نہیں بلکہ خطاء ہے اس صورت میں گو قصاص نہیں مگر خوں بہا جس کو دیت کہتے ہیں ضرور ہی دینی پڑتی ہے اور دیت یعنی خوں بہا شریعت میں اگر اونٹوں سے ادا کرے تو سو اونٹ ہیں، اونٹوں کی عمر وغیرہ کے متعلق تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ اگر سونے میں ادا کرے تو ایک ہزار دینار، اگر چاندی میں ادا کرے تو دس ہزار درہم۔ اگر بجائے اس شرعی مقررہ خون بہا کے دوسرے کسی قسم کے مال پر قاتل اور ورثاء مقتول میں باہمی مصالحت ہو جائے تو علاوہ اونٹ، سونے یا چاندی کے دوسری کوئی جنس غلہ، کپڑا، گھوڑا، مکان، دوکان، جائیداد، موٹر گاڑی وغیرہ ہو تب بھی قصاص ساقط ہو جائیگا اور یہ طے کردہ مال یا اس مال کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے جرم وگناہ سے محفوظ رکھے اور ہمیں ہر معاملہ میں شرعی احکام پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ

فَمَنْ	عُفِيَ	لَهٗ	مِنْ	اَخِيْهِ	شَيْءٌ	فَاتِّبَاعٌ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَ	اَدَآءٌ	اِلَيْهِ	بِاِحْسَانٍ
پس جسے	معاف کیا جائے	اس کیلئے	سے	اس کا بھائی	کچھ	تو پیروی کرنا	مطابق دستور	اور	ادا کرنا	اسے	اچھا طریقہ

ہاں جس کو اُس کے فریق کی طرف سے کچھ معافی ہوجاوے تو معقول طور پر مطالبہ کرنا اور خوبی کے ساتھ اس کے پاس پہنچا دینا یہ تمہارے پروردگار کی

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ

ذٰلِكَ	تَخْفِيْفٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَرَحْمَةٌ	فَمَنِ	اعْتَدٰى	بَعْدَ	ذٰلِكَ	فَلَهٗ	عَذَابٌ
یہ	آسانی	سے	تمہارا رب	اور رحمت	پس جو	زیادتی کی	بعد	اس	تو اس کیلئے	عذاب

طرف سے تخفیف ہے اور ترحم ہے پھر جو شخص اس کے بعد تعدی کا مرتکب ہو تو اس شخص کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اَلِيْمٌ	وَلَكُمْ	فِي	الْقِصَاصِ	حَيٰوةٌ	يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ
دردناک	اور تمہارے لئے	میں	قصاص	زندگی	اے عقل والو	تاکہ تم	پرہیزگار ہوجاؤ

اور عقلمند لوگو! قصاص میں تمہارے جانوں کا بڑا بچاؤ ہے ہم اُمید کرتے ہیں کہ تم لوگ (خلاف ورزی) سے پرہیز رکھو گے

قاتل کیلئے معافی کا ضابطہ

اگر قاتل کو وارثان مقتول بالکل معاف کردیں یا چند وارثوں میں سے بعض بالکل معاف کردیں یا بعض کسی قدر معاوضہ مالی یا دیت شرعی لے کر قصاص سے دست بردار ہوجائیں تو قاتل کو چاہیے کہ وہ معاوضہ خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کردے خواہ مخواہ طول دینے یا پیچیدگی پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے نیز یہاں اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر اپنا احسان اور مہربان ہونا بیان فرماتے ہیں کہ یہ اجازت کہ قتل عمد میں چاہے قصاص لو چاہے خوں بہا یعنی دیت شرعی لو چاہے معاف کردو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہولت اور مہربانی ہے قاتل اور وارثانِ مقتول دونوں پر جو پہلی اُمتوں پر نہ تھی، یہود پر خاص قصاص مقرر تھا اور نصاریٰ پر دیت یا عفو مقرر تھا اسلام میں اللہ تعالیٰ نے قاتل کو قتل کی انتہائی جانی سزا کے ساتھ یہ تخفیف کا طریقہ مقرر کیا جو اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر مہربانی ہے۔

اخیر میں حق تعالیٰ نے یہ تنبیہ فرمائی کہ اس تخفیف اور رحمت کے بعد بھی اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا اور دستور جاہلیت پر چلے گا یا معافی یا دیت قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کریگا تو اس کیلئے آخرت میں سخت عذاب ہے۔

حکم قصاص کی مصلحت

اس حکم کی مصلحت اور حکمت کا غور سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ اس سزا سے مزید ایک زندگی فنا نہیں ہوتی بلکہ زندگی نصیب ہوتی ہے۔ اگر قتل کی سزا میں قصاص نہ رکھا جاتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ظالم لوگ بے دریغ اور بے دھڑک قتل کرتے اور اس طرح انسانی جان بہت سستی اور بے قدر ہوجاتی جیسا کہ عرب کے ملک میں ایام جاہلیت میں یہ حال عملی طور پر موجود تھا اب قتل کی سزا قتل رکھ دینے پر قصاص کے خوف سے قاتل قتل سے رُک جائے گا اور اس طرح قاتل و مقتول کی جان بچ جائے گی۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ الْوَصِيَّةُ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ	إِذَا	حَضَرَ	أَحَدَكُمُ	الْمَوْتُ	إِنْ	تَرَكَ	خَيْرًا	الْوَصِيَّةُ
فرض کیا گیا تم پر	جب	آئے	تمہارا کوئی	موت	اگر	چھوڑا	مال	وصیت

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٨٠﴾

لِلْوَالِدَيْنِ	وَ	الْأَقْرَبِيْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	حَقًّا	عَلَى	الْمُتَّقِيْنَ
ماں باپ کیلئے	اور	اور رشتہ دار	دستور کے مطابق	لازم	پر	پرہیزگار

والدین اور اقارب کیلئے معقول طور پر کچھ کچھ بتلا جاوے، جن کو خدا کا خوف ہے اُن کے ذمہ یہ ضروری ہے۔

وصیت کا حکم اور منسوخی

وصیت کے لفظی معنی حکم دینا اور نصیحت کرنا ہے، شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ ہدایتیں ہوتی ہیں جو مرنے والا اپنے پیچھے رہنے والوں کو کر جاتا ہے جو اُس کی موت کے بعد پوری کی جاتی ہیں۔

شروع اسلام میں جب تک میراث کے حصہ مقرر نہ ہوئے تھے یہ حکم تھا کہ ترکہ کے ایک ثلث یعنی تہائی تک مرنے والا اپنے والدین اور رشتہ داروں کو جتنا جتنا مناسب سمجھے وصیت کر جائے اتنا تو ان لوگوں کا حق تھا باقی جو رہتا وہ اولاد کا حق ہوتا تھا۔

اور یہ وصیت کی فرضیت اسی لئے ہوئی تھی کہ مرنے والے کے تمام مال کے مالک میت کے زن و فرزند ہو جایا کرتے تھے، ماں باپ و دیگر اقارب محروم رہ جایا کرتے تھے پس جب آیت میراث نازل ہوئی اور میت کے وارثوں کے حقوق ترکہ میں سے حق تعالیٰ نے متعین فرما دیئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق مقرر کر دیا اب کسی وارث کیلئے وصیت ضروری نہیں تو اس آیت میں ماں باپ اور قرابتداروں کیلئے وصیت کرنے کا جو حکم ہو رہا ہے یہ میراث کے احکام نازل ہونے سے پہلے واجب تھا۔

تقسیم ترکہ پر مقدم چیزیں

یہاں ایک ضروری مسئلہ یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا خرچ تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔

۱:......ایک تجہیز و تکفین یعنی میت کے کفن دفن کا خرچ۔

۲:......دوسرے دَین یعنی قرض، کفن دفن کے خرچ کے بعد متروکہ مال میں سے میت کے قرض ادا کئے جاویں گے۔

۳:......تیسرے وصیت، تجہیز و تکفین اور ادائے قرض کے بعد جو مال باقی رہے اس کے تہائی حصہ میں وصیت نافذ ہوگی اور تکفین، قرض اور وصیت میں مال خرچ کرنے کے بعد اب وارثوں کا حصہ دیا جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنا' ہر قسم کی نافرمانی اور معصیت سے ہماری حفاظت فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ

فَمَنْ	بَدَّلَهٗ	بَعْدَ	مَا	سَمِعَهٗ	فَاِنَّمَآ	اِثْمُهٗ	عَلَى	الَّذِيْنَ	يُبَدِّلُوْنَهٗ	اِنَّ
پھر جو	بدل دے اسے	بعد	جو	اس کو سنا	تو صرف	اس کا گناہ	پر	جو لوگ	اسے بدلا	بیشک

پھر جو شخص سن لینے کے بعد اس کو تبدیل کریگا تو اس کا گناہ ان ہی لوگوں کو ہوگا جو اس کو تبدیل کریں گے اللہ تعالیٰ تو یقیناً

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ

اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	فَمَنْ	خَافَ	مِنْ	مُّوْصٍ	جَنَفًا	اَوْ اِثْمًا	فَاَصْلَحَ	بَيْنَهُمْ
اللہ	سننے والا	جاننے والا	پس جو	خوف کرے	سے	وصیت کرنے والا	طرفداری	یا گناہ	پھر صلح کرادے	ان کے درمیان

سننے جاننے ہیں ہاں جس کو وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی بدعنوانی کی یا کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق ہوئی ہو پھر یہ شخص ان میں باہم مصالحت

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾

فَلَآ اِثْمَ	عَلَيْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
تو نہیں گناہ	اس پر	بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

کرادے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، واقعی اللہ تعالیٰ تو معاف فرمانے والے ہیں اور رحم کرنے والے ہیں۔

وصیت میں تبدیلی

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ ...... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اب آگے یہ بتلایا کہ وصیت سننے والوں نے اگر میت کی وصیت میں کوئی تبدیلی کی تو اس کا گناہ اسی تبدیل کرنے والے پر ہوگا۔ مردہ تو وصیت انصاف کے ساتھ کر مرا تھا۔ دینے والوں نے اس کی تعمیل نہ کی تو مردہ پر کوئی گناہ نہیں۔ وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوا۔

ہاں اگر وصیت کرنے والے کی طرف سے کوئی غلطی یا بے قانونی ہو تو اس کی اصلاح کی اجازت ہے۔

حضرت عائشہؓ کا ایک آدمی کو مشورہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کرنے کا ارادہ کیا میں نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے اس نے کہا تین ہزار درہم ہیں پھر میں نے پوچھا تیرا کنبہ کتنا ہے اس نے کہا چار آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَرَكَ خَيْرًا فرمایا ہے اور یہ مال تھوڑا ہے لہٰذا تو اسے اپنے اہل وعیال کیلئے چھوڑ دے۔

حضرت سعدؓ کا واقعہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سخت بیمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ میری حالت تو دیکھ ہی رہے ہیں اب میں چاہتا ہوں اپنے تمام مال کی وصیت کرکے مروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا آدھے کی وصیت کردوں تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا چلو تہائی وصیت کردوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تہائی ٹھیک ہے۔ اور تہائی بھی بہت ہے اپنے بچوں کو خوشحال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگتے پھریں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو میراث وترکہ کے معاملہ میں اپنی اطاعت کاملہ کی توفیق فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُتِبَ	عَلَيْكُمُ	الصِّيَامُ	كَمَا	كُتِبَ	عَلَى	الَّذِيْنَ	مِنْ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	فرض کیے گئے	تم پر	روزے	جیسے	فرض کیے گئے	پر	جولوگ	تم

اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ

قَبْلِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ	اَيَّامًا	مَّعْدُوْدٰتٍ	فَمَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ	مَّرِيْضًا	اَوْ
پہلے	تاکہ تم	پرہیزگار بن جاؤ	چند دن	گنتی کے	پس جو	ہو	تم میں سے	بیمار	یا

کہ تم متقی بن جاؤ تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو پھر جو شخص تم میں بیمار ہو یا

عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ

عَلٰى	سَفَرٍ	فَعِدَّةٌ	مِّنْ	اَيَّامٍ اُخَرَ	
پر	سفر	تو گنتی	سے	دوسرے بعد کے دن	

سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے

روزہ کی فرضیت: "روزہ" حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر امت پر فرض رہا، ہاں تعداد اور تعین ایام روزہ میں اختلاف رہا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے اور یوم عاشورہ یعنی ماہِ محرم کی دس تاریخ کا روزہ بھی رکھتے ۔تھے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر رمضان کے روزے امت مسلمہ پر فرض کر دیئے مگر شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو باوجود طاقت کے روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دے دے پھر دوسری تبدیلی ہوئی جب یہ آیت اُتری فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ یعنی جو شخص اس ماہِ رمضان میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے پھر تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ ابتداء میں کھانا پینا اور عورتوں سے قربت سونے سے پہلے پہلے جائز تھی، سو گیا تو پھر گو رات ہی میں جاگے لیکن کھانا پینا اور جماع اس کیلئے منع تھا۔ گویا سونے سے دوسرا روزہ شروع ہو جاتا تھا پھر آیت اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ نازل ہوئی اور پھر مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مجامعت کی رخصت دے دی گئی۔

مریض ومسافر کیلئے رعایت

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ

اگر کوئی مسافرت میں ہو تو اس کو بھی اجازت ہے کہ چاہے تو روزہ نہ رکھے پھر اس کی قضا رکھ لے اور مسافرت شرعی یہ ہے کہ جو کوئی تین منزل جانے کا قصد کرے اور تین منزل یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے وہاں تین دن میں پہنچا کرتے ہیں مسافرت میں اگر روزہ سے کوئی تکلیف نہ ہو جیسے ریل یا موٹر یا ہوائی جہاز کا سفر ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہنچ جائیں گے یا اپنے ساتھ سب راحت وضرورت کا سامان موجود ہے تو ایسی حالت میں سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور اگر کوئی روزہ نہ رکھے بلکہ قضا رکھ لیوے تب بھی کوئی گناہ نہیں ہاں رمضان شریف کے روزوں کی جو برکت اور فضیلت ہے اس سے محروم رہیگا اگر راستہ میں پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت سے ٹھہر گیا تو اب مقیم ہو گیا مسافر نہیں رہا، اب روزہ چھوڑنا درست نہیں۔ مریض اور شرعی مسافر جتنے دن روزہ نہ رکھیں ان دنوں کا شمار یاد رکھیں اور جب مرض اور سفر ختم ہو جائے بعد رمضان گذر جانے کے اتنے دنوں کے روزے بہ نیت قضا رکھ لیں۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ

وَعَلَى	الَّذِيْنَ	يُطِيْقُوْنَهٗ	فِدْيَةٌ	طَعَامُ	مِسْكِيْنٍ	فَمَنْ	تَطَوَّعَ	خَيْرًا	فَهُوَ	خَيْرٌ
اور پر	جو لوگ	طاقت رکھتے ہوں	بدلہ	کھانا	نادار	پس جو	خوشی سے کرے	کوئی نیکی	تو وہ	بہتر

اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں ان کے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا ہے اور جو شخص خوشی سے خیر کرے تو یہ اس شخص

لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

لَّهٗ	وَاَنْ	تَصُوْمُوْا	خَيْرٌ لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ
اس کیلئے	اور اگر	تم روزہ رکھو	بہتر تمہارے لئے	اگر	تم ہو	جانتے ہو

کیلئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے اگر تم خبر رکھتے ہو

ایک سہولت جو واپس لے لی گئی

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ یعنی جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر بھی روزہ رکھنے کو دل نہ چاہے تو ان کے ذمہ روزہ کا فدیہ ہے کہ ایک غریب کو کھانا کھلا دینا یہ آسانی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ابتدائے اسلام میں تھی جب کہ لوگوں کو روزوں کا خوگر کرنا مقصود تھا، کیونکہ ابتداء میں روزہ رکھنے کی عادت بالکل نہ تھی اس لئے کامل ایک ماہ کے پے در پے روزے رکھنا اہل عرب کو نہایت شاق تھا تو اُن کیلئے یہ سہولت فرما دی گئی تھی کہ اگر چہ تم کو کوئی عذر مثل مرض یا سفر کے در پیش نہ ہو مگر صرف عادت نہ ہونے کے سبب روزہ تم کو دشوار ہو تو تم کو اختیار ہے چاہے روزہ رکھ لو چاہے روزہ کا بدلہ یعنی فدیہ دو یعنی ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دو۔

الغرض ابتداء میں جو فدیہ کی اجازت دی گئی تھی وہ بعد میں اگلی آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے موقوف ہو گئی اور حکم عام ہو گیا کہ جو کوئی تم میں سے اس ماہ رمضان کو پائے تو ضرور روزہ رکھے۔

بحالتِ عذر بھی روزہ رکھنا افضل ہے

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی گو ہم نے آسانی کیلئے ان حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی ہے لیکن تمہارا روزہ رکھنا اس حال میں بھی زیادہ بہتر ہے اگر تم روزہ کی فضیلت کی خبر رکھتے ہو یعنی اگر تم کو روزہ کی فضیلت و حکمت اور منافع معلوم ہوں تو جان لو کہ روزہ رکھنا ہی بہتر ہے بہر حال فدیہ کے احکام شرع میں اب بھی ہیں اور احادیث وغیرہ میں جو اس کی تفصیل آئی ہے اس کے تحت فقہاء نے ذیل کے مسائل فدیہ کے متعلق لکھے ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ فدیہ کے مسائل بہشتی زیور حصہ سوم میں دیکھ لئے جائیں۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں فرض روزوں کا کمال احترام اور ذوق وشوق نصیب فرما، اور اس کے ذریعہ ہم کو تقویٰ و پرہیزگاری عطا فرما۔
یا اللہ! آپ نے جو شرعی رخصتیں اپنے کرم سے ہم کو عطاء فرمائی ہیں اس کی قدر ہمارے دلوں میں عطا فرما، اور ان پر صحیح شکر گذاری کی توفیق نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ

شَهْرُ	رَمَضَانَ	الَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	فِيْهِ	الْقُرْاٰنُ	هُدًى	لِلنَّاسِ	وَبَيِّنٰتٍ	مِنَ
مہینہ	رمضان	جس	نازل کیا گیا	اس میں	قرآن	ہدایت	لوگوں کیلئے	اور روشن دلیلیں	سے

ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور واضح الدلالت ہے

الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا

الْهُدٰى	وَ	الْفُرْقَانِ	فَمَنْ	شَهِدَ	مِنْكُمُ	الشَّهْرَ	فَلْيَصُمْهُ	وَمَنْ	كَانَ	مَرِيْضًا
ہدایت	اور	فرقان	پس جو	پائے	تم میں سے	مہینہ	چاہیے کہ روزے رکھے	اور جو	ہو	بیمار

منجملہ اُن کتب کے جوکہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنیوالی ہیں سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ

اَوْ	عَلٰى	سَفَرٍ	فَعِدَّةٌ	مِنْ	اَيَّامٍ اُخَرَ	
یا	پر	سفر	تو گنتی پوری کرے	سے	بعد کے دن	

میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے۔

ماہِ رمضان کی فضیلت

قرآن مجید آخری آسمانی کتاب اسی ماہ میں نازل ہوئی اور پھر قرآن کریم کی تین خصوصیات ذکر فرمائی گئیں۔

۱:...... پہلی خصوصیت هُدًى لِّلنَّاسِ فرمائی گئی یعنی یہ قرآن مجید تمام بنی نوع انسان کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے ہر فرد اپنے خالق و معبود حقیقی کی پسندیدہ زندگی کی صحیح منزل تک پہنچنے کیلئے صحیح راستہ صرف قرآن کریم ہی سے معلوم کرسکتا ہے۔

۲:...... دوسری خصوصیت وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى فرمائی یعنی قرآن کریم نے ہدایت کی روشن دلیلیں اور رہنمائی کے تمام اصول وضوابط کو صاف اور کھول کر بیان کیا ہے۔ جو ہر ایک کیلئے قابل عمل ہیں کوئی بات عقل کے خلاف یا کوئی اصول ناقابل عمل نہیں۔

۳:...... تیسری خصوصیت اَلْفُرْقَانُ ہونا بتلائی گئی یعنی تعلیمات ایسی واضح ہیں کہ حق و باطل کے درمیان امتیاز قائم کرتی ہیں اور انسان سچ وجھوٹ صحیح وغلط صلاح وفساد، ایمان وکفر، اطاعت وسرکشی اور حق وباطل میں فیصلہ کرسکتا ہے اور اچھے بُرے میں تمیز کرسکتا ہے۔

فدیہ کی منسوخی اور مریض ومسافر کی رعایت

فضیلت رمضان کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس ماہ میں روزہ رکھنا چاہیے۔ (گویا فدیہ کی جو اجازت اُوپر مذکور تھی منسوخ اور موقوف ہوئی) اور مریض ومسافر کیلئے جو اوپر قانون تھا وہ البتہ اب بھی اسی طرح باقی ہے کہ جو شخص ایسا بیمار ہو جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو یا شرعی سفر میں ہو تو اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے دوسرے ایام کا اتنا ہی شمار کرکے ان میں روزہ رکھنا اس پر واجب ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگی میں بار بار رمضان کا مبارک مہینہ اور اس کے روزے وتراویح کی برکات نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا

یُرِیْدُ	اللّٰہُ	بِکُمُ	الْیُسْرَ	وَلَا یُرِیْدُ	بِکُمُ	الْعُسْرَ	وَلِتُکْمِلُوا	الْعِدَّۃَ	وَلِتُکَبِّرُوا
چاہتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	آسانی	اور نہیں چاہتا	تمہارے لئے	دشواری	اور تاکہ تم پوری کرو	گنتی	اور اگر تم بڑائی کرو

اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں اور تاکہ تم لوگ شمار کی تکمیل کرلیا کرو اور تاکہ تم لوگ

اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

اللّٰہَ	عَلٰی	مَا ھَدٰىکُمْ	وَلَعَلَّکُمْ	تَشْکُرُوْنَ
اللہ	پر	جو تمہیں ہدایت دی	اور تاکہ تم	شکر ادا کرو

اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو طریقہ بتلا دیا اور تاکہ تم لوگ شکر ادا کیا کرو۔

دین میں دشواری نہیں ہے

یہاں آیت میں یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ یعنی "اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا" فرمایا:

اس ارشاد باری تعالیٰ سے معلوم ہوا کہ دین فطرت یعنی اسلامی شریعت میں کوئی دشواری اور سختی نہیں، حدیث پاک میں ہے دِیْنُ اللّٰہِ یُسْرٌ اللہ تعالےٰ کو تمہارے ساتھ احکام میں آسانی کی رعایت کرنا منظور ہے اس لئے ایسے احکام مقرر کئے جن کو تم آسانی سے بجا لاسکو چنانچہ سفر اور مرض میں روزہ کا کتنا آسان قانون مقرر کردیا اور احکام مذکورہ خاص خاص مصلحتوں سے مقرر کئے چنانچہ اوّلاً روزہ ادا رکھنے کا اور کسی شرعی عذر سے رہ جاوے تو دوسرے ایام میں قضا کرنے کا حکم تو اسی لئے کیا تاکہ تم لوگ ایام ادا یا قضا کی شمار کی تکمیل کرلیا کرو تاکہ ثواب میں کمی نہ رہے اور خود قضا رکھنے کا حکم اس لئے کیا تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور ثناء بیان کرو اس پر کہ تم کو ایک ایسا طریقہ بتلا دیا جس سے تم برکات وثمرات صیام سے محروم نہ رہو ورنہ اگر قضا کا حکم وجوباً نہ ہوتا تو بہت کم لوگ اس کا اہتمام کرتے اور عذر سے خاص رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس لئے دے دی تاکہ تم لوگ اس نعمت آسانی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو ورنہ اگر یہ اجازت نہ ہوتی تو سخت مشقت ہو جاتی۔ چنانچہ اسلامی شریعت میں آپ کو کوئی ایسا حکم نہ ملے گا جس میں انسانوں کے حالات، عمر، صحت، موسم اور دوسری مجبوریوں اور معذوریوں کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو، اور کمزور مجبور اور معذور انسانوں کو رعایتیں نہ دی گئی ہوں اب اگرچہ بظاہر شریعت کے کسی حکم میں ہم کو دشواری اور مشکل معلوم ہوتی ہے تو دراصل وہ ہماری اپنی کسی کمزوری، سستی، کاہلی اور تن آسانی یا راحت طلبی کی بناء پر معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہمارے خالق اور رازق اور ارحم الراحمین ہیں وہ ہر حالت میں اور ہر حکم میں ہماری مصلحت اور دینی ودنیوی صلاح وفلاح کا لحاظ رکھتے ہیں۔

وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ یعنی جتنے روزے قضا ہو جائیں اُن کی تکمیل کرلو تو ادا روزوں کی طرح پورا اجر دوں گا۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ رمضان جیسی نعمت کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! آپ نے قرآن جیسی نعمت جو امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہے اس کی ہم کو قدر دانی اور احسان مندی نصیب ہو اور اس کا اتباع کامل نصیب ہو، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

وَاِذَا	سَاَلَكَ	عِبَادِيْ	عَنِّيْ	فَاِنِّيْ	قَرِيْبٌ	اُجِيْبُ	دَعْوَةَ	الدَّاعِ	اِذَا	دَعَانِ
اور جب	آپ سے پوچھیں	میرے بندے	میرے متعلق	تو میں	قریب	میں قبول کرتا ہوں	دُعا	پکارنے والا	جب	مجھ سے مانگے

اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں منظور کرلیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی جب وہ میرے حضور میں درخواست دے

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۞

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا	لِيْ	وَلْيُؤْمِنُوْا	بِيْ	لَعَلَّهُمْ	يَرْشُدُوْنَ
پس چاہیے حکم مانیں	میرا	اور ایمان لائیں	مجھ پر	تاکہ وہ	وہ ہدایت پائیں

سو ان کو چاہیے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں، امید ہے کہ وہ لوگ رُشد حاصل کرسکیں گے

اللہ تعالیٰ قریب ہے سنتا ہے

اس مختصر آیت میں حق تعالیٰ کا بندوں کے حال پر توجہ وعنایت فرمانا، اپنے بندوں کی دُعاؤں کا سننا اور قبول کرنا ذکر فرما کر اپنی اطاعت احکام کی ترغیب دی ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک بدوی یعنی دیہاتی نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا پروردگار کیا ہمارے پاس ہی ہے کہ ہم آہستہ دعاء مانگیں یا دور ہے کہ بلند آواز سے پکارا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہوگئے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

قربِ الٰہی کا مفہوم

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ میں قریب ہوں تو اس سے قرب جسمانی مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہیں بلکہ جیسے حق تعالیٰ کی ذات کی حقیقت بے چون وچگوں ہونے کی وجہ سے ادراک نہیں کی جاسکتی اسی طرح اُن کی صفات کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہوسکتی، بس اجمالاً اتنا سمجھ لیں کہ جیسی اُن کی ذات ہے اُن کی شان کے مطابق ان کا قُرب بھی ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کو روزوں کے احکام کی آیتوں کے درمیان وارد کرنے کی حکمت یہ ہے کہ روزوں میں بھی اور روزوں کے ختم ہونے کے بعد بھی لوگوں کو دُعاء کی ترغیب ہو اور وہ بکثرت دُعائیں کیا کریں۔

بندوں کو چاہیے کہ اطاعت اختیار کریں

پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جس طرح میں اپنے بندوں کی عرض ومعروض کو منظور کرلیتا ہوں ان کو بھی چاہیے کہ میرے احکام کو بجا آوری کے ساتھ قبول کیا کریں اور مجھ پر ایمان و یقین رکھیں، یعنی میری قدرت پر بھی اور میرے حاکم اور حکیم ہونے پر بھی اور آگے پھر اس کا نتیجہ یہ بھی بیان فرمادیا کہ اگر ایسا کریں گے تو رشد وفلاح دُنیا کی بھی اور آخرت کی بھی حاصل کرسکیں گے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! اپنے کرم سے ہماری دُعاؤں کو قبول فرما اور اپنی ذاتِ عالی پر ہم کو یقین کامل نصیب فرما اور اپنے احکام کی ہم کو پابندی نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ

أُحِلَّ	لَكُمْ	لَيْلَةَ	الصِّيَامِ	الرَّفَثُ	إِلٰى	نِسَآئِكُمْ	هُنَّ	لِبَاسٌ	لَكُمْ	وَأَنْتُمْ
جائز کردیا گیا	تمہارے لئے	رات	روزہ	بے پردہ ہونا	طرف	اپنی عورتوں	وہ	لباس	تمہارے لئے	اور تم

تم لوگوں کے واسطے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا حلال کردیا گیا کیونکہ وہ تمہارے اوڑھنے بچھونے ہیں اور تم اُن کے

لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

لِبَاسٌ	لَهُنَّ	عَلِمَ	اللّٰهُ	أَنَّكُمْ	كُنْتُمْ	تَخْتَانُوْنَ	أَنْفُسَكُمْ	فَتَابَ	عَلَيْكُمْ
لباس	اُن کیلئے	جان لیا	اللہ	کہ تم	تم تھے	خیانت کرتے	اپنے تئیں	سو معاف کردیا	تم کو

اوڑھنے بچھونے ہو، خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے، خیر اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی

وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ

	وَ	عَفَا	عَنْكُمْ	فَالْئٰنَ	بَاشِرُوْهُنَّ	وَابْتَغُوْا	مَا	كَتَبَ	اللّٰهُ	لَكُمْ	
	اور	درگزر کی	تم سے	پس اب	ان سے ملو	اور طلب کرو	جو	لکھدیا	اللہ	تمہارے لئے	

اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو اب ان سے ملو ملاؤ، اور جو تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے اس کا سامان کرو

روزوں کے ضوابط میں ترمیم: ابتدائے اسلام میں اہل کتاب کی طرح مسلمانوں کو بھی روزوں کے ایام میں رات کے وقت سونے سے پہلے کھانے اور پینے اور بیبیوں سے قربت کی اجازت تھی لیکن اگر سو جانے کے بعد آنکھ کھلے تو پھر کھانے پینے اور بیبیوں سے قربت کی اجازت نہ تھی، اس سے صحابہ کرامؓ کو قدرے مشقت ہوئی ایک غریب انصاری صحابیؓ دن بھر کے روزہ سے مزدوری کر کے تھکے ہارے افطار کے وقت گھر پہنچے تو گھر میں افطار کے بعد کھانے کو کچھ تیار نہ تھا بیوی نے کہا کہ میں انتظام کر کے کچھ لاتی ہوں جب وہ واپس آئیں تو یہ دن بھر کی تکان کی وجہ سے سو گئے اب بیدار ہوئے تو کھانا حرام ہو چکا تھا اور چونکہ اس وقت رات میں سونے کے بعد کھانے کی اجازت نہ تھی اس لئے کھانا نہ کھایا اور اسی طرح اگلا روزہ رکھ لیا اگلے روز ضعف کی وجہ سے ان کا برا حال ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی اسی طرح دیگر واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی اور پہلا حکم منسوخ کر کے غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق تک پوری رات میں کھانے پینے اور قربت کی اجازت دے دی گئی اگرچہ سو کر اٹھنے کے بعد ہو۔

میاں بیوی کا تعلق: یہاں آیت میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس فرمایا گیا جس سے اس قریبی رشتہ کو ظاہر کیا گیا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے ایک دوسرے کے ساتھ حاصل ہے یہ لباس کی قرآنی تشبیہ میاں بیوی میں کئی طرح موجود ہے۔ مثلاً ان کے آپس کے قریبی تعلقات، ایک دوسرے کی آپس میں محتاجی، جسمانی اعتبار سے ایک دوسرے کا قرب، ایک دوسرے کیلئے زیب و زینت اور اطمینان و سکون راحت و آسائش کا موجب ہونا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک دوسرے کے انتہائی رازدار ہونے کے باوجود پردہ پوشی کرنا۔

مباشرت کا مقصد: یہاں آیت میں فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ (سو جب اجازت ہو گئی تو اب اُن سے یعنی بیبیوں سے ملو ملاؤ) کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی گئی وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے لکھ دیا ہے طلب کرو) اِبْتِغَا کے معنی ہیں کسی چیز کے طلب کرنے اور حاصل کرنے کی کوشش کرنا مَا كَتَبَ اللّٰهُ (جو اللہ نے لکھ دیا ہے) اس سے مراد اولاد و نسل ہے۔ تو یہاں اجازت کے ساتھ گویا ایک تنبیہ بھی فرما دی کہ اپنی بیبیوں کے پاس اولاد پیدا کرنے کی غرض سے جانا چاہیے، مباشرت کے عمل سے اگرچہ طبعی لذت بھی حاصل ہوتی ہے لیکن اسلام نے اس عمل سے اصلی اور بڑا اور خاص مقصد حصول اولاد اور افزائش نسل رکھا ہے۔

13

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ

وَكُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	حَتّٰى	يَتَبَيَّنَ	لَكُمُ	الْخَيْطُ	الْاَبْيَضُ	مِنَ	الْخَيْطِ	الْاَسْوَدِ	مِنَ
اور کھاؤ	اور پیو	یہاں تک کہ	واضح ہو جائے	تمہارے لئے	دھاری	سفید	سے	دھاری	سیاہ	سے

اور کھاؤ اور پیو اُس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح کا واضح ہو جاوے سیاہ خط سے

الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي

الْفَجْرِ	ثُمَّ	اَتِمُّوا	الصِّيَامَ	اِلَى	الَّيْلِ	وَلَا	تُبَاشِرُوْهُنَّ	وَاَنْتُمْ	عٰكِفُوْنَ	فِي
فجر	پھر	تم پورا کرو	روزہ	تک	رات	اور نہ	ان سے ملو	جبکہ تم	اعتکاف کرنیوالے	میں

پھر رات تک روزہ کو پورا کیا کرو اور ان بیویوں سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو

الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

الْمَسٰجِدِ	تِلْكَ	حُدُوْدُ	اللّٰهِ	فَلَا	تَقْرَبُوْهَا	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	اٰيٰتِهٖ	لِلنَّاسِ
مسجدوں	یہ	حدیں	اللہ	پس نہ	اس کے قریب جاؤ	اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	اپنے حکم	لوگوں کیلئے

مسجدوں میں یہ خداوندی ضابطے ہیں سو ان سے نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کے واسطے بیان کرتے ہیں

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾	لَعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ
اس امید پر کہ وہ لوگ پرہیز رکھیں	تاکہ وہ	پرہیزگار ہو جائیں

رات کو کھانے پینے کی اجازت

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا...... لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ یعنی جیسے رات بھر میں بیوی سے مباشرت کی اجازت ہے اسی طرح رمضان کی رات میں صبح صادق تک کھانے پینے کی بھی اجازت ہے۔ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ فجر کی سفید دھاری کا سیاہ دھاری سے ممتاز ہو جانا بیابانات کے اندھیرے کے دور ہونے اور صبح کے اجالے کے نمودار ہونے یعنی طلوع فجر سے کنایہ ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفید اور سیاہ دھاگے کی یہی تفسیر مروی ہے۔ (صحیح بخاری) الْخَيْطِ: یہ عموماً رنگ سے کنایہ ہوتا ہے اور یہاں انہیں خیط سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ شروع میں وقتاً یہ دھاریاں سی ہی نظر آتی ہیں۔

سحری کے کھانے میں تاخیر: نیز اس آیت میں جو صبح صادق تک کھانے پینے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ بغیر سحری کھائے ہوئے روزہ مسلسل رکھتے چلے جانا شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ حدیث پاک میں سحری تاخیر سے کھانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ صحیح مسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت بلال (جو لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے بہت سویرے اذان دیتے ہیں) کی اذان سے یا محض شمال اور جنوب میں دیکھ کر سحری ختم نہ کرو بلکہ روشنی کے پھیل جانے کو معتبر سمجھو۔

پھر اس آیت میں جو اعتکاف فی المسجد کو فرمایا تو یہ حکم خاص مردوں کیلئے ہے عورتوں کا اعتکاف بجائے مسجد کے گھر کے کسی گوشہ میں ہو سکتا ہے۔

آیت کے آخر میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ تمام ضابطے، اصول، قوانین، حدیں اور بندشیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں جو حکمت اور علم والے ہیں۔ لہٰذا یہ سب احکام برحق اور مصلحت پر مبنی ہیں، انسانوں کی فلاح اور کامیابی کے ضامن ہیں ان کی تعمیل اور پیروی سے دُنیا اور آخرت سنور سکے گی۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا

وَلَا	تَاْكُلُوْٓا	اَمْوَالَكُمْ	بَيْنَكُمْ	بِالْبَاطِلِ	وَتُدْلُوْا	بِهَآ	اِلَى الْحُكَّامِ	لِتَاْكُلُوْا	فَرِيْقًا
اور نہ	کھاؤ	اپنے مال	آپس میں	ناحق	اور نہ پہنچاؤ	اس سے	حاکموں تک	تا کہ تم کھاؤ	کوئی حصہ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ اور مت لے جاؤ مال کے جھوٹے مقدمہ حکام کی طرف اس غرض سے کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کے

مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

مِّنْ	اَمْوَالِ	النَّاسِ	بِالْاِثْمِ	وَاَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ
سے	مال	لوگ	گناہ سے	اور تم	جانتے ہو

مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ کے کھا جاؤ اور تم کو علم بھی ہو

حرام کھانے اور جھوٹے مقدمے بنانے سے ممانعت

یہاں اس آیت میں پہلا حکم یہ دیا گیا کہ باطل، ناجائز اور ناحق طریق سے کسی کا مال نہ کھاؤ، اس میں کسی کا مال غصب کر لینا بھی داخل ہے، چوری اور ڈاکہ بھی داخل ہے، ظلم کر کے جبراً مال چھین لینا۔ اور سود، قمار، رشوت اور تمام معاملات فاسدہ جو ازروئے شریعت اسلامیہ جائز نہیں وہ سب بھی شامل ہیں۔

دوسرا حکم آیت میں جھوٹا مقدمہ بنانے، جھوٹی قسم کھانے، جھوٹی شہادت دینے اور دلوانے سب کی ممانعت فرمائی گئی نیز رشوت یا مالی تحفہ تحائف دے کر حاکموں پر اثر ڈالنے اور ان کو اپنا طرف دار بنانے سب کی ممانعت فرمائی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو، اس میں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے معاملہ کو زیادہ رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرے اور میں اس سے مطمئن ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو یاد رکھو کہ حقیقت حال تو صاحب معاملہ کو خود معلوم ہوتی ہے اگر فی الواقع وہ اس کا حق نہیں ہے تو اس کو لینا نہیں چاہیے کیونکہ اس صورت میں جو کچھ میں اس کو دوں گا وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہوگا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں امت کو واضح کر دیا کہ اگر امام، قاضی، یا حاکم کسی مغالطہ کی وجہ سے کوئی فیصلہ کر دے جس میں ایک کا حق دوسرے کو ناجائز طور پر مل رہا ہو تو اس عدالتی فیصلہ کی وجہ سے وہ اس کے لئے حلال و جائز نہیں ہو جاتا اور جس کیلئے حلال ہے اس کے لئے حرام نہیں ہو جاتا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حرام مال کھانے والے کی دُعاء قبول نہیں ہوتی، بہت سے آدمی عبادت وغیرہ میں مشقت اٹھاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ دُعاء کے لئے پھیلاتے ہیں اور یا رَبّ یا رَبّ پکارتے ہیں مگر کھانا ان کا حرام، پینا ان کا حرام لباس ان کا حرام تو ان کی دُعاء کہاں قبول ہو سکتی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے یہ دُعاء فرما دیجئے کہ میں مقبول الدعا ہو جاؤں جو دُعاء کیا کروں قبول ہوا کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سعد اپنا کھانا پاک اور حلال بنا لو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بندہ جب اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس شخص کا گوشت حرام سے بنا ہو اس گوشت کے لئے تو جہنم کی آگ ہی لائق ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس مختصر سی آیت میں ناجائز طور پر اور ناحق ایک دوسرے کے مال کے حصول کی ممانعت فرمائی اور ایسے حصول مال کے تمام ناجائز ذرائع اختیار کرنے کی بھی ممانعت فرمائی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ

يَسْئَلُوْنَكَ	عَنِ	الْاَهِلَّةِ	قُلْ	هِيَ	مَوَاقِيْتُ	لِلنَّاسِ	وَالْحَجِّ	وَلَيْسَ	الْبِرُّ	بِاَنْ
وہ آپ سے پوچھتے ہیں	سے	نئے چاند	آپ کہہ دیں	یہ	پیمانۂ اوقات	لوگوں کیلئے	اور حج	اور نہیں	نیکی	یہ کہ

آپ سے چاندوں کی حالت کی تحقیقات کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ چاند اوقات کی شناخت کا آلہ ہیں لوگوں کیلئے اور حج کیلئے، اور اس میں کوئی فضیلت نہیں

تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ

تَاْتُوا	الْبُيُوْتَ	مِنْ	ظُهُوْرِهَا	وَلٰكِنَّ	الْبِرَّ	مَنِ	اتَّقٰى	وَاْتُوا	الْبُيُوْتَ	مِنْ
تم آؤ	گھر جمع	سے	ان کی پشت	اور لیکن	نیکی	جو	پرہیزگاری کرے	اور تم آؤ	گھر جمع	سے

کہ گھروں میں اُن کی پشت کی طرف سے آیا کرو، ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام سے بچے، اور گھروں میں اُن کے

اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

اَبْوَابِهَا	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ	
دروازے	اور تم ڈرو	اللہ	تاکہ تم	کامیابی حاصل کرو	

دروازوں سے آؤ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو اُمید ہے کہ تم کامیاب ہو

چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمتیں

بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اَہِلّۃ یعنی شروع مہینے کے چاند کے متعلق دریافت کیا کہ چاند کبھی باریک ہلالی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا نظر آتا ہے یہاں تک کہ چودہ پندرہ دن میں پورا دائرہ ہو جاتا ہے پھر اس میں روزانہ کمی ہوتی رہتی ہے تو چاند کے اس طرح گھٹنے بڑھنے سے کیا فائدہ ہے، اور اس میں کیا مصلحت ہے؟ صحابہ کرام کے اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہارے مصالح جو چاند سے وابستہ ہیں یہ ہیں کہ اس کے ذریعہ تمہیں اپنے معاملات اور معاہدوں کی میعاد مقرر کرنا اور حج رمضان وغیرہ کے ایام معلوم کرنا آسان ہو جائے گا۔

قمری تاریخ کی اہمیت

اور شریعتِ اسلامیہ نے چاند کے حساب کو اس لئے اختیار فرمایا کہ اس کو ہر آنکھوں والا افق پر دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے بخلاف شمسی حساب کے کہ وہ آلات رصدیہ اور قواعد ریاضیہ پر موقوف ہے جس کو ہر شخص آسانی سے معلوم نہیں کر سکتا،

الغرض قرآن کریم نے شمسی حساب پر قمری حساب کو ترجیح دی ہے۔ پھر بعض احکام میں تو اس حساب کو لازم کر دیا ہے کہ ان میں دوسرے حساب پر مدار رکھنا جائز ہی نہیں جیسے حج روزہ رمضان، عیدین، زکوٰۃ، عدت طلاق وغیرہ علمائے محققین نے لکھا ہے کہ روزمرہ کے استعمال اور مخاطبت و مکاتبت میں بھی اگرچہ شمسی حساب کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز تو نہیں ہے لیکن خلاف اولیٰ ضرور ہے احکام شرعیہ کا مدار چونکہ حساب قمری پر ہے اس لئے اس کو محفوظ و منضبط رکھنا یقیناً فرض علی الکفایہ ہے۔ الغرض یہاں آیت میں چاند کے گھٹنے بڑھنے کا مقصد ظاہر کر دیا گیا اور یہاں حج کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کہ یہ عربوں کی زندگی کا بہت اہم شعبہ اور عبادت خاص تھی حتی کہ جاہلیت میں بھی حج کی رسم کو نہایت اہم سمجھا جاتا تھا۔

دور جاہلیت کی ایک رسم کی اصلاح

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب احرام باندھ لیتے تو گھروں میں دروازوں سے داخل نہ ہوتے تھے بلکہ مکان کی پشت کی طرف سے داخل ہوتے مکان میں نقب لگا کر یا سیڑھی لگا کر اور اسے اپنے نزدیک بڑی عبادت اور خانہ کعبہ کی تعظیم سمجھتے تھے اس پر حق تعالیٰ نے آیت کا یہ حصہ نازل فرمایا: وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا

وَقَاتِلُوا	فِي	سَبِيلِ	اللَّهِ	الَّذِينَ	يُقَاتِلُونَكُمْ	وَلَا تَعْتَدُوا	إِنَّ	اللَّهَ	لَا
اورتم لڑو	میں	راستہ	اللہ	وہ جو کہ	تم سے لڑتے ہیں	اورزیادتی نہ کرو	بیشک	اللہ	نہیں

اور تم لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ لڑنے لگیں، اور حد سے مت نکلو واقعی اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے

يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝١٩٠ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ

يُحِبُّ	الْمُعْتَدِينَ	وَاقْتُلُوهُمْ	حَيْثُ	ثَقِفْتُمُوهُمْ	وَ	أَخْرِجُوهُمْ	مِنْ
پسند کرتا	زیادتی کرنے والے	اور انہیں مار ڈالو	جہاں	تم انہیں پاؤ	اور	انہیں نکال دو	سے

والوں کو پسند نہیں کرتے اور ان کو قتل کرو جہاں اُن کو پاؤ اور اُن کو نکال باہر کرو جہاں سے اُنہوں نے تم کو نکلنے پر مجبور کیا ہے

حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

حَيْثُ	أَخْرَجُوكُمْ	وَ	الْفِتْنَةُ	أَشَدُّ	مِنَ	الْقَتْلِ	وَلَا	تُقَاتِلُوهُمْ	عِنْدَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
جہاں	انہوں نے تمہیں نکالا	اور	فتنہ	زیادہ سنگین	سے	قتل	اور نہ	اُن سے لڑو	پاس	مسجد حرام خانہ کعبہ

اور شرارت قتل سے بھی سخت تر ہے، اور اُن کے ساتھ مسجد حرام کے قریب میں قتال مت کرو

حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝١٩١

حَتَّىٰ	يُقَاتِلُوكُمْ	فِيهِ	فَإِنْ	قَاتَلُوكُمْ	فَاقْتُلُوهُمْ	كَذَٰلِكَ	جَزَاءُ	الْكَافِرِينَ
یہاں تک کہ	وہ تم سے لڑیں	اس میں	پس اگر	وہ تم سے لڑیں	تو تم ان سے لڑو	اسی طرح	سزا	کافر جمع

جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں ہاں اگر وہ خود ہی لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو تم ان کو مارو، ایسے کافروں کی ایسی ہی سزا ہے

فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝١٩٢

فَإِنْ	انْتَهَوْا	فَإِنَّ	اللَّهَ	غَفُورٌ	رَحِيمٌ
پھر اگر	وہ باز آجائیں	تو بیشک	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

پھر اگر وہ لوگ باز آجاویں تو اللہ تعالیٰ بخش دیں گے اور مہربانی فرمادیں گے

مسلمانوں کی ایک دفاعی الجھن کا حل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مکہ دارالامن تھا۔ کوئی اپنے دشمن کو بھی مکہ میں پاتا تو کچھ نہ کہتا اور اشہر حرام یعنی ذوالقعدہ اور ذی الحج اور محرم اور رجب یہ چاروں مہینے بھی امن کے تھے۔ ان میں تمام ملک عرب میں لڑائی موقوف ہو جاتی۔ اور کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا۔ ذی القعدہ ۶ھ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے قصد سے مکہ کی زیارت کو تشریف لائے۔

جب آپ مکہ کے نزدیک پہنچے تو مشرکین جمع ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے۔اور مسلمانوں کو روک دیا۔آخر کو اس پر صلح ہوئی کہ اب تو بدون زیارت واپس ہو جائیں اور اگلے برس آ کر عمرہ کریں اور تین روز اطمینان سے مکہ میں رہیں۔ جب دوسرے برس ذی القعدہ ۷ھ میں آپؐ نے مکہ کا قصد فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو یہ اندیشہ تھا کہ اہلِ مکہ اگر اب بھی وعدہ خلافی کر کے لڑنے بھڑنے کو تیار ہو گئے تو ہم کیا کریں گے۔لڑیں تو شہر حرام اور حرمِ مکہ میں کیونکر لڑیں۔ اور نہ لڑیں تو عمرہ کیسے کریں؟اس پر حکم الٰہی آیا کہ اگر وہ اس مہینہ حرام میں خلاف عہد تم سے لڑیں تو تم بھی بے تامل ان سے لڑو۔وہاں تمہاری طرف سے ابتداء اور زیادتی نہ ہونی چاہیے۔ حج کے ذیل میں عمرۂ حدیبیہ کی مناسبت سے قتال کفار کا ذکر آیا۔اس لئے جہاد کے بعض احکام و آداب مناسب مقام مذکور فرمائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر حج کے احکام بیان ہوں گے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

زیادتی نہ کرو

لَا تَعْتَدُوْا: زیادتی مت کرو۔اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارے جائیں۔ اور حرم کے اندر اپنی طرف سے لڑائی شروع نہ کی جائے۔(تفسیر عثمانیؒ)

فتنہ کا مطلب

یعنی دین سے پھر جانا یا دوسرے کو پھرانا مہینہ حرام کے اندر مار ڈالنے سے بہت بڑا گناہ ہے۔ مطلب یہ کہ حرم مکہ میں کفار کا شرک کرنا اور کرانا زیادہ قبیح ہے۔حرم میں مقاتلہ کرنے سے تو اب مسلمانو! تم کچھ اندیشہ نہ کرو اور جواب ترکی بہ ترکی دو۔(تفسیر عثمانیؒ)

مشرکین کے اقدام پر تمہیں قتال کی اجازت ہے: یعنی مکہ ضرور جائے امن ہے لیکن جب انہوں نے ابتداء کی اور تم پر ظلم کیا اور ایمان لانے پر دشمنی کرنے لگے کہ یہ بات مار ڈالنے سے بھی سخت ہے تو اب ان کو امان نہ رہی۔ جہاں پاؤ مارو۔آخر جب مکہ فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمادیا کہ جو ہتھیار سامنے کرے اسی کو مارو اور باقی سب کو امن دیا۔(تفسیر عثمانیؒ)

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کا اتباع نصیب فرماویں۔

یا اللہ! ہمیں امت وسط کے لقب کی لاج رکھنے کی صلاحیت عطا فرمایئے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۖ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا

وَقٰتِلُوْهُمْ	حَتّٰى	لَا تَكُوْنَ	فِتْنَةٌ	وَيَكُوْنَ	الدِّيْنُ	لِلّٰهِ	فَاِنِ	انْتَهَوْا	فَلَا
اور تم ان سے لڑو	یہاں تک کہ	نہ رہے	کوئی فتنہ	اور ہو جائے	دین	اللہ کیلئے	پس اگر	وہ باز آجائیں	تو نہیں

اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جاوے اور اگر وہ لوگ باز آجائیں تو سختی کسی

عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ

عُدْوَانَ	اِلَّا	عَلَى	الظّٰلِمِيْنَ	اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ	بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ	وَ	الْحُرُمٰتُ
زیادتی	سوائے	پر	ظالم جمع	حرمت والا مہینہ	بدلہ حرمت والا مہینہ	اور	حرمتیں

پر نہیں ہوا کرتی بجز بے انصافی کرنے والوں کے حرمت والا مہینہ ہے بعوض حرمت والے مہینہ کے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ

قِصَاصٌ ۖ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

قِصَاصٌ	فَمَنِ	اعْتَدٰى	عَلَيْكُمْ	فَاعْتَدُوْا	عَلَيْهِ	بِمِثْلِ	مَا	اعْتَدٰى	عَلَيْكُمْ
بدلہ	پس جس	زیادتی کی	تم پر	تو تم زیادتی کرو	اس پر	جیسی	جو	اس نے زیادتی کی	تم پر

کی چیزیں ہیں سو جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اُس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

وَاتَّقُوْا	اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الْمُتَّقِيْنَ
اور تم ڈرو	اللہ	اور	جان لو	کہ	اللہ	ساتھ	پرہیزگاروں

اور یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں

قانونی حدود میں رہ کر کفار سے بدلہ لو

حرمت کا مہینہ یعنی ذیقعدہ کہ جس میں عمرہ کی قضا کرنے جا رہے ہو بدلا ہے اس حرمت کے مہینہ یعنی ذیقعدہ کا کہ سال گذشتہ میں اسی مہینہ کے اندر کفار مکہ نے تم کو عمرہ سے روک دیا تھا اور مکہ میں جانے نہ دیا تھا یعنی اب تم شوق سے ان سے بدلا لو کیونکہ ادب اور حرمت رکھنے میں تو برابری ہے یعنی اگر کوئی کافر ماہ حرام کی حرمت کرے اور اس مہینہ میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی ایسا ہی کرو مکہ والے جو سال گذشتہ میں تم پر ظلم کر چکے اور نہ ماہ حرام کی حرمت کی نہ حرم مکہ کی نہ تمہارے احرام کا لحاظ کیا اور تم نے اس پر بھی صبر کیا اگر اس دفعہ بھی سب حرمتوں سے قطع نظر کر کے آمادہ جنگ ہوں تو تم بھی کسی حرمت کا خیال مت کرو بلکہ اگلی پچھلی سب کسر مٹا لو مگر جو کرو خدا سے ڈر کر کرو اس کی خلاف اجازت ہرگز نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا بیشک ناصر و مددگار ہے۔(تفسیر عثمانیؒ)

حرم میں ابتداءِ قتال اب بھی حرام ہے

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اس آیت کا حکم باقی ہے، منسوخ نہیں ہے۔ قتال کی ابتداء کرنا حرم میں اب بھی حرام ہے۔ اور یہی قول مجاہد

اور بہت سے علماء کا ہے۔ اس قول کی تائید بخاری ومسلم کی یہ حدیث کرتی ہے کہ ابن عباس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے دن باحرمت کیا ہے۔ اس لئے قیامت تک اللہ کا حرام کردہ حرام رہے گا۔ مجھ سے پہلے کسی کو اس میں قتل وقتال کی اجازت نہیں ہوئی اور میرے واسطے بھی دن کی ایک ساعت کے لئے صرف حلال ہوا ہے۔ اس کے بعد بدستور قیامت تک حرام ہے۔ یہاں کی گھاس کانٹا وغیرہ نہ کاٹا جائے، نہ یہاں شکار بھگایا جاوے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکہ میں ہتھیار اٹھانا کسی کو حلال نہیں۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (تفسیر مظہریؒ)

حرمت کے مہینوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت والے مہینوں میں جنگ نہیں کرتے تھے، ہاں اگر کوئی آپ پر چڑھائی کرے تو اور بات ہے بلکہ جنگ کرتے ہوئے اگر حرمت والے مہینے آجاتے تو آپ لڑائی موقوف کردیتے۔ حدیبیہ کے میدان میں بھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکوں نے قتل کردیا، جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر مکہ میں گئے تھے، تو آپ نے اپنے چودہ سو اصحابؓ سے ایک درخت کے تلے مشرکوں سے جہاد کرنے کی بیعت لی۔ (تفسیر ابن کثیر)

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہم کو دین کی صحیح فہم اور سمجھ عطا فرمادے تاکہ ہم حق وباطل اور نیک وبد میں تمیز کرسکیں، اور حق کو اختیار کرلیں اور باطل سے گریز کریں۔

یا اللہ! اس دنیا کی زندگی میں ہم کو آخرت کی تجارت اور کمائی کی توفیق عطا فرما، اور دین کو کھوکر دنیا کے کمانے سے کامل طور پر بچا۔

یا اللہ! آج بھی جو منافقین ہمارے ملک میں یا عالم اسلام میں گھسے ہوئے ہیں ان کی چالبازیوں سے مسلمانوں کی حفاظت فرما اور اُمتِ مسلمہ کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق دائمی عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ

وَاَنْفِقُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَلَا	تُلْقُوْا	بِاَيْدِيْكُمْ	اِلَى	التَّهْلُكَةِ	وَاَحْسِنُوْا
اور تم خرچ کرو	میں	راستہ	اللہ	اور نہ	ڈالو	اپنے ہاتھ	طرف میں	ہلاکت	اور نیکی کرو

اور تم لوگ خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ
بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو	بیشک	اللہ	دوست رکھتا ہے	نیکی کرنے والے

زکوٰۃ عشر کے علاوہ مالی فرائض

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے فقہاء نے یہ حکم بھی نکالا ہے کہ مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کے علاوہ بھی دوسرے حقوق فرض ہیں مگر وہ نہ دائمی ہیں اور نہ ان کیلئے کوئی نصاب اور مقدار متعین ہے، بلکہ جب اور جتنی ضرورت ہو اس کا انتظام کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے۔

خود اپنی ہلاکت نہ خریدو

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اب ہلاکت میں ڈالنے سے اس جگہ کیا مراد ہے اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:

ابوداؤد اور ترمذی میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیات ہم انصار ہی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے ہم اس کی تفسیر خوب جانتے ہیں بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ اور قوت عطا فرمادی تو ہم میں یہ گفتگو ہوئی کہ اب جہاد کی کیا ضرورت ہے ہم اپنے وطن میں ٹھہر کر اپنے مال و جائیداد کی خبر گیری کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس نے بتلا دیا کہ ہلاکت سے مراد ترک جہاد ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ ترک جہاد مسلمانوں کیلئے ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔ اکثر ائمہ تفسیر نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

عبادت اور معاشرت میں احسان کا مفہوم

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ہے۔ (اور جو کام کیا کرو اچھی طرح کیا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ المحسنین کو پسند فرماتے ہیں)

عبادت سے احسان کی تفسیر حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ اس طرح عبادت کرو جیسے کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ بات حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ اعتقاد تو لازم ہے کہ خدا تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔

معاملات و معاشرت میں احسان کی تفسیر حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ تم سب لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور جس چیز کو تم اپنے لئے برا سمجھتے ہو وہ دوسروں کیلئے بھی برا سمجھو۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ یہ جان آپ کا عطیہ ہے اس کو اپنے راستہ میں کھپانے کا عزم ہم کو نصیب فرما، اور یا اللہ جو مال و دولت ہم کو اس زندگی میں عطا کر رکھا ہے اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرما اور ہم کو اپنے محسنین بندوں میں شامل فرما، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ

لِلّٰهِ	وَالْعُمْرَةَ	الْحَجَّ	وَاَتِمُّوا
اللہ کیلئے	اور عمرہ	حج	اور پورا کرو

اور حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے پورا پورا ادا کیا کرو

سفرِ حج: یوں تو مسلمان کے سارے کام اور ارادے اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کیلئے ہونے چاہئیں لیکن یہاں حج اور عمرہ کے ساتھ اس پر خاص زور اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ اس میں سفر درپیش آتا ہے جس میں سیر و تفریح اور اچھی بُری بہت سی اغراض بآسانی شامل ہوسکتی ہیں اس لئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ تمہاری اوّلین غرض اللہ کی رضا جوئی کے سوا کچھ نہ ہو۔

عمرہ کو چھوٹا حج بھی کہتے ہیں اس کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں وہ سال میں ہر وقت ادا ہو سکتا ہے، البتہ ۹،۱۰ ذی الحجہ اور ایام تشریق یعنی ۱۱،۱۲،۱۳ ذی الحجہ میں عمرہ کرنا مکروہ ہے جو کہ حج کے ایام ہیں۔

حج کی قسمیں: حج کی تین قسمیں ہیں، ایک افراد یعنی ایام حج میں صرف حج کی نیت سے احرام باندھنا اور صرف حج پر اکتفا کرنا، دوسرے تمتع یعنی ایام حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرنا اور اس کے بعد اُسی سفر میں اُسی سال حج کا احرام باندھ کر حج کرنا، تیسرے قران یعنی ایام حج میں حج و عمرہ دونوں کا احرام ساتھ باندھنا اور پہلے عمرہ کر کے احرام کو بدستور قائم رکھنا اور پھر اُسی احرام سے حج کرنا، حنفیہ کے نزدیک یہ تیسری قسم حج کی سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

حج کب فرض ہوتا ہے: اگر کسی عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد شخص کے پاس اتنا مال و دولت ہو گیا کہ جس سے مکہ معظمہ تک آنے جانے کا خرچ پورا ہو سکے اور اس کے سفر کے زمانہ تک کا کھانے پینے کا ضروری خرچ اپنے اہل و عیال کے لئے دے سکے تو حج اس پر فرض ہو جاتا ہے اور تمام زندگی حج کی فرضیت قائم رہتی ہے جب تک کہ حج ادا نہ کرے خواہ بعد میں اس کے پاس اتنا مال و دولت رہے یا نہ رہے عورتوں کیلئے محرم کا ساتھ ہونا اور عدّت سے خالی ہونا بھی شرط ہے: جب حج فرض ہو جائے تو جہاں تک ممکن ہو بہت جلد ادا کیا جائے اور تاخیر نہ کی جائے۔

حج کی فضیلت و برکت: ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حج اور عمرہ کے لئے جانے والے اللہ تعالیٰ کے خاص مہمان ہیں، وہ اللہ سے دُعاء کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کی دُعاء قبول کرتا ہے اور مغفرت مانگیں تو ان کو بخش دیتا ہے۔

مدینہ طیبہ میں روضۂ اقدس کی زیارت اور حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنا (جہاں ایک نماز کا ثواب بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب مذکور ہے) اور براہِ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے والوں کو مکہ و مدینہ پہنچ کر نقد حاصل ہوتی ہیں۔

مسجد حرام جو تمام مساجد سے افضل ہے جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اے اللہ اس درسِ قرآن کے ہر پڑھنے اور سننے والے کو اپنی زندگی میں حج بیت اللہ و زیارت روضہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى

فَاِنْ	اُحْصِرْتُمْ	فَمَا	اسْتَيْسَرَ	مِنَ	الْهَدْيِ	وَلَا	تَحْلِقُوْا	رُءُوْسَكُمْ	حَتّٰى
پھر اگر	تم روک دیئے جاؤ	تو جو	میسر آئے	سے	قربانی	اور نہ	منڈاؤ	اپنے سر	یہاں تک

پھر اگر (حج وعمرہ کے پورا کرنے سے) روک دیئے جاؤ تو جو میسر ہو قربانی کا جانور (ذبح کرے) اور اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک کہ

يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ

يَبْلُغَ	الْهَدْيُ	مَحِلَّهٗ	فَمَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ	مَّرِيْضًا	اَوْ	بِهٖٓ	اَذًى	مِّنْ	رَّاْسِهٖ
پہنچ جائے	قربانی	اپنی جگہ	پس جو	ہو	تم میں سے	بیمار	یا	اس کے	تکلیف	سے	اس کا سر

قربانی اپنے موقع پر نہ پہنچ جاوے، البتہ اگر کوئی تم سے بیمار ہو یا اُس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو

فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ

فَفِدْيَةٌ	مِّنْ	صِيَامٍ	اَوْ	صَدَقَةٍ	اَوْ	نُسُكٍ
تو بدلہ	سے	روزہ	یا	صدقہ	یا	قربانی

فدیہ دے دے روزہ سے یا خیرات دے دینے سے یا ذبح کر دینے سے

محصر کا حکم: یہ آیت چونکہ واقعہ حدیبیہ میں نازل ہوئی ہے جو ۶ھ میں واقع ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہ کرامؓ نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور کفار مکہ نے مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تھا تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر احرام باندھنے کے بعد کوئی مجبوری اور معذوری پیش آ جائے اور حج وعمرہ ادا نہ کر سکیں تو کیا کریں؟ چنانچہ آیت میں محصر کا حکم بتلایا جاتا ہے۔ محصر اُسے کہتے ہیں جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو مگر کسی مجبوری سے پورا نہ کر سکا ہو مثلاً بیماری کی وجہ سے احرام باندھ لینے کے بعد بیت اللہ نہ پہنچ سکے یا کسی دشمن نے راستہ روک لیا یا کوئی موسمی اور دوسری رکاوٹ حائل ہو گئی ہو۔

آیت کے اس حصہ سے متعلق حسب ذیل مسائل ہیں:

۱- اگر حج وعمرہ کسی عذر سے پورا نہ کر سکے خواہ راہ میں بدامنی ہو گئی یا بیماری نے مجبور کر دیا تو ایسے شخص کو چاہیے کہ کسی معتبر شخص سے کہہ دے کہ فلاں تاریخ میں حدِ حرم کے اندر میری طرف سے ایک بکری، اور قران وتمتع میں جن کا ذکر آگے آتا ہے دو بکری ذبح کر دینا اور جب وہ تاریخ آئے اور گمان غالب ہو کہ اب جانور حدِ حرم میں ذبح ہو گیا ہو گا تو سر منڈا دے یا بال کٹا دے اس سے احرام کھل جاوے گا۔ پھر اس حج یا عمرہ کو قضا کرنا پڑیگا۔

۲- سر منڈانے کا حکم یا تمام بال کتروانے کا حکم صرف مردوں کیلئے ہے، عورتوں کیلئے نہیں، عورت صرف ایک انگل بال کاٹ ڈالے۔ (بیان القرآن)

۳- اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور اس کو پورا کرنے سے مجبوری نہیں ہوئی یا نہیں رہی لیکن اور کسی عذر یا بیماری یا تکلیف سے سر منڈانے کی ضرورت پڑی تو اس کو تین باتوں کا برابر اختیار ہے۔ خواہ سر منڈا کر تین روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایک بکری (حدود حرم میں) ذبح کر کے مسکینوں کو کھلائے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حج وعمرہ وزیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرمائے اور ہمارے لئے آسان فرمائے ہر قسم کی رکاوٹ سے بچائے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

فَاِذَا	اَمِنْتُمْ	فَمَنْ	تَمَتَّعَ	بِالْعُمْرَةِ	اِلَى	الْحَجِّ	فَمَا	اسْتَيْسَرَ	مِنَ الْهَدْيِ
پھر جب	تم امن میں ہو	تو جو	فائدہ اٹھائے	ساتھ۔ عمرہ	تک	حج	تو جو	میسر آئے	سے۔ قربانی

پھر جب تم امن کی حالت میں ہو تو جو شخص عمرہ سے اُس کو حج کے ساتھ ملا کر متمتع ہوا ہو تو جو کچھ قربانی میسر ہو (ذبح کرے)

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ

فَمَنْ	لَمْ يَجِدْ	فَصِيَامُ	ثَلٰثَةِ	اَيَّامٍ	فِى الْحَجِّ	وَسَبْعَةٍ	اِذَا رَجَعْتُمْ	تِلْكَ
پھر جو	نہ پائے	تو روزہ رکھے	تین	دن	حج میں	اور سات	جب تم واپس آجاؤ	یہ

پھر جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو تو تین دن کے روزہ ہیں حج میں اور سات ہیں جب کہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آجائے

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا

عَشَرَةٌ	كَامِلَةٌ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	لَمْ يَكُنْ	اَهْلُهٗ	حَاضِرِى	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَاتَّقُوا
دس	پورے	یہ	لئے۔ جو	نہ ہوں	اسکے گھر والے	موجود	مسجد حرام	اور تم ڈرو

یہ پورے دس ہوئے یہ اس شخص کیلئے ہے جس کے اہل مسجد حرام کے قریب میں نہ رہتے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۱۹۶

اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
اللہ	اور	جان لو	کہ	اللہ	سخت	عذاب

ڈرتے رہو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سزائے سخت دیتے ہیں

مختلف قسم کے حاجیوں کے احکام

آیت کے اس حصہ سے متعلق حسب ذیل مسائل ہیں:

۱- تمتع اور قران میں ایک جانور ذبح کرنا ایام قربانی میں حدِ حرم کے اندر واجب ہوتا ہے افراد میں قربانی واجب نہیں۔

۲- تمتع و قران میں جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو تو اس کے عوض میں دس روزے رکھنے ضروری ہیں، تین روزے تو دسویں ذی الحجہ سے پہلے ختم کر دے اور جب حج کر چکے سات اس وقت رکھ لے۔ خواہ وطن آکر رکھ لے یا وہاں ہی رکھ لے اور اگر دسویں ذی الحجہ سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکا تو پھر قربانی ہی کرنا واجب ہے۔

۳- افراد حج ہر شخص کو جائز ہے تمتع اور قران صرف ان لوگوں کو جائز ہے جو میقات کے حدود سے باہر رہتے ہوں، میقات ان معین مقامات کو کہتے ہیں کہ جہاں سے مکہ معظمہ کو جانے والے کیلئے احرام باندھنا حج یا عمرہ کیلئے واجب ہے۔ (بیان القرآن)

آیت میں احکام حج بیان فرما کر اخیر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ فرما کر یہ تنبیہ مقصود ہے کہ احکامِ الٰہی کی پابندی رکھو، خلاف ورزی نہ کرو۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم میں سے ہر ایک کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❀❀ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ❀❀

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا										
اَلْحَجُّ	اَشْهُرٌ	مَّعْلُوْمٰتٌ	فَمَنْ	فَرَضَ	فِیْهِنَّ	الْحَجَّ	فَلَا	رَفَثَ	وَلَا فُسُوْقَ	وَلَا
حج	مہینے	معلوم مقرر	پس جس نے	لازم کرلیا	ان میں	حج	تو نہ	بے پردہ ہو	اور نہ گالی دے	اور نہ
حج کے چند مہینہ ہیں جو معلوم ہیں سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی ہے										

جِدَالَ فِی الْحَجِّ	جِدَالَ	فِی الْحَجِّ
اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے	جھگڑا	حج میں

حج کا وقت

زمانہ حج کے متعلق ارشاد ہے: "افعال حج کے لئے چند مہینے ہیں جو مشہور ومعلوم ہیں یعنی پورا ماہ شوال، پورا ماہ ذی القعدہ اور دس تاریخیں ماہ ذی الحجہ کی۔" اصل ارکان حج تو ذی الحجہ کے دوسرے ہفتہ میں ادا ہوتے ہیں مگر احرام حج شوال ہی سے بندھنا شروع ہو جاتا ہے۔

عرب میں جاہلیت سے لے کر زمانہ اسلام تک یہی مہینے حج کے مقرر رہے ہیں اور شوال سے حج کے مہینے شروع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں بعض ائمہ کے نزدیک تو قبل شوال کے احرام سے حج کی ادائیگی نہیں ہو سکتی، لیکن ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس احرام سے حج تو ادا ہو جائے گا مگر مکروہ ہوگا۔

حاجیوں کیلئے آداب

حالت احرام میں جن امور سے پرہیز کرنا لازم ہے وہ تین چیزیں فرمائی گئی ہیں۔

۱- رَفَثَ ایک جامع لفظ ہے، اس میں عورتوں سے اختلاط کرنا، عورتوں سے بے پردہ ہونا، عورتوں کی طرف رغبت کرنا اور زبان سے عورت کے ساتھ بے حجابی کی کھلی گفتگو کرنا یہ سب شامل ہیں احرام باندھنے والے کو یہ سب باتیں حرام اور ممنوع ہیں۔

۲- فُسُوْقَ کے مطلب نافرمانی کے ہیں جو اپنے عام معنی کے اعتبار سے تمام گناہوں کو شامل ہے۔ مگر بعض مفسرین نے اس جگہ فُسُوْقَ سے وہ خاص کام جو حالت احرام میں ممنوع و ناجائز ہیں مراد لئے ہیں یعنی وہ چیزیں جو اصل سے تو گناہ نہیں مگر احرام کی وجہ سے ناجائز ہو جاتی ہیں وہ چھ چیزیں ہیں جن کو محظورات احرام کہتے ہیں:

۱- بیوی کے ساتھ مباشرت اور اس کے تمام متعلقات۔

۲- خوشبو استعمال کرنا ۳- بدن سے بال دُور کرنا یا ناخن کاٹنا

۴- خشکی کے جانور کو شکار کرنا۔

۵- سلے ہوئے کپڑے پہننا (یہ صرف مردوں کیلئے خاص ہے)

۶- سر اور چہرہ کو ڈھانکنا، سر کا ڈھانکنا صرف مردوں کیلئے ممنوع ہے، عورتوں کیلئے نہیں۔

۳- جِدَالَ جھگڑے، تکرار اور سخت قسم کے نزاع کو کہتے ہیں، باہم لڑائی، جھگڑا اور فسوق و گناہ تو ہر جگہ اور ہر حال میں مذموم اور برا ہے لیکن حالت احرام میں اس کا گناہ اور زیادہ شدید ہو جاتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حج مبرور و مقبول نصیب فرمائے اللہ حج کو حاجیوں کی اصلاح و بخشش کا ذریعہ بنائے۔ ہر حاجی کو حج کے آداب کی رعایت رکھنے والا بنائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ

وَمَا	تَفْعَلُوْا	مِنْ خَيْرٍ	يَّعْلَمْهُ	اللهُ	وَتَزَوَّدُوْا	فَاِنَّ	خَيْرَ	الزَّادِ	التَّقْوٰى	وَ
اور جو	تم کرو گے	نیکی سے	اسے جانتا ہے	اللہ	اور تم زادِ راہ لے لیا کرو	پس بیشک	بہتر	زادِ راہ	تقویٰ	اور

اور جو نیک کام کرو گے خدا تعالیٰ کو اُس کی اطلاع ہوتی ہے اور خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں بچا رہنا ہے (سوال اور گداگری سے) اور

اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

اتَّقُوْنِ	يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ
اور مجھ سے ڈرو	اے عقل والو

اے ذی عقل لوگوں مجھ سے ڈرتے رہو

ممنوعات احرام بیان فرمانے کے بعد ہدایت دی گئی کہ حج کے مبارک ایام اور مقدس مقامات میں تو صرف یہی نہیں کہ ممنوعات احرام اور گناہوں سے بچو بلکہ موقع غنیمت جان کر عبادت، ذکر اللہ اور نیک کاموں میں لگے رہو اور جو بھی کوئی نیک کام کرے گا وہ اللہ کے علم میں ہے اور اس پر بہت کچھ اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔ یونانی طبیب موسم بہار میں مصفیات پلاتے ہیں اور سردیوں کے موسم میں مقویات دیتے ہیں کیونکہ ان دواؤں کو ان موسموں کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ رمضان کا مہینہ اور حج کے موسم بھی روحانیت کے عالم میں اپنی صحت بخش آب و ہوا کے لئے ممتاز ہے تو طبیب حقیقی ان موسموں میں اعمال خیر کی طرف خصوصی توجہ کیسے نہ دلاتا۔

سفر خرچ کے متعلق ہدایت

آگے اُن لوگوں کی اصلاح ہے جو حج و عمرہ کیلئے اپنے وطن سے بغیر ضروری زادِ راہ کے بے سروسامانی کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ اللہ پر توکل کرتے ہیں، پھر راستہ میں حوائج سے مجبور ہو کر سوال کیلئے دست دراز کرنا پڑتا ہے یا بھیک مانگنا پڑتی ہے اور خود بھی تکلیف اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی پریشان کرتے ہیں اور اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالتے ہیں، ان کی ہدایت کیلئے حکم ہوا کہ سفر حج کیلئے ضروریات سفر اور زادِ راہ ساتھ لے لینا چاہیے، یہ توکل کے منافی نہیں، بلکہ توکل کی حقیقت یہی ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے اسباب و وسائل کو اپنی مقدور کے موافق حاصل کرے اور پھر اللہ پر توکل اور بھروسہ کرے۔ ترک اسباب کا نام توکل نہیں۔

آیت کے اخیر میں یہاں پھر اللہ سے ڈرتے رہنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم بار بار قرآن کریم میں آیا ہے خواہ کسی بھی شعبۂ زندگی کے متعلق ہدایات ہوں۔ ہر جگہ تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرتے رہنا اور پرہیزگاری و تقویٰ اختیار کرنے کا سبق اس کے ساتھ ضرور ملتا ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان خواہ زندگی کے کسی میدان میں سرگرم عمل ہو اس کو ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کے احکام اور اس کے حضور حاضری پیش نظر رکھنا چاہیے۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم میں سے ہر ایک کو حج و عمرہ کی دولت سے نوازیں، اور اپنی رضا کے لئے تمام اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جملہ عبادات میں ہم کو خلوص عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط

لَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَنْ	تَبْتَغُوْا	فَضْلًا	مِنْ	رَبِّكُمْ	
نہیں	تم پر	کوئی گناہ	اگر تم	تلاش کرو	فضل	سے	اپنا رب	

تم کو اس میں بھی ذرا گناہ نہیں کہ معاش کی تلاش کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے

سفرِ حج کے دوران تجارت و مزدوری

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

ایک صاحب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئے اور یہ سوال کیا کہ ہمارا پیشہ پہلے سے یہ ہے کہ ہم اونٹ کرایہ پر چلاتے ہیں کچھ لوگ ہمارے اونٹ حج کیلئے کرایہ پر لے جاتے ہیں ہم ان کے ساتھ جاتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں تو اس طرح روزی کمانے کے ساتھ کیا ہمارا حج ہوگا؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آپ سے یہی سوال کیا تھا جو تم مجھ سے کر رہے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو اس وقت کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ حکم نازل ہوا۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلوایا اور فرمایا کہ تمہارا حج صحیح ہے۔

الغرض اس حکم میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ اگر کوئی شخص دوران حج میں کوئی خرید و فروخت یا مزدوری یا تجارت کر کے کچھ نفع اٹھالے یا کچھ کمالے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ مدار اصل نیت پر ہے اگر کسی شخص کی نیت میں اصل میں دنیوی نفع، تجارت یا مزدوری ہے اور ضمنی طور پر حج کا بھی قصد کرلیا یا نفع تجارت اور قصد حج دونوں مساوی صورت میں ہیں تو یہ اخلاص کے خلاف ہے، حج کا ثواب اس سے کم ہو جائے گا اور اگر اصل نیت حج کی ہے لیکن مصارف حج یا ضروریات میں کچھ تنگی ہے اس کو پورا کرنے کیلئے کوئی مزدوری یا اُجرت پر کام کرلیا یا کوئی معمولی تجارت کرلی تو یہ اخلاص کے بالکل منافی نہیں مگر علماء نے لکھا ہے کہ خاص اُن پانچ ایام حج میں جس میں مناسک حج ادا کئے جاتے ہیں کوئی مشغلہ تجارت وغیرہ کا نہ رکھے بلکہ ان ایام کو خالص عبادت و ذکرالٰہی میں گذارے۔

یہاں فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فرما کر یہ بھی بتلا دیا کہ جو رزق یا فائدہ تمہیں حاصل ہوتا ہے یہ محض اپنی ذاتی کوشش یا محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ اپنی رحمت سے تمہیں دیتا ہے اس لئے تجارت یا کاروبار کرتے وقت بھی اس بات کی طرف نظر رکھنا چاہیے کہ جو نفع یا فائدہ ہمیں ملتا ہے وہ دراصل اللہ کی طرف سے ہے۔ اس ہدایت پر عمل کے بعد تجارت کی کوئی بڑی سے بڑی مشغولیت بھی تجارت باقی رہ سکتی ہے؟ تجارت اس حال میں اگر عبادت نہ بن جائے تو آخر کیا ہو؟

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت کے منافع سے مالا مال کر کے سرفرازی و کامرانی نصیب فرمائے۔ دنیا میں بھی عزت و سرخروئی نصیب فرمائے اور آخرت میں بھی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ

وَاذْكُرُوْهُ	الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ	عِنْدَ	اللّٰهَ	فَاذْكُرُوا	عَرَفٰتٍ	مِّنْ	اَفَضْتُمْ	فَاِذَآ
اور اسے یاد کرو	مشعر حرام	نزدیک	اللہ	تو یاد کرو	عرفات	سے	تم لوٹو	پھر جب

پھر جب تم عرفات سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس خدا تعالیٰ کی یاد کرو اور اس طرح یاد کرو

كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿١٩٨﴾

الضَّآلِّيْنَ	لَمِنَ	مِنْ قَبْلِهٖ	كُنْتُمْ	وَاِنْ	هَدٰىكُمْ	كَمَا
ناواقف	ضرور سے	اس سے پہلے	تم تھے	اور اگر	اس نے تمہیں ہدایت دی	جیسے

جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے اور حقیقت میں قبل اس کے تم محض ناواقف ہی تھے

حج میں قیامِ مزدلفہ اور ذکر

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ یہاں احکام حج کے سلسلہ میں بتلایا گیا کہ عرفات سے واپسی میں رات کو مزدلفہ میں قیام اور اس کا خاص ذکر واجب ہے۔ عازمین حج ۸؍ذی الحجہ کی دوپہر تک مکہ معظمہ سے منیٰ آ جاتے ہیں۔ ۹؍ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد سے منیٰ سے عرفات کو روانہ ہو جاتے ہیں اور قبل از زوال عرفات کے میدان میں پہنچ جاتے ہیں۔ سورج کے غروب ہوتے ہی اس میدان کو چھوڑ دینے کا حکم ہے بغیر نماز مغرب پڑھے ہوئے نماز مغرب عرفات میں پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ مغرب وعشاء کی نمازیں مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت اکٹھا ادا کی جاتی ہیں، اسی مزدلفہ کو جو حدود حرم میں ہے مشعر الحرام بھی کہتے ہیں جس کا ذکر یہاں آیت میں آیا ہے مشعر کے معنی اشعار اور علامت کے ہیں اور حرام بمعنی محترم ومقدس کے ہے۔ حجاج کیلئے یہ مزدلفہ کی رات شب قدر کی رات سے کم افضل نہیں۔ صبح صادق کے بعد نماز فجر مزدلفہ میں ادا کر کے قریب طلوع شمس کے تمام حجاج منیٰ کی واپسی کیلئے روانہ ہو جاتے ہیں، مزدلفہ میں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا جیسا کہ آیت میں حکم ہے ہر طرح کے ذکر اللہ کو شامل ہے مگر خصوصیت سے دونوں نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ ادا کرنا اس جگہ کی مخصوص عبادت ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت میں وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد اور ذکر کے لئے جو طریقہ بتلایا ہے اسی طرح اس کو یاد کرو یعنی اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہ دو مثلاً رائے اور قیاس کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ مغرب کی نماز مغرب کے وقت میں پڑھی جائے اور عشاء کی نماز عشاء کے وقت میں لیکن اس روز اور اس مقام پر حق تعالیٰ کا یہی حکم ہے اور یہی پسند ہے کہ مغرب کی نماز مؤخر کی جائے اور اس کو عشاء کے ساتھ پڑھا جائے۔

انسان کی ہدایت کا سرچشمہ

وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ اور بے شک اس سے پہلے تم ناواقف تھے، فرما کر قرآن کریم نے یہ بھی واضح کر دیا کہ جب تک انسان اللہ کی دی ہوئی روشنی اور ہدایت سے کام نہ لے اور اس کی بھیجی ہوئی وحی کو مشعلِ راہ نہ بنائے اور اس کی نازل کی ہوئی تعلیم کو بنیادِ عمل نہ ٹھہرائے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں کو نہ اپنائے وہ ناواقف اور بھٹکتا ہی رہے گا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہم کو ہر حال میں ''کتاب'' اور ''سنت'' کی پیروی نصیب فرما اور جملہ عبادات میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اتباع کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ

ثُمَّ	اَفِیْضُوْا	مِنْ حَیْثُ	اَفَاضَ	النَّاسُ	وَاسْتَغْفِرُوا	اللّٰہَ	اِنَّ	اللّٰہَ	غَفُوْرٌ
پھر	تم لوٹو	سے - جہاں	لوٹیں	لوگ	اور مغفرت چاہو	اللہ	بیشک	اللہ	بخشنے والا

پھر تم سب کو ضرور ہے کہ اُسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر واپس آتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے

رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ

رَّحِیْمٌ	فَاِذَا	قَضَیْتُمْ	مَّنَاسِکَکُمْ	فَاذْکُرُوا	اللّٰہَ	کَذِکْرِکُمْ	اٰبَآءَکُمْ	اَوْ
رحم کرنیوالا	پھر جب	تم ادا کر چکو	حج کے مراسم	تو یاد کرو	اللہ	جیسی تمہاری یاد	اپنے باپ دادا	یا

اور مہربانی فرمادیں گے پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکا کرو تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کیا کرتے ہو

اَشَدَّ ذِکْرًا ؕ

اَشَدَّ	ذِکْرًا
زیادہ	یاد

بلکہ یہ ذکر اُس سے بڑھ کر ہو

نسلی امتیاز کا خاتمہ: اسلام سے پہلے قریش بیت اللہ کے محافظ اور مجاور اور کلید بردار تھے اور اُن کی ایک ممتاز حیثیت تھی انہوں نے اپنے واسطے ہر بات میں کچھ امتیازی خصوصیات قائم کر رکھی تھیں چنانچہ حج میں بھی اپنی امتیازی شان قائم رکھنے کے لئے قریش یہ کرتے کہ عام عرب تو حج کے ایام میں عرفات کو جاتے اور وہاں وقوف کر کے واپس آتے لیکن قریش راستہ میں مزدلفہ ہی تک رہتے اور مزدلفہ ہی میں ٹھہر کر وہیں سے مکہ واپس لوٹ آتے اور کہتے کہ ہم چونکہ بیت اللہ اور حرم کے مجاور ہیں اس لئے حدودِ حرم سے باہر جانا ہمارے لئے مناسب نہیں، مزدلفہ حدودِ حرم کے اندر ہے اور میدانِ عرفات حدودِ حرم سے باہر ہے۔ حق تعالیٰ کے اس فرمان نے اُن کی غلط کاری کی تردید فرمائی اور حکم دیا کہ تم بھی وہیں جاؤ جہاں سب عام عرب جاتے ہیں یعنی عرفات میں اور پھر وہیں سے سب کے ساتھ واپس آؤ۔

اوّل تو عام انسانوں سے اپنے آپ کو ممتاز کر کے رکھنا خود ایک متکبرانہ فعل ہے جس سے ہمیشہ ہی پرہیز لازم ہے اور پھر خصوصاً حج میں جہاں لباس واحرام کی یکسانیت کے ذریعہ اس کا سبق دیا جاتا ہے کہ انسان سب برابر ہیں۔ امیر و غریب، بڑے چھوٹے، کالے گورے، عالم جاہل کا اس دربار میں کوئی امتیاز نہیں، عبادات میں قومی امتیاز اور نسلی برتری کوئی چیز نہیں، اللہ کی بندگی اور عبادت میں سب یکساں و برابر ہیں، اس کے ہاں اگر کسی چیز کی قدر ہے تو وہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

آباؤ اجداد پر فخر کی رسم: جاہلیت میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں جمع ہو کر اپنے باپ دادا کے مفاخر اور فضائل بیان کرتے، حق تعالیٰ بجائے اس بیہودہ شغل کے اپنے ذکر کی تعلیم فرماتے ہیں کہ تم جو مناسک و فرائض حج سے فارغ ہو کر منیٰ کے میدان میں جمع ہوتے ہو اور یہاں اپنے قبیلے اور باپ دادا کے کارناموں کا ذکر کرتے ہو، ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر فخریہ انداز میں اپنی خاندانی عظمت کا اظہار کرتے ہو تو اس قبیح رسم کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء تسبیح و تہلیل و تکبیر بیان کیا کرو کیونکہ انسان کو بزرگی اور برتری دینے والا، شرافت و عظمت عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے ہر قسم کی تعریف حمد و ثنا اُسی کے لئے مخصوص ہونا چاہیے۔

14

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾

فَمِنَ النَّاسِ	مَنْ	يَّقُوْلُ	رَبَّنَآ	اٰتِنَا	فِي	الدُّنْيَا	وَمَا	لَهٗ	فِي	الْاٰخِرَةِ	مِنْ خَلَاقٍ
پس ۔ سے ۔ آدمی	جو	کہتا ہے	اے ہمارے رب	ہمیں دے	میں	دنیا	اور نہیں	اس کیلئے	میں	آخرت	کچھ حصہ

سو بعضے آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں دے دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے گا

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا

وَمِنْهُمْ	مَنْ	يَّقُوْلُ	رَبَّنَآ	اٰتِنَا	فِي الدُّنْيَا	حَسَنَةً	وَفِي الْاٰخِرَةِ	حَسَنَةً	وَقِنَا
اور ان سے	جو	کہتا ہے	اے ہمارے رب	ہمیں دے	دنیا میں	بھلائی	اور آخرت میں	بھلائی	اور ہمیں بچا

اور بعضے آدمی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو

عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۚ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾

عَذَابَ	النَّارِ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	نَصِيْبٌ	مِّمَّا	كَسَبُوْا	وَاللّٰهُ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ
عذاب	آگ دوزخ	یہی لوگ	ان کیلئے	حصہ	اس سے جو	انہوں نے کمایا	اور اللہ	جلد	حساب لینے والا

عذابِ دوزخ سے بچائیے ایسے لوگوں کو بڑا حصہ ملے گا بدولت اُن کے اس عمل کے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب لینے والے

جامع نظریہ کی تعلیم: جاہلیت میں بعضوں کی عادت تھی کہ حج میں ذکر تو اللہ تعالیٰ ہی کا کرتے لیکن چونکہ آخرت کے قائل نہ تھے لہٰذا تمام تر ذکر ان کا صرف دنیا کیلئے دُعاء مانگنا ہوتا تھا اور اُن کی تمام تر دُعائیں صرف دنیوی حاجات اور دنیا کی راحت وعزت ودولت وبڑائی کیلئے ہوتی تھی، آخرت کیلئے کوئی دُعاء ہی نہ ہوتی تھی کیونکہ وہ آخرت کے قائل ہی نہ تھے۔ تو یہاں دُعاؤں میں محض دنیا طلبی کی مذمت فرمائی گئی منکر آخرت ہو کر محض طالب دُنیا ہونے پر بتلایا گیا کہ اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور وہ آخرت میں سراسر محروم وخاسر ہوگا اور جو آخرت پر یقین وایمان رکھتے ہوئے خیر وخوبی کا طالب ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کو دونوں جہان میں اجر وثواب اور دنیا وآخرت میں ان دعاؤں کا نیک نتیجہ ملے گا۔

یہاں جو یہ دُعاء رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ تلقین کی گئی تو یہ ایک ایسی جامع دُعاء ہے کہ اس میں انسان کے تمام دینی ودنیوی مقاصد آجاتے ہیں اور دونوں جہان میں خیر وخوبی وبھلائی نصیب ہوتی ہے روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ دُعاء مانگا کرتے تھے اور حالتِ طواف خانہ کعبہ میں تو ہر چکر کے اخیر میں خصوصیت کے ساتھ یہ دُعاء مسنون ہے۔

آیت کے اخیر میں وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ فرما کر ایک طرف تو ان کو تنبیہ کی گئی جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور محض دنیا کے طلبگار ہیں کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں۔ اُس دن یہ لوگ دیکھ لیں گے کہ آخرت کو بھول کر اور محض دنیا ہی کے طلبگار رہ کر یہ کتنے نقصان اور خسارہ میں رہے دوسری طرف اس جملہ سے آخرت پر ایمان رکھنے والوں اور دنیا وآخرت دونوں جہان میں بھلائی وبہتری کی دُعاء کرنے والوں کو تسلی ہے کہ تمہیں بہت جلد اپنے نیک عمل اور دُعاؤں کا نتیجہ وجزا ملنے والا ہے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ

وَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	فِيْ	اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ	فَمَنْ	تَعَجَّلَ	فِيْ	يَوْمَيْنِ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ
اور تم یاد رکھو	اللہ	میں	دن۔ گنتی کے	پس جو	جلد چلا گیا	میں	دو دن	تو نہیں	گناہ	اس پر

اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک پھر جو شخص دو دن میں تعجیل کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دو دن میں تاخیر کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں

وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ

وَمَنْ	تَاَخَّرَ	فَلَآ	اِثْمَ	عَلَيْهِ	لِمَنِ	اتَّقٰى	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّكُمْ	اِلَيْهِ
اور جس	تاخیر کی	تو نہیں	گناہ	اس پر	لئے۔ جو	ڈرتا رہا	اور تم ڈرو	اللہ	اور جان لو	کہ تم	اس کی طرف

اس شخص کے واسطے جو ڈرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے

تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

تُحْشَرُوْنَ
جمع کئے جاؤ گے

پاس جمع ہونا ہے

قیامِ منیٰ اور رمی جمرات

یہ آیت جو اس جگہ احکام حج کے سلسلہ میں آخری آیت ہے اس میں حجاج کو منیٰ میں قیام و جمرات پر کنکریاں مارنے کے متعلق ہدایت فرمائی جاتی ہے۔ گویا یہاں اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی کہ منیٰ میں قیام اور جمرات پر کنکریاں مارنا کب تک ضروری ہے۔ اس میں اہل جاہلیت کا اختلاف رہا کرتا تھا بعض لوگ تیرہویں تاریخ ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام اور جمرات پر رمی کرنے کو ضروری سمجھتے تھے اس سے پہلے بارہویں تاریخ کو واپس مکہ آجانے والے کو گنہگار کہا کرتے تھے اسی طرح دوسرے لوگ بارہویں تاریخ کو چلے آنا ضروری سمجھتے تھے اور تیرہویں تک منیٰ میں ٹھہرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس کی اصلاح آیت میں اس طرح کی گئی کہ جو شخص عید (یعنی دس ذی الحجہ) کے بعد صرف دو دن منیٰ میں قیام کر کے مکہ واپس آجائے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو تیسرے دن تک مؤخر کرے یعنی تیرہویں کو واپس آئے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں چنانچہ مسئلہ اب بھی یہی ہے کہ حجاج کو اختیار ہے جس پر چاہیں عمل کریں البتہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ تیسرے دن تک ٹھہریں، فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص دوسرے دن غروب آفتاب سے پہلی منیٰ سے مکہ چل کر آیا اس پر تیسرے دن کی رمی یعنی جمرات پر کنکریاں مارنا واجب نہیں لیکن اگر آفتاب منیٰ میں رہتے ہوئے غروب ہو گیا تو پھر تیسرے دن کی رمی کرنے سے پہلے منیٰ سے واپس مکہ آنا جائز نہیں۔ البتہ تیسرے دن کی رمی میں یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ زوال آفتاب سے پہلے صبح کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔ احکام حج کے خاتمہ پر بھی تقویٰ کی تاکید فرمائی گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ خاص ایام حج میں جب کہ اعمال حج میں مشغول ہو اُس وقت بھی اللہ سے ڈرتے رہو احکام حج میں کوتاہی نہ کرو اور بعد میں بھی اپنے حج پر مغرور نہ ہو کہ دل میں اپنی بزرگی اور بڑائی کا خیال آوے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور گناہوں سے بچنے اور پرہیز کرنے کا اہتمام کرتے رہو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی زندگی میں حج و عمرہ کی سعادت نصیب فرمائیں اور جن کو یہ سعادت نصیب ہو چکی ہے ان کو بار بار اپنے گھر کی حاضری کی دولت عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ

وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يُّعْجِبُكَ	قَوْلُهٗ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَيُشْهِدُ	اللّٰهَ	عَلٰى	مَا	فِيْ
اور سے	لوگ	جو	تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہے	اسکی بات	میں	زندگی	دنیا	اور وہ گواہ بناتا ہے	اللہ	پر	جو	میں

اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بتاتا ہے اپنے مافی

قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا

قَلْبِهٖ	وَهُوَ	اَلَدُّ	الْخِصَامِ	وَاِذَا	تَوَلّٰى	سَعٰى	فِي	الْاَرْضِ	لِيُفْسِدَ	فِيْهَا
اس کا دل	حالانکہ وہ	سخت	جھگڑالو	اور جب	وہ لوٹے	دوڑتا پھرے	میں	زمین	تاکہ فساد کرے	اس میں

الضمیر پر حالانکہ وہ مخالفت میں شدید ہے اور جب پیٹ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے

وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ

وَيُهْلِكَ	الْحَرْثَ	وَ	النَّسْلَ	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	الْفَسَادَ	وَاِذَا	قِيْلَ	لَهٗ	اتَّقِ	اللّٰهَ
اور تباہ کرے	کھیتی	اور	نسل	اور اللہ	ناپسند کرتا ہے	فساد	اور جب	کہا جائے	اس کو	ڈر	اللہ

اور کھیتی اور مویشی کو تلف کر دے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کر

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

اَخَذَتْهُ	الْعِزَّةُ	بِالْاِثْمِ	فَحَسْبُهٗ	جَهَنَّمُ	وَلَبِئْسَ	الْمِهَادُ	
اُسے آمادہ کرے	عزت غرور	گناہ پر	تو کافی ہے اسکو	جہنم	اور البتہ بُرا	ٹھکانا	

تو نخوت اس کو اس گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بُری ہی آرام گاہ ہے

منافقت کا انجام: اوپر دو قسم کے انسانوں کا ذکر تھا آخرت کے قائلین و معتقدین کا اور آخرت کے منکرین و منافقین کا اب منافقین کے بیان سے ان دو قسموں کی تفصیلات کا آغاز ہو رہا ہے۔ مذکورہ آیات کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ قبیلہ ثقیف کا ایک شخص اخنس بن شریق تھا وہ ظاہری طور پر اسلام کا ہمدرد اور غمخوار معلوم ہوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں آتا تو بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتا، بات بات پر قسمیں کھاتا، لیکن یہ جب مجلس سے اُٹھ کر چل دیتا تو طرح طرح کی شرارتوں میں لگ جاتا اسی کے متعلق ان تین آیات کا نزول ہوا لیکن یہ ہر اُس شخص پر صادق آتی ہیں جو اس منافقانہ خصلت و فطرت کا آدمی ہو کہ بظاہر اسلام اور مسلمانوں کی ہمدردی کے لمبے چوڑے دعوے کرتا ہو بات بات پر اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہو لیکن ہر حق بات سے الجھتا ہو، شہر میں فتنہ فساد کی آگ بھڑکاتا ہو اور اپنے غرور میں اللہ تعالیٰ سے سرکشی و بغاوت کرتا ہو ایسے لوگوں کا انجام بتلایا گیا کہ ان کیلئے جہنم تیار ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کیساتھ ایمان پر قائم رکھے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

وَ	مِنَ	النَّاسِ	مَنْ	یَّشْرِیْ	نَفْسَهُ	ابْتِغَآءَ	مَرْضَاتِ	اللّٰہِ	وَاللّٰہُ	رَءُوْفٌ	بِالْعِبَادِ
اور	سے	لوگ	جو	بیچ ڈالتا ہے	اپنی جان	حاصل کرنا	رضا	اللہ	اور اللہ	مہربان	بندوں پر

اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

یہ آیت حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ میں نازل ہوئی جب کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کیلئے روانہ ہوئے تو راستہ میں کفار قریش کی ایک جماعت نے روک لیا یہ دیکھ کر حضرت صہیبؓ اپنی سواری سے نیچے اتر کر کھڑے ہو گئے اور ان کے ترکش میں جتنے تیر تھے سب نکال لئے اور قریش کی اس جماعت سے خطاب کیا کہ اے جماعتِ قریش تم جانتے ہو کہ میں مشہور تیرانداز ہوں اگر تم نے مجھ تک آنا چاہا تو پہلے اپنے ترکش کے سارے تیر خرچ کروں گا پھر تلوار سے جہاں تک قوت کام دے گی تم کو قتل کروں گا۔ جب تھک جاؤں گا اس وقت تم مجھ کو پکڑ سکو گے اس میں تمہاری سینکڑوں لاشیں زمین پر تڑپتی نظر آئیں گی اس لئے بہتر یہ ہے کہ واپس چلے جاؤ ہاں اگر مال کی طلب ہے تو مکہ میں جہاں جہاں میرا مال ہے بتائے دیتا ہوں جا کر لے لو، کفار اس بات پر راضی ہو گئے حضرت صہیبؓ اُن کو سارا مال بتا کر مدینہ کو چل دیئے ادھر مدینہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صہیبؓ نے بڑی نفع کی تجارت کی، حضرت صہیبؓ کے پہنچنے سے قبل حضرت عمر فاروقؓ ایک جماعت صحابہ کے ساتھ اُن کے استقبال کیلئے آئے اور جب حضرت صہیبؓ سے ملاقات ہوئی تو سب نے کہا کہ آپ کی تجارت بڑی سود مند اور نفع بخش ہوئی اور سب نے مبارکبادیاں دیں کہ آپ نے بڑی نفع کی تجارت کی۔ جب حضرت صہیبؓ مدینہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اس آخری آیت کا شانِ نزول بھی اگرچہ خاص ہے لیکن آیت کا حکم عام ہے اور تمام انصار و مہاجرین بلکہ صلحائے اُمت بھی اس حکم میں شریک ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں دو گروہوں کا بیان ہوا، ایک تو وہ جو صرف دُنیا کا طالب تھا ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اس کا انجام بتلایا گیا کہ ایسوں کی سزا کے لئے جہنم بہت کافی ہے جو بدترین مقام ہے دوسرا گروہ وہ کہ جو خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان سے بھی دریغ نہیں کرتا سو اللہ تعالیٰ بھی ان پر مہربانی فرماتا ہے اور ان پر شفقت رکھتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ ہم کو اپنا وہ خوف اور ڈر نصیب فرما کہ ہم کو جو چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے یا اللہ اس دنیا میں ہم کو آخرت کی سود مند تجارت کی توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنی جانوں کو اپنی رضا کے کاموں میں لگانے کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ! حب دنیا، نفاق، تکبر، غرور اور فساد فی الارض کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرما اور تمام اہل اسلام کو ان مہلک امراض سے بچنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ادْخُلُوْا	فِى	السِّلْمِ	كَآفَّةً	وَ	لَا تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ	الشَّيْطٰنِ
اے	جو لوگ ایمان لائے	تم داخل ہو جاؤ	میں	اسلام	پورے پورے	اور	نہ پیروی کرو	قدم	شیطان

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا

اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ	فَاِنْ	زَلَلْتُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْكُمُ	الْبَيِّنٰتُ	فَاعْلَمُوْٓا
بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلا	پھر اگر	تم ڈگمگا گئے	اس کے بعد	جو	تمہارے پاس آئے	واضح احکام	تو جان لو

واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں پہنچ چکی ہیں لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ

اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اَنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
کہ	اللہ	غالب	حکمت والا

حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ: یہ آیات حضرت عبداللہ بن سلام اور دیگر علمائے یہود کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں کہ جنہوں نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ہم کو احکام اسلامیہ کی تعمیل کے ساتھ اس کی بھی اجازت دے دی جائے کہ شریعت موسویہ کے مطابق ہفتہ کے دن کی تعظیم اور اونٹ کے گوشت اور دودھ سے پرہیز کرتے رہیں اور توریت کی بھی تلاوت کرتے رہیں۔ اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس خیال کی اصلاح فرمائی۔

تم دین اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور عقائد سے لے کر اعمال تک اور عبادات سے لے کر اخلاق و معاملات تک اسلام کی تمام ہدایات پر عمل کرو اور ظاہراً و باطناً خدا کی فرمانبرداری اختیار کرو یہ نہیں کہ جس حکم کو دل نے چاہا مانا ورنہ نہیں، یا اسلامی احکام کی جگہ جاہلانہ رسوم وغیرہ کی پابندی کرنا یا اسلام میں داخل ہونے کے بعد دین سابق یعنی یہودیت و نصرانیت کی کوئی رعایت کرنا، ایسا کرنا گویا شیطان کی پیروی کرنا ہے اور شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

ان آیات کے تحت علمائے مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں ان لوگوں کیلئے بھی بڑی تنبیہ ہے جنہوں نے اسلام کو صرف مسجد اور عبادت کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے اور معاملات اور معاشرت کے احکام کو گویا دین کا جزو ہی نہیں سمجھتے' حالانکہ اسلام نام ہے اس مکمل نظام حیات کا جو قرآن و سنت میں بیان ہوا ہے خواہ اس کا تعلق عقائد و عبادات سے ہو یا معاملات و معاشرت سے ہو یا حکومت و سیاست سے ہو یا تجارت، حق تعالیٰ نے جو شرف و فضیلت اور عزت و عظمت اس امت مسلمہ کو عطا فرمایا تھا وہ محض قرآن و سنت کو زندگی کا مکمل دستور العمل بنانے پر عطا فرمایا تھا۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل و کرم سے ہم کو ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے تو ہم کو اس نعمت کی قدردانی کی بھی توفیق نصیب فرمائیں اور ہم کو جملہ احکام اسلامیہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ

هَلْ	یَنْظُرُوْنَ	اِلَّآ	اَنْ	یَّاْتِیَهُمُ	اللّٰهُ	فِیْ ظُلَلٍ	مِّنَ	الْغَمَامِ	وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ	
کیا	وہ انتظار کرتے ہیں	سوائے بھی	کہ	آئے انکے پاس	اللہ	سائبانوں میں	سے	بادل	اور فرشتے	

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں اُن کے پاس آویں اور

قُضِیَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾

وَ قُضِیَ	الْاَمْرُ	وَ اِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ		
اور طے ہوجائے	قصہ	اور طرف	اللہ	لوٹیں گے	تمام کام		

سارا قصہ ہی ختم ہوجاوے اور یہ سارے مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے۔

احکام الٰہی سے روگردانی کی سزا: گذشتہ آیات میں اسلام میں پوری طرح داخل ہونے کی ہدایت فرمائی گئی تھی اب آگے ان آیات میں شریعت اسلامیہ کو بالکل ہی نہ ماننے اور احکام اسلامی سے سرتابی کرنے والوں کو عذاب شدید کی وعید سنائی جاتی ہے۔

کہ جو لوگ حق تعالیٰ کے صاف صاف احکام کے بعد بھی اپنی کجروی سے باز نہیں آتے۔ اللہ کے رسول اور اللہ کے کلام قرآن حکیم پر اعتماد و یقین نہیں کرتے تو کیا وہ اس امر کے منتظر ہیں کہ قیامت قائم ہو اور اولین و آخرین جمع ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کے حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لئے خود سفید ابر کے سائبانوں میں نزول اجلال فرمائیں اور فرشتے بھی ساتھ آئیں اور ہر کسی کو اس کے عمل و عقیدے کے موافق جزا و سزا دے دی جائے اور سارا قصہ ہی ختم ہوجائے۔ تو کیا منکرین حق اس وقت امر حق قبول کریں گے جس وقت کا قبول کرنا مقبول نہ ہوگا اور یہ سارے جزا و سزا کے مقدمات حق تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے کوئی دوسرا صاحب اختیار نہ ہوگا سو ایسے زبردست قادر مطلق کے ساتھ مخالفت کرنے کا انجام بجز خرابی کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ اور فرشتوں کے آنے کا واقعہ جس کا اشارہ آیت میں فرمایا گیا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قیامت میں پیش آئے گا جیسا کہ قرآن کریم کی بعض دوسری آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ تیسویں پارہ سورۃ والفجر میں ارشاد ہے: اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (جس روز زمین کے بلند اجزاء پہاڑ وغیرہ کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کرکے زمین کو برابر کردیا جاوے گا اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے میدان حشر میں آویں گے)

اور ایک حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اولین و آخرین کو جمع کریں گے تمام لوگ آسمان کی طرف کھڑے دیکھتے ہوں گے اور فیصلہ کے منتظر ہوں گے اتنے میں اللہ تعالیٰ ابر کے سائبانوں میں عرش سے کرسی کی طرف نزول فرمائیں گے۔

آگے بیان فرمایا جاتا ہے کہ جیسے بنی اسرائیل کو مخالفت پر سزا دی گئی۔ اب بھی ہمارا قانون یہی ہے کہ نافرمانوں کو حق کی سزا ملتی ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل یقین نصیب فرمائے، غفلت کے گناہ سے محفوظ رکھے اور دنیا کی زندگی کے ہر لحہ میں اپنی رضا کے کاموں میں مشغول رکھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ

اللّٰهِ	نِعْمَةَ	يُّبَدِّلْ	مَنْ	وَ	بَيِّنَةٍ	اٰيَةٍ	مِّنْ	اٰتَيْنٰهُمْ	كَمْ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	سَلْ
اللہ	نعمت	بدل ڈالے	جو	اور	کھلی	نشانیاں	سے	ہم نے انہیں دیں	کس قدر	بنی اسرائیل	پوچھو

آپ بنی اسرائیل سے پوچھئے ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلتا ہے اُس کے پاس پہنچنے کے

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٢١١

الْعِقَابِ	شَدِيْدُ	اللّٰهَ	فَاِنَّ	جَاۗءَتْهُ	مَا	مِنْۢ بَعْدِ
عذاب	سخت	اللہ	تو بیشک	آئی اس کے پاس	جو	اس کے بعد

بعد تو یقیناً حق تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں

گمراہی کے خریدار...... یہود:

"آپ علمائے بنی اسرائیل سے ذرا پوچھئے تو سہی کہ ہم نے ان کو یعنی ان کے بزرگوں کو اور آباؤ اجداد کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں مگر اُن لوگوں نے بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرتے اور الٹی گمراہی پر کمر باندھی پھر دیکھو سزائیں بھی بھگتیں مثلاً توراۃ ملی، چاہیے تو یہ تھا کہ اس کو قبول کرتے مگر انکار کیا، آخر کوہ طور ان پر معلق کر دیا گیا اور ان پر گرانے کی دھمکی دی گئی اور مثلاً بنی اسرائیل نے حق تعالیٰ کا کلام سنا چاہیے تھا کہ سر آنکھوں پر رکھتے مگر شبہات نکالے آخر بجلی سے ہلاک ہوئے اور مثلاً سمندر میں راستہ دے کر فرعون سے نجات دی مگر بجائے احسان ماننے کے گو سالہ پرستی شروع کر دی جس پر سزائے قتل دی گئی اور مثلاً من وسلویٰ نازل ہوا تو شکر کرنا چاہیے تھا کہ بلا مشقت روزی ملی لیکن بے حکمی کی تو وہ سڑنے لگا اور اس سے نفرت ظاہر کی تو وہ موقوف ہو گیا اور کھیتی باڑی کی مصیبت سر پر پڑی اور مثلاً انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ان میں جاری رہا غنیمت سمجھتے مگر ان کو قتل کرنا شروع کیا جس کی ان کو یہ سزا دی گئی کہ سلطنت وحکومت ان سے چھین لی گئی (اور اسی طرح بہت سے واقعات اِسی سورۂ بقرہ کے شروع میں ذکر ہو چکے ہیں) اور ہمارا قانون بھی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی بڑی نعمت یعنی دلائل واضحہ کو بدلتا ہے اس کے پاس پہنچنے کے بعد یعنی بجائے اس کے کہ اس سے ہدایت حاصل کرے اور الٹا گمراہ بنتا ہے تو یقیناً حق تعالیٰ ایسے شخص کو سخت سزا دیتے ہیں اور یہ سزا بھی دنیا میں بھی ہو جاتی ہے ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی ہوگی۔"

غرض اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنا ایک قانون بیان فرما دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلتا ہے بعد اس کے کہ وہ نعمت اس کو پہنچ چکی ہو تو یقیناً پھر حق تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! ہمیں اپنی نعمتوں کی قدر دانی عطاء فرما ہمیں اپنا شکر گذار فرمانبردار اور وفادار بندہ بنا۔ یہودیوں کی طرح ہمیں بے فرمان نا شکرا نہ بنا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

زُيِّنَ	لِلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَيَسْخَرُوْنَ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَالَّذِيْنَ
آراستہ کی گئی	وہ لوگ جو	کفر کیا	زندگی	دنیا	اور وہ ہنستے ہیں	سے	جو لوگ	ایمان لائے	اور جو لوگ

دنیوی معاش کفار کو آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور ان مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ یہ جو کفر و شرک سے بچتے ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ

اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾

اتَّقَوْا	فَوْقَهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	وَاللّٰهُ	يَرْزُقُ	مَنْ	يَّشَآءُ	بِغَيْرِ	حِسَابٍ
پرہیزگار ہوئے	ان سے بالاتر	قیامت کے دن	اور اللہ	رزق دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	بے	شمار

میں ہوں گے قیامت کے دن اور روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے انداز دے دیتے ہیں

دنیا کی محبت گمراہی کا سبب: جن لوگوں نے خدا کی نعمت ہدایت سے منہ موڑا اللہ کے انبیاء کی تکذیب کی اس کی آیات کو جھٹلایا اور اس کی توحید کا انکار کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں دنیا کی دولت اور ظاہری شان و شوکت اور دنیا کے مزے و راحت کی محبت بس چکی ہے دین و آخرت کے مقابلہ میں دنیوی عزت و وقار اور اقتدار خوشنما معلوم ہوتا ہے اس لئے انہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی پر جمے رہنا قبول کیا اور اسی حب دنیا کے آثار میں سے ہے کہ وہ اہل دین اور ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی تحقیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام و ایمان قبول کر کے انہوں نے کیا حاصل کیا؟ اُن کے پاس دولت ہے نہ زمین، محلات ہیں نہ باغات، نہ اقتدار نہ عیش و راحت کے سامان ان دنیاداروں کو اور دنیا کے مال و دولت اور عز و جاہ پر مغرور ہو کر غریب اہل ایمان پر ہنسنے اور ان کا مذاق اڑانے والوں کو سنایا جاتا ہے کہ اس استہزاء کرنے کی حقیقت قیامت کے روز آنکھوں کے سامنے آجائے گی یہ غربائے اسلام جو خدا سے ڈرتے ہیں قیامت کے دن اُن دنیادار کافروں سے بہت بلند درجات میں ہونگے اور یہ متکبر کفار جہنم کے نیچے طبقہ میں ہوں گے اور یہ خدا سے ڈرنے والے فقرائے مومنین جنت کے بلند درجات میں ہوں گے۔

باقی رہا دنیا میں کثرت رزق اور مال و زر کی فراوانی کا سوال تو یہ چیز خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے بے حساب دولت دے دے کسی مسلمان اہل ایمان کو دے دے یا کسی کافر بے ایمان کو دے دے وہ اپنی حکمت و مصلحت کے تحت جسے چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مومن مرد یا عورت کو اس کے فقر و فاقہ کی وجہ سے ذلیل و حقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو اولین و آخرین کے مجمع میں رسوا اور ذلیل کریں گے۔

دُعاء کیجئے: حق تعالیٰ دنیا کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور ہمارے قلوب کو حبِ دنیا سے پاک فرمادیں۔
یا اللہ ہم کو ایمان و اسلام کی دولت سے مالا مال فرما اور تقویٰ کی عزت اور بزرگی عطا فرما کہ جو آخرت میں ہمارے لئے کامیابی اور سرخروئی کا ذریعہ ہے۔ یا اللہ کفار کی خصلت حب دنیا اور اہل دین کا مذاق اڑانا اس سے امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچائیے اور ہر حال میں ہم کو تقویٰ اور دین پر جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ

كَانَ	النَّاسُ	أُمَّةً	وَّاحِدَةً	فَبَعَثَ	اللهُ	النَّبِيّٖنَ	مُبَشِّرِينَ	وَ	مُنْذِرِينَ
تھے	لوگ	امت	ایک	پھر بھیجے	اللہ	نبی	خوشخبری دینے والے	اور	ڈرانے والے

سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ خوشی سناتے تھے اور ڈراتے تھے

وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ

وَأَنْزَلَ	مَعَهُمُ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَ	النَّاسِ	فِيمَا	اخْتَلَفُوا	فِيهِ
اور نازل کی	ان کے ساتھ	کتاب	برحق	تاکہ فیصلہ کرے	درمیان	لوگ	جس میں	انہوں نے اختلاف کیا	اس میں

اور اُن کے ساتھ کتابیں بھی ٹھیک طور پر نازل فرمائیں اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کے امور اختلافیہ میں فیصلہ فرمادیں

حق و باطل کی کشمکش ابتداءِ تاریخ سے ہے

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دین حق سے منکرین کے اختلاف کرنے کی علت اور اصل وجہ "حب دنیا" ہے۔ اسی مضمون کی تائید میں اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ حب دنیا کا مرض کچھ انہی یہود مدینہ اور کفار مکہ کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ یہی قصہ مدت دراز سے اس دنیا میں چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین حق کی حقانیت پر واضح اور روشن دلائل قائم فرماتے رہے ہیں اور منکرین حق طالبان دنیا اپنی دنیوی اغراض کے سبب اس سے مخالفت کرتے رہے ہیں۔

دین توحید کی تاریخ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شروع میں اس دنیا میں توحید کامل تھی اور سب کا ایک ہی دین، دین حق تھا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر قریب عہد نوح علیہ السلام تک سب لوگ ایک دین اور ایک شریعت پر تھے، نوح علیہ السلام کے زمانے کے قریب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور یہ بعثت میں پہلے رسول تھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء اور کتابیں دنیا میں بھیجیں راہِ حق کو ہدایت کرنے کے لئے اور اُسی دین حق پر دوبارہ قائم ہوجانے کے لئے جس پر سب دُنیا میں پہلے قائم تھے۔

بعثت انبیاء کا سلسلہ

دوسرے یہ کہ اختلاف پیدا ہونے کے بعد حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور کتب آسمانی کو دنیا میں بھیجا کہ جو مختلف عقائد و خیالات میں سے صحیح اور حق کو واضح کر کے بتلا دیں اور یہ سلسلہ خاتم الانبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ پر نازل ہونے والی آخری کتاب قرآن کریم پر ختم ہوا تو معلوم ہوا کہ دین سے متعلق تمام اختلافات اور نزاعات کو ختم کرنے کا فیصلہ کتاب الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو دل و جان سے قبول کرنے میں ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دین حق کی قدردانی نصیب فرمائے اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و سیرت کی کامل پیروی نصیب فرمائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا

وَمَا	اخْتَلَفَ	فِيهِ	إِلَّا	الَّذِينَ	أُوتُوهُ	مِنْ بَعْدِ	مَا	جَاءَتْهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	بَغْيًا
اور نہیں	اختلاف کیا	اس میں	مگر	جنہیں	دی گئی	بعد	جو۔جب	آئے ان کے پاس	واضح حکم	ضد

اور اس کتاب میں اختلاف کسی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے جن کو (اولاً) وہ کتاب ملی تھی بعد اس کے کہ اُن کے پاس دلائل واضحہ پہنچ چکے تھے

بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ

بَيْنَهُمْ	فَهَدَى	اللَّهُ	الَّذِينَ	آمَنُوا	لِمَا	اخْتَلَفُوا	فِيهِ	مِنَ	الْحَقِّ	بِإِذْنِهِ
انکے درمیان آپس	پس ہدایت دی	اللہ	جو لوگ	ایمان لائے	لئے۔جو	انہوں نے اختلاف کیا	اسمیں	سے پر	حق	اپنے اذن سے

باہمی ضدا ضدی کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو وہ امر حق جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے بفضلہ تعالیٰ بتلا دیا

وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۲۱۳﴾

وَاللَّهُ	يَهْدِي	مَنْ	يَشَاءُ	إِلَىٰ	صِرَاطٍ	مُسْتَقِيمٍ	
اور اللہ	ہدایت دیتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	طرف	راستہ	سیدھا	

اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اُس کو راہِ راست بتلا دیتے ہیں

انسانیت ہمیشہ دو گروہوں میں تقسیم رہی

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و رُسُل اور آسمانی کتابوں کے کھلے ہوئے فیصلوں کے بعد بھی یہ دنیا دو گروہوں میں تقسیم رہی کچھ لوگوں نے انبیاء و رُسُل اور آسمانی کتاب کے فیصلہ کو دل سے قبول و تسلیم کیا اور اپنا عقیدہ اور عمل اس کے مطابق رکھا اور کچھ لوگوں نے ان ہدایاتِ واضحہ کو قبول نہ کیا جب کہ انبیاء کی تعلیم اور آسمانی کتابوں کی ہدایات میں کوئی اشتباہ یا التباس اور شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی کہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئے یا غلط فہمی کا شکار ہو جائیں بلکہ حقیقت یہ تھی کہ جاننے بوجھنے کے باوجود دیدہ دانستہ ان لوگوں نے محض ضد اور ہٹ دھرمی سے انکار کیا اور ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کے شکار ہوئے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے لُطف سے ملتی ہے

چوتھے آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہدایت محض اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم و عنایت سے ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ مالک و مختار ہیں جس کو چاہیں اور جس طرح چاہیں سیدھا راستہ دکھا دیں اور جس کو نہ چاہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت اور سنت الٰہیہ یہی ہے کہ حق کی ہدایت سے اسی کو سرفراز فرماتے ہیں کہ جو شخص دُنیا پر فریفتہ نہ ہو اور دُنیا کی زینت نے اس کو اپنا گرویدہ اور شیدائی نہ بنا لیا ہو کیونکہ جن کے دل دنیا کی محبت میں گرفتار ہو چکے ہیں وہ کبھی حق کو قبول نہیں کرتے اور انبیاء اور آسمانی کتاب کی تعلیم و ہدایت کی طرف کان نہیں کرتے بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ اہل حق کو ستاتے ہیں اور طرح طرح کی ایذائیں ان کو پہنچاتے ہیں اس لئے اگلی آیت میں اہل ایمان کو تسلی فرمائی جاتی ہے کہ تم اہل باطل اور اہل دنیا کی ایذاؤں سے ہرگز نہ گھبرانا، یہ اہل ایمان کیلئے کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے اہل باطل حضرات انبیاء اور ان کے متبعین اہل ایمان کو ستاتے اور ایذاء پہنچاتے چلے آئے ہیں اس لئے وہ یہاں کے چند روزہ مصائب پر نظر نہ کریں بلکہ تحمل اور دین پر مضبوطی سے مستقیم رہیں اور اس پر جو اجر و ثواب اور نعمتیں ور احتیں آخرت میں ملیں گی ان پر نظر رکھ کر مخالفین کی ایذائیں برداشت کریں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

اَمْ	حَسِبْتُمْ	اَنْ	تَدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	وَلَمَّا	يَاْتِكُمْ	مَّثَلُ	الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ	قَبْلِكُمْ
کیا	تم خیال کرتے ہو	کہ	تم داخل ہو جاؤ گے	جنت	اور جبکہ نہیں	آئی تم پر	جیسے	جو	گزرے	سے	تم سے پہلے

مسلمانو! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ تم کو ہنوز ان لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

مَسَّتْهُمُ	الْبَاْسَآءُ	وَ	الضَّرَّآءُ	وَزُلْزِلُوْا	حَتّٰى	يَقُوْلَ	الرَّسُوْلُ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ
پہنچی انہیں	سختی	اور	تکلیف	اور وہ ہلا دیئے گئے	یہاں تک	کہنے لگے	رسول	اور وہ جو	ایمان لائے	انکے ساتھ

ان پر ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ پیغمبر تک اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے

مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

مَتٰى	نَصْرُ اللّٰهِ	اَلَآ	اِنَّ	نَصْرَ	اللّٰهِ	قَرِيْبٌ
کب	اللہ کی مدد	آگاہ رہو	بیشک	مدد	اللہ	قریب

بول اُٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد کب ہوگی یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ کی امداد نزدیک ہے

مؤمنین کو تسلی: اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق دو روایات ہیں ایک تو یہ کہ یہ آیت غزوۂ خندق (جس کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں) کے متعلق نازل ہوئی ہے جب کہ صحابہ کرام کو مشقت، تکلیف، دشمن کا خوف، موسمی سردی اور تنگدستی چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی دوسری روایت یہ ہے کہ جنگِ اُحد کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور اس طرح خالی ہاتھ مدینہ آئے کہ کل مال واسباب مکہ ہی میں رہ گیا جس پر کافروں نے قبضہ کر لیا تو حضرات صحابہ کو بڑی دشواری اور تکلیف کا مقابلہ کرنا پڑا، پھر مدینہ پہنچ کر تنگدستی اور افلاس میں بھی اطمینان نصیب نہ ہوا ایک طرف مدینہ کے یہود مخالف تھے اور ہر وقت نقصان پہنچانے کے کوشاں تھے پھر کچھ منافقین تھے جو بظاہر دوست مگر دل سے دشمن، پھر مکہ کے کفار کے حملوں کا خوف، اُس وقت صحابہ کرام کو تسکین اور اطمینان دلانے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔

"متیٰ نصر اللہ" کہنے کا مطلب: انبیاء اور مؤمنین کا مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی امداد کب ہوگی) اس طرح کہنا نعوذ باللہ کسی شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ وقت امداد اور غلبہ مقابلہ مخالفین میں ان حضرات کو نہ بتلایا گیا تھا ابہام وقت سے اُن کو جلدی ہونے کا انتظار رہتا تھا جب انتظار سے تھک جاتے تب اس طرح عرض معروض کرنے لگتے جس کا حاصل دُعاء ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! صحابہ کرام کے طفیل میں ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرما۔ اور اعداء دین کے مقابلہ میں ہم کو نصرت و کامیابی عطا فرما اور انجام کار دشمنانِ دین کو ذلیل وخوار اور ناکام فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	مَاذَا	يُنْفِقُوْنَ	قُلْ	مَا	اَنْفَقْتُمْ	مِّنْ	خَيْرٍ	فَلِلْوَالِدَيْنِ
وہ آپ سے پوچھتے ہیں	کیا کچھ	خرچ کریں	آپ کہہ دیں	جو	تم خرچ کرو	سے	مال	سو ماں باپ کیلئے

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو ماں باپ کا حق ہے اور

الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ

وَالْاَقْرَبِيْنَ	وَالْيَتٰمٰى	وَ	الْمَسٰكِيْنِ	وَابْنِ السَّبِيْلِ	وَمَا	تَفْعَلُوْا	مِنْ خَيْرٍ	فَاِنَّ
اور قرابت دار جمع	اور یتیم جمع	اور	محتاج جمع	اور مسافر	اور جو	تم کرو گے	کوئی نیکی	تو بے شک

قرابتداروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافر کا اور جونسا نیک کام کرو گے سو

اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

اللّٰهَ	بِهٖ	عَلِيْمٌ
اللہ	اسے	جاننے والا

اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے

نفلی صدقات اور ان کے مستحقین

یہاں اس آیت میں صدقات نافلہ کا بیان ہے، صدقات واجبہ مثل زکوٰۃ وفطر وغیرہ کے متعلق نہیں ہے۔

بعض صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ ہم کیا چیز کار خیر میں ثواب کے واسطے خرچ کیا کریں اور کن پر خرچ کیا کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ جواباً آپ مسلمانوں سے کہہ دیں کہ تم اپنی نیک کمائی اور پاکیزہ دولت میں سے جو کچھ بھی اللہ کیلئے خرچ کرنا چاہو اس کے مستحق ماں باپ، رشتہ دار، یتیم یعنی بے باپ کے بچے، مساکین اور مسافر ہیں تو یہاں جن پر اپنا مال دولت خرچ کرنا چاہیے اس کے مستحق پانچ بتلائے گئے۔

(۱) سب سے پہلے ماں باپ کی خدمت میں خرچ کرنا چاہیے جو اولاد کے وجود ظاہری کا سبب بنے اور اولاد کو نہایت شفقت ومحبت سے پالا پوسا۔ (۲) والدین کے بعد رشتہ دار ہیں کہ جن پر خرچ کرنا چاہیے تا کہ صدقہ اور صلہ رحمی دونوں جمع ہو جائیں۔ (۳) پھر یتیموں کا حق ہے کیونکہ کوئی ان کا کفیل اور ذمہ دار نہیں اور کم عمر ہونے کی وجہ سے خود کمانے کے قابل نہیں۔

(۴) اس کے بعد عام محتاجوں اور مساکین پر خرچ کرنے کو کہا گیا جو کما نہیں سکتے۔ (۵) عام محتاجوں کے بعد مسافروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا کہ جو اپنے وطن اور عزیز واقارب سے دور ہونے اور زادِ راہ ختم ہو جانے کی وجہ سے فقیر ہو گئے ہوں۔

یہاں آیت میں مستحقین کے بیان کے بعد یہ بھی فرما دیا کہ جو کچھ نیکی تم کرو گے اور حلال کمائی اور پاک مال سے راہِ خدا میں صرف کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہیں تمہارا خرچ کیا ہوا ضائع نہ جائے گا اس کی جزا اور ثواب یقیناً ملے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ

كُتِبَ عَلَيْكُمُ	الْقِتَالُ	وَهُوَ	كُرْهٌ	لَّكُمْ	وَعَسٰٓى	اَنْ	تَكْرَهُوْا	شَيْئًا	وَّهُوَ	خَيْرٌ
تم پر فرض کی گئی	جنگ	اور وہ	ناگوار	تمہارے لئے	اور ممکن ہے	کہ	تم ناپسند کرو	ایک چیز	اور وہ	بہتر

جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو گراں ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو

لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

لَّكُمْ	وَعَسٰٓى	اَنْ	تُحِبُّوْا	شَيْئًا	وَّهُوَ	شَرٌّ	لَّكُمْ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	وَاَنْتُمْ	لَا تَعْلَمُوْنَ
تمہارے لئے	اور ممکن ہے	کہ	تم پسند کرو	ایک چیز	اور وہ	بُری	تمہارے لئے	اور اللہ	جانتا ہے	اور تم	نہیں جانتے

اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

قتال کی فرضیت: گذشتہ آیت میں راہ خدا میں مال خرچ کرنے کا حکم تھا اس آیت میں جان قربان کرنے کا حکم ہے، کیونکہ دین، قوم اور ملت کا بقا بغیر جان و مال کی قربانی کے ممکن نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں تھے تو جنگِ مدافعانہ کی بھی اجازت نہ تھی پھر ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے تو دشمنوں سے مدافعت کی اجازت مل گئی۔ جب کفار اپنے ظلم اور زیادتیوں سے باز نہ آئے تو علی العموم کفار سے مقاتلہ کی اجازت ہوگئی اور جہاد فرض ہوا۔

اس آیت سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہر مسلمان پر ہر حالت میں فرض ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ فریضہ فرض عین کے طور پر ہر ہر مسلم پر عائد نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس فرض کو ادا کردے تو باقی مسلمان سبکدوش سمجھے جائیں گے ہاں اگر کسی وقت میں اور کسی ملک میں کوئی جماعت بھی فریضہ جہاد ادا کرنے والی نہ ہے تو سب مسلمان ترک فرض کے گنہگار ہو جائیں گے۔

حکم الٰہی کے مقابلہ میں طبعی پسند ناپسند کی کوئی حیثیت نہیں ہے:

جہاد کی ترغیب کے لئے فرمایا گیا کہ ہوسکتا ہے کہ بعض چیزیں اپنے ظاہری اور مادی نقصان کی وجہ سے تمہیں طبعاً ناپسند ہوں اور تم انہیں اچھا نہ سمجھتے ہو مگر انجام کے لحاظ سے اور پوشیدہ فوائد کے لحاظ سے وہ تمہارے لئے خیر و برکت اور فلاح دارین کا باعث ہو مثلاً جہاد و قتال ہی کو لے لیجئے جو بظاہر قتل و خونریزی اور مال و جان کی ضیاع کی وجہ سے ممکن ہے تمہیں ناپسند ہو مگر اس کا انجام بہتر ہے کیونکہ جہاد ہی سے تم اپنا اور اپنے دین کا نام دُنیا میں بلند کرسکتے ہو اس کا وقار اس کی شان و شوکت کو قائم رکھ سکتے ہو اور جہاد ہی سے تم غازیوں اور شہیدوں کے درجات حاصل کرسکتے ہو۔

خلاصہ یہ کہ جہاد و قتال میں اگرچہ بظاہر جان و مال کا نقصان نظر آتا ہے لیکن جب حقائق و نتائج سامنے آئیں گے تو راز کھلے گا کہ نقصان ہرگز نقصان نہ تھا بلکہ سراسر نفع اور دائمی راحت کا سامان تھا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہمارا علم ناقص اور محدود ہے آپ کا علم کامل اور ہر چیز پر حاوی ہے، یقیناً ہماری بہتری و سلامتی اُسی میں ہے جو آپ نے حکم فرمایا ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ

يَسْئَلُوْنَكَ	عَنِ	الشَّهْرِ الْحَرَامِ	قِتَالٍ	فِيْهِ
وہ آپ سے سوال کرتے ہیں	سے	مہینہ حرمت والا	جنگ	اس میں

لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں

مسلمانوں پر کافروں کی نکتہ چینی کا جواب

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے دو ماہ پیشتر ماہ جمادی الاخری ۲ھ میں اپنے پھوپی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی سرکردگی میں آٹھ یا بارہ مہاجرین کی ایک جماعت کو جس میں سوائے مہاجرین کے اور کوئی نہ تھا مدینہ سے کافروں کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو ایک والا نامہ لکھ کر دیا اور یہ فرمایا کہ جب دو دن کا سفر طے کرلو اس وقت اس خط کو کھولنا اور اپنے ساتھیوں کو سنا دینا اور کسی پر زبردستی نہ کرنا حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس طرف جاؤں آپ نے فرمایا کہ نجد کی طرف جاؤ، حضرت عبداللہ بن جحشؓ وہاں سے روانہ ہوئے اور دو دن کا سفر طے کرنے کے بعد ایک منزل پر پڑاؤ کیا اور آپ کا والا نامہ کھولا تو اس میں یہ مضمون تھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، اما بعد اللہ کی برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ اپنے رفقاء کو لے کر چلے جاؤ یہاں تک کہ جب مقام نخلہ پر پہنچو تو قریش کے تجارتی قافلہ کا انتظار کرو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا مال تم کو عطا کرے اور پھر وہ مال تم ہمارے پاس لے کر آؤ۔"

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اس حکم نامہ کو پڑھتے ہی سَمْعًا وَّطَاعَةً کہا اور خط اپنے ساتھیوں کو سنایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ فرمایا تھا کہ کسی پر زبردستی نہ کروں اب جس کو شہادت کا شوق اور رغبت ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جس کا جی چاہے وہ لوٹ جائے یہ سن کر سب دل و جان سے تعمیل ارشاد پر راضی ہو گئے اور ایک شخص بھی واپس ہونے کیلئے راضی نہ ہوا مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان جب مقام نخلہ میں جا کر اترے تو ابھی ٹھہرنے بھی نہیں پائے تھے کہ اتنے میں قریش کا قافلہ دکھائی دیا جو طائف کی تجارت کا مال، زیتون کا تیل، کشمش اور چمڑے وغیرہ لے کر آ رہا تھا مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا کفار کے قافلہ میں کا ایک قتل ہوا اور دو کو گرفتار کیا باقی لوگ بھاگ گئے صحابہ کرام قیدیوں اور سامان کے اونٹ لے کر مدینہ منورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ قافلہ پر حملہ کا واقعہ جس روز ہوا وہ ماہ رجب کی پہلی تاریخ تھی لیکن صحابہ کرام اس کو جمادی الثانی کی تیسویں تاریخ سمجھے ہوئے تھے مگر چاند ۲۹ کا ہو چکا تھا جس کا ان مجاہدین صحابہ کو علم نہ تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے عرب میں یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ چار مہینے یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب یہ حرمت کے مہینے سمجھے جاتے تھے اور ان میں باہمی قتل و قتال اور جنگ و جدال کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے کفار نے اس واقعہ پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام یعنی رجب کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی کہ ہم نے شہر حرام یعنی ماہ رجب میں قتل کر کے بڑا گناہ کیا اور بعض روایات میں ہے کہ بعض کفار قریش نے بھی حاضر ہو کر اعتراضاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے غلبہ اور عدل و انصاف کی ترویج اور ظالموں کے ظلم سے انسانیت کو آزاد کرانے کی جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

قُلْ	قِتَالٌ	فِيْهِ	كَبِيْرٌ	وَصَدٌّ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَكُفْرٌ	بِهٖ	وَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
آپ کہدیں	جنگ	اس میں	بڑا	اور روکنا	سے	راستہ	اللہ	اور نہ ماننا	اس کا	اور	مسجد حرام

آپ فرمادیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا جرم عظیم ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ

وَإِخْرَاجُ أَهْلِهٖ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُوْنَ

وَإِخْرَاجُ	أَهْلِهٖ	مِنْهُ	أَكْبَرُ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَالْفِتْنَةُ	أَكْبَرُ	مِنَ	الْقَتْلِ	وَلَا يَزَالُوْنَ
اور نکال دینا	اس کے لوگ	اس سے	بہت بڑا	نزدیک	اللہ	اور فتنہ	بہت بڑا	سے	قتل	اور وہ ہمیشہ رہیں گے

اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کر دینا جرم اعظم ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا قتل سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور یہ کفار

يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوْا

يُقَاتِلُوْنَكُمْ	حَتّٰى	يَرُدُّوْكُمْ	عَنْ	دِيْنِكُمْ	إِنْ	اسْتَطَاعُوْا	
وہ تم سے لڑیں گے	یہاں تک کہ	تمہیں پھیر دیں	سے	تمہارا دین	اگر	وہ کرسکیں	

تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ رکھیں گے اس غرض سے کہ اگر قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں گے

نکتہ چینی کا جواب:

جواب جو اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگرچہ ماہ حرام میں جنگ کرنا بُرا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ بُری وہ باتیں ہیں اور وہ گناہ بدرجہا بڑے اور سخت ہیں جو خود یہ کفار کرتے ہیں تو کفار خود اپنی حالت پر نظر نہیں کرتے اور مسلمانوں پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے ماہ رجب میں جنگ کرنے کے مقابلہ میں کفار کے بدرجہا بڑے اور سخت گناہ یہاں آیت میں پانچ بتلائے گئے ہیں:

ایک: صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کے راہ سے روکنا) یعنی لوگوں کو اسلام دین حق قبول کرنے سے روکنا اور جو اسلام قبول کر لیں، انہیں سخت اذیتیں پہنچانا اور جب مکہ سے اہل اسلام نکل جانے کا ارادہ کرتے تو اللہ کے بندوں کو جانے سے بھی روکنا۔

دوسرے: كُفْرٌ بِهٖ (اللہ سے کفر کرنا) یعنی اللہ کی ہستی اور صفات سے انکار کرنا۔

تیسرے: مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل ہونے اور عبادت کرنے سے روکنا۔

چوتھے: کفار مکہ دین حق کو قبول کرنے پر اہل اسلام پر اس قدر سختیاں اور ظلم و زیادتی کیں کہ بیچارے مظلوم مسلمانوں کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور ان کو گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔

پانچویں وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ یعنی کفار تو تم سے ہمیشہ لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ تم کو تمہارے دین اسلام سے پھیر دیں۔

محترم مہینوں میں جنگ کا حکم:

ابتداء قتال تو ان مہینوں میں ہمیشہ کیلئے حرام ہے مگر جب کفار ان مہینوں میں حملہ آور ہوں تو مدافعانہ قتال کی مسلمانوں کو بھی اجازت ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

اَعْمَالُهُمْ	حَبِطَتْ	فَاُولٰٓئِكَ	كَافِرٌ	وَهُوَ	فَيَمُتْ	دِيْنِهٖ	عَنْ	مِنْكُمْ	يَّرْتَدِدْ	وَمَنْ
ان کے عمل	ضائع ہوگئے	تو یہی لوگ	کافر	اور وہ	پھر مرجائے	اپنا دین	سے	تم میں سے	پھر جائے	اور جو

اور جو شخص تم میں سے واضح کریں دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے اعمال

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

	خٰلِدُوْنَ	فِيْهَا	هُمْ	اَصْحٰبُ النَّارِ	وَاُولٰٓئِكَ	وَالْاٰخِرَةِ	الدُّنْيَا	فِي	
	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	وہ	دوزخ والے	اور یہی لوگ	اور آخرت	دنیا	میں	

دنیا اور آخرت میں سب غارت ہوجاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے

مرتد کی سزا

اسلام قبول کر لینے کے بعد کفر اور ارتداد اختیار کرنے کا حکم ظاہر فرما کر اہلِ اسلام کو متنبہ کر دیا گیا کہ اگر کوئی کفار و مشرکین کے کہنے سننے سے اپنے دینِ حق یعنی اسلام سے پھر جائے گا اور پھر توبہ کے بغیر کفر ہی پر مر گیا تو اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں سب ضائع اور غارت ہو جائیں گے، مُرتد کے دُنیا میں اعمال ضائع ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسلام کی وجہ سے جو جان و مال محفوظ اور مامون تھے وہ محفوظ نہ رہیں گے۔ مسلمان بیوی اُس کے نکاح سے نکل جائے گی مسلمان کی میراث سے اس کو حصہ نہیں ملے گا، مرنے کے بعد اہلِ اسلام اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہو سکے گا اور آخرت میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ کسی نیک عمل پر کوئی ثواب نہیں ملے گا اور ابدالآباد کے لئے جہنم کی سزا ہوگی کہ کبھی بھی جہنم سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ اور یہ بدنصیب ہر گھڑی اپنے آپ کو اجر اور ہر عبادت کے ثواب سے محروم پائے گا۔

غرض کہ مرتد عن الاسلام کی حالت کافر اصلی سے بھی بدتر اور بُری ہے اسی واسطے شریعت اسلامیہ میں کافر اصلی سے جزیہ قبول ہو سکتا ہے لیکن مرتد کی سزا قتل ہے اگر مرد ہے اور اگر عورت ہے تو دوام حبس کی سزا دی جائے گی یعنی ہمیشہ قید خانہ میں بند رہے گی۔ (بیان القرآن)

عَنْ دِيْنِهٖ: دین سے مراد یہاں دین اسلام ہی ہے کیونکہ یہاں خطاب مؤمنین ہی سے ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ کسی دین سے کوئی پھر جائے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں اخلاص کے ساتھ ایمان و اسلام سے وابستہ رکھیے اور جب تک زندہ رہیں اسلام اور ایمان پر زندہ رکھئے اور جب موت نصیب فرمائیں تو ایمان اور اسلام کی موت نصیب ہو۔ یا اللہ کفار اور دشمنانِ دین سے ہم کو بھی جہاد کی توفیق نصیب ہو اور کافرانہ خصلتوں سے اُمتِ مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچائیے۔ یا اللہ آپ کی تائید اور توفیق سے ہم سے جو عمل ہو جاتے ہیں ان کے اجر و ثواب کو دُنیا اور آخرت میں قائم رکھئے اور ان کو حبط ہونے سے بچائیے، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

15

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ

إِنَّ	الَّذِينَ	آمَنُوا	وَالَّذِينَ	هَاجَرُوا	وَجَاهَدُوا	فِي	سَبِيلِ اللّٰهِ	أُولَٰئِكَ	يَرْجُونَ
بیشک	جو لوگ	ایمان لائے	اور وہ لوگ جو	انہوں نے ہجرت کی	اور انہوں نے جہاد کیا	میں	اللہ کا راستہ	یہی لوگ	امید رکھتے ہیں

حقیقتاً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے

رَحْمَتَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۱۸﴾

رَحْمَتَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	غَفُورٌ	رَّحِيمٌ
اللہ کی رحمت	اور اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

امیدوار ہوا کرتے ہی اور اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے اور رحمت کریں گے

جہاد و ہجرت کا اجر: گذشتہ آیت کے نزول سے اُن مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ تو معلوم ہوگیا کہ شہر حرام یعنی ماہ رجب میں ادانستگی سے جو ایک مشرک کا قتل ہوگیا تھا اُس پر ان کو کوئی گناہ نہیں ہوا مگر پھر بھی ان حضرات کو یہ تردد تھا کہ نہ معلوم اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں تو ان حضرات مہاجرین صحابہ کرام کی بشارت اور تسلی کیلئے اس آیت کا نزول ہوا جس میں بتلایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے واسطے دین کے دشمنوں سے لڑے، اپنی کوئی غرض اس میں نہ تھی وہ بیشک اللہ کی رحمت کے اُمیدوار اور ثواب کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے مخلصین کو اپنی رحمت سے محروم نہیں رکھتے۔

چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ مال غنیمت جو حضرت عبداللہ بن جحشؓ لے کر مدینہ منورہ آئے تھے اور جو ابھی تک اُسی طرح وحی کے انتظار میں رکھا ہوا تھا آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکال کر بقیہ غانمین پر تقسیم کردیا۔

جہاد کا مفہوم اور اقسام: قرآن و سنت کی روشنی میں لفظ جہاد جن معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور قرآن و حدیث میں جس کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے اور جہاد کی قسمیں جو جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہیں اس کی تشریح کرتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں: (۱) ایک کھلے دشمن کا مقابلہ، (۲) دوسرے شیطان اور اس کے پیدا کیے ہوئے خیالات کا مقابلہ۔ (۳) تیسرے خود اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ۔

خلاصہ یہ کہ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے راستہ میں رکاوٹ ہے اس کی مدافعت جہاد ہے اور یہ رکاوٹ عادۃً انہیں تین طرفوں سے ہوتی ہے اس لئے جہاد کی تین قسمیں ہوگئیں امام راغبؒ نے یہ تین قسمیں بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ارشاد قرآنی وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ. (یعنی جہاد کرو اللہ کی راہ میں پورا جہاد) یہ جہاد کی تینوں قسموں کو شامل ہے۔

بعض روایات حدیث میں نفس کی ناجائز خواہشات کا مقابلہ اسی لئے جہاد قرار دیا ہے، قرآن کریم کی کئی آیتوں میں جہاد کے لئے مال خرچ کرنے کو بھی جہاد فرمایا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی غازی کو سامان جہاد دے دیا اس نے بھی جہاد کرلیا اور ایک حدیث میں زبان کے جہاد کو بھی جہاد قرار دیا ہے اور قلم چونکہ ادائے مضمون میں زبان ہی کے حکم میں ہے اس لئے قلمی دفاع کو بھی علماء نے جہاد میں شامل فرمایا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہر عمل اور فعل میں ہمیں بھی اخلاص اور درستی نصیب فرمائیں اور دشمنانِ دین سے ہر حال میں اسلامی جہاد کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْخَمْرِ	وَالْمَيْسِرِ	قُلْ	فِيْهِمَآ	اِثْمٌ	كَبِيْرٌ	وَّمَنَافِعُ	لِلنَّاسِ
وہ پوچھتے ہیں آپ سے	سے بارہ	شراب	اور جُوا	آپ کہہ دیں	ان دونوں میں	گناہ	بڑا	اور فائدے	لوگوں کیلئے

لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ

وَاِثْمُهُمَآ	اَكْبَرُ	مِنْ	نَّفْعِهِمَا	
اور ان دونوں کا گناہ	بہت بڑا	سے	ان کا فائدہ	

اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں

شراب اور جوئے کی ممانعت کیلئے تدریجی اقدام:

اسلام سے پہلے عرب میں مدت سے شراب اور جوئے کا عام رواج تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ میں بھی شراب و قمار کا رواج تھا حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت معاذ بن جبل اور چند انصاری صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شراب اور قمار انسان کی عقل کو خراب کرتے ہیں اور مال بھی برباد کرتے ہیں ان کے بارہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

تب یہاں اس آیت میں یہ تو نہیں کہا گیا کہ ان دونوں چیزوں کا استعمال خود گناہ ہے بلکہ یہ بتلایا گیا کہ ان سے استعمال سے دوسری باتیں گناہ کی پیدا ہو جاتی ہیں، مثلاً شراب سے عقل زائل ہو جاتی ہے، صحت برباد ہو جاتی ہے، اور جوئے سے مال کی حرص و محبت بڑھ جاتی ہے جو تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اگرچہ ان میں بعض دنیوی فائدے بھی ساتھ لگے ہوں مثلاً بدن کو کچھ نفع پہنچے یا ایک طرح کا وقتی سرور حاصل ہو یا بلا مشقت مال ہاتھ لگ جائے لیکن ان فوائد کے مقابلہ میں نقصانات ان کے بکثرت اور شدید ہیں۔

تو یہاں مقصود اس آیت میں فی نفسہٖ ان دونوں چیزوں کی برائی بیان کرنا نہیں تھا بلکہ دوسری خرابیوں کا ذریعہ اور باعث بتلانا تھا اور اس طرح ان دونوں کے ترک کا مشورہ دینا مطلوب تھا، چنانچہ اس آیت کو سن کر بعض صحابہ نے تو فوراً دونوں کو ترک کر دیا کہ گو حرام نہیں کہا گیا مگر شر اور مفاسد کا ذریعہ تو ثابت ہی ہوا۔ اس کے بعد سورۂ نساء کی آیت ایک خاص موقعہ پر نازل ہوئی جس سے خاص اوقات نماز میں شراب منع کر دی گئی۔ پھر بعد میں سورۂ مائدہ کی آیات نازل ہوئیں جن سے شراب اور جوئے وغیرہ کا قطعی حکم آ گیا۔

اور ان آیات میں صراحۃً شراب کی حرمت اور ممانعت نازل ہوگئی اور یہی آخری حکم رہا اور پہلے احکام کو منسوخ کر دیا ان آیات کے نازل ہوتے ہی یک لخت شراب کے تمام برتن توڑ دیئے گئے اور مدینہ کے گلی کوچوں میں شراب بہنے لگی اور تمام مسلمان شراب سے فقط تائب ہی نہیں ہوئے بلکہ بیزار اور سخت متنفر ہو گئے اور اس طرح ۳ھ میں اسلام میں شراب کی مکمل بندش ہوگئی۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو حرام سے کامل طور پر باز رہنے کی توفیق عطا فرمائیں خصوصاً شراب اور جوئے کی لعنت سے ہمارے ملک کو پاک فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ۭ

	الْعَفْوَ	قُلِ	يُنْفِقُوْنَ	مَاذَا	وَيَسْئَلُوْنَكَ	
	زائد از ضرورت	آپ کہہ دیں	وہ خرچ کریں	کیا کچھ	اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے	

اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جتنا آسان ہو

نفلی صدقات کی حدود:

چند آیات پہلے صحابہ کرام کا سوال يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ پہلے بھی گذر چکا ہے بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ ہم اپنے اموال میں سے کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں؟ اس کا جواب وہاں دیا گیا تھا کہ جو کچھ بھی تم کو اللہ کے لئے خرچ کرنا ہو اس کے مستحق ماں باپ، رشتہ دار، یتامیٰ مساکین، اور مسافر ہیں جب قرآن میں مسلمانوں کو اس کا حکم دیا گیا تو چند صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم جو ہمیں ملا ہے ہم اس کی وضاحت چاہتے ہیں کہ کیا مال اور کون سی چیز اللہ کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ اس کا جواب باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا قُلِ الْعَفْوَ، عفو کی مختلف تفاسیر کی گئی ہیں لیکن سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز بھی تمہاری ضروریات سے زائد ہو اور تمہارے حوائج اور مصارف اور لوازم زندگی سے بچے اور جس کے خرچ کرنے سے خود پریشان ہو کر دنیوی تکلیف میں یا کسی کا حق ضائع کر کے اخروی تکلیف میں نہ پڑے اس کو خرچ کرے۔ بقول حکیم الامت حضرت تھانویؒ آسانی کا معیار یہ ہے کہ اس سے کسی حقدار کا حق ضائع نہ ہو اور اپنے ضروری مصارف میں تنگی نہ اٹھانا پڑے۔

تو یہ بات یہاں سوال ہی سے ظاہر ہے کہ یہاں خرچ کرنے سے مراد صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ، صدقۂ فطر یا عشر وغیرہ نہیں کیونکہ ان کی تعداد کی تفصیلات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں یہ سوال عام صدقات اور نفلی خیر خیرات کے متعلق ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور! میرے پاس ایک دینار ہے آپ نے فرمایا اپنے کام میں لاؤ۔ عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اپنی بیوی پر خرچ کرو کہا حضرت ایک اور ہے فرمایا اپنے بچوں کی ضرورت میں لگاؤ۔ کہا ایک دینار اور بھی ہے فرمایا اب تو خود دیکھ بھال سکتا ہے۔

مگر یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ جو خدا کے ایسے عاشق ہیں کہ ان کو سارا ہی مال فضول اور زائد نظر آتا ہے بلکہ مال کے نہ خرچ کرنے سے ان کو پریشانی ہوتی ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ تو ایسے لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یا یوں سمجھئے کہ ایسے عاشقانِ خدا اس حکم میں داخل ہی نہیں۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال نصیب کرے اور اس میں سے درجہ بدرجہ تمام حقداروں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❀❀ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❀❀

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَفَكَّرُوْنَ	فِي الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ
اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	احکام	تا کہ تم	غور و فکر کرو	دنیا میں	اور آخرت میں

اسی طرح اللہ تعالیٰ احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تا کہ تم دنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو

خرچ کرنے سے پہلے سوچ لو

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں تا کہ تم کو ان احکام کا علم ہو جاوے اور اس علم کی وجہ سے ہر عمل کرنے سے پہلے دُنیا و آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو) کہ یہ خرچ کرنا موافق حکم الٰہی کے ہے یا نہیں اگر ہوا تو خرچ کیا ورنہ نہ کیا اور تفصیل اس حکم کی یہ ہے کہ:

(۱)......کسی معصیت یا گناہ میں مال خرچ کرنا مطلقاً ناجائز ہے۔

(۲)......اگر طاعت میں خرچ کرتا ہے تو اگر وہ طاعت حدِ وجوب اور فرضیت تک پہنچی ہے مثلاً زکوٰۃ وغیرہ تو خرچ کرنا فرض و واجب ہے۔

(۳)......طاعت اگر نفلی ہے جیسے معمولی خیرات تو اگر ایسا کرنے سے کسی عیال وغیرہ کا اس میں حق ضائع ہوتا ہو تو خرچ کرنا ناجائز اور کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا لیکن خود پریشان ہو کر صبر نہ کر سکے گا تو بھی ناجائز اور اگر نہ کسی کا حق ضائع ہوتا ہے نہ خود بے صبری اور پریشانی میں مبتلا ہوگا تو پھر خرچ کرنا جائز ہے۔

(۴)......وہ موقع نہ طاعت کا ہے نہ معصیت کا بلکہ مباح ہے تو جیسی نیت ہوگی ویسا حکم ہوگا، مثلاً پھل پلار، میوہ و دیگر لذائذ وغیرہ مباحات میں اگر نیت قوت اور اعانت طاعت و عبادت کی ہے تو ثواب اور باعث اجر اور اگر نیت معصیت کی ہے تو گناہ اور اگر محض دل خوش کرنا ہے تو مباح ہے یعنی نہ ثواب ہوگا نہ گناہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انفاق:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ پسند ہے کہ تین دن بھی نہ گذریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ نہ رہے۔ ہاں فقط اتنا جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے رکھ لوں (صحیح بخاری)

دُعاء کیجئے:

یا اللہ آپ نے جو احکامات ہمارے لئے بیان فرمائے ہیں دنیا اور آخرت کے ہر معاملہ میں ہم کو ان پر غور و فکر کی توفیق عطا فرمایئے اور اپنی رضا کے موافق عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم کو دنیا میں جو آپ نے عطا فرمایا ہے اس میں حقوقِ واجبہ کے ساتھ نفلی خیر خیرات کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الْيَتٰمٰى	قُلْ	اِصْلَاحٌ	لَّهُمْ	خَيْرٌ
اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں	سے بارے میں	یتیم جمع	آپ کہدیں	اصلاح	ان کی	بہتر

اور لوگ آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اُن کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے

یتیم کی کفالت کا اجر

ایک حدیث میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم اور پرورش کرنے والا بہشت میں اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو دکھایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی یعنی یتیم کی پرورش کرنے والے اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والے کا بہشت میں اتنا درجہ بلند ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ سے ایسا اتصال ہے جیسے آپس میں ان دو انگلیوں کو۔

یتیم کے مال میں احتیاط:

چونکہ عرب میں ابتدائے اسلام میں پوری طرح یتیموں کا حق دینے میں احتیاط نہ تھی اس لئے پہلے قرآن کریم میں یہ حکم ہوا تھا وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (پ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل) یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو بہترین طریقہ ہو اور پھر چوتھے پارہ (سورۂ نساء) میں فرمایا گیا الْيَتٰمٰى: یہ لفظ یتیم کی جمع ہے اور یتیم سے مراد وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی ہے جس کے سر سے باپ یا ماں کا یا دونوں کا سایہ اٹھ گیا ہو، باپ کے مرجانے سے اگر بچہ یتیم ہوا تو اس کی یتیمی اور بھی زیادہ قابل رحم ہو جاتی ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۚ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا "یعنی جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ بھڑکتی ہوئی جہنم میں عنقریب داخل ہوں گے۔"

صحابہ کرامؓ جو احکام الٰہیہ پر جان قربان کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی سے انتہائی ڈرنے والے تھے ان آیاتِ مذکورہ بالا کے نزول سے سخت خوف زدہ ہو گئے اور جس کے پاس کوئی یتیم بچہ اور اس کا مال تھا اور وہ گھر کے سب آدمیوں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رکھا جاتا تھا تو ان کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ ہر وقت تو اس کی نگرانی مشکل ہے کہ یتیم بچہ نے کتنا کھایا ہے، جتنا مال اس کا شریک ہے وہ دوسرے کے حصہ سے کم ہے یا زیادہ، اگر یتیم کا مال زیادہ ہو گیا تو یہ وعید شدید ہے جو اُوپر کی آیت میں فرمائی گئی، اس لئے ان آیات کو سن کر ان صحابہ نے جو یتیموں کے والی تھے، ڈر کے مارے اتنی احتیاط کرنے لگے کہ یتیموں کا کھانا بھی الگ پکواتے اور الگ رکھواتے۔

اور اسطرح یتیم کا مال گل سڑ کر ضائع ہوتا۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ احتیاط کا یہ مطلب نہیں کہ ضیاع ہونے لگے بلکہ احتیاط کی غرض بھی یتیموں کی خیر خواہی ہے۔ جس طرح ان کی خیر خواہی ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کی خیر خواہی خصوصاً یتیم، مسکین، محتاج اور معذورین کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

وَاِنْ	تُخَالِطُوْهُمْ	فَاِخْوَانُكُمْ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	الْمُفْسِدَ	مِنَ	الْمُصْلِحِ	وَلَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ
اور اگر	ملا لوان کو	تو بھائی تمہارے	اور اللہ	جانتا ہے	خرابی کرنے والا	سے کو	اصلاح کرنیوالا	اور اگر	چاہتا	اللہ

اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مصلحت ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں

لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

لَاَعْنَتَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
ضرور مشقت میں ڈالتا تم کو	بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا

تو تم کو مصیبت میں ڈال دیتے اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

جب یتیموں کے مال کو الگ رکھنے کا حکم ہوا تو اس سے بعض صورتوں میں یتیموں کے نقصان کا اندیشہ ہوتا کہ کھانے کی چیز بچ رہی تو یا تو وہ یتیم خود دوسرے وقت کھائے یا پھر وہ گل سڑ کر ضائع ہو گیا۔ نیز

اس طرح علیحدہ انتظام سے اولیاء یتیم کو بھی تکلیف ہوتی تھی اس لئے ایسے لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور پوری بات معلوم کرنے کے لئے یتامیٰ کے بارہ میں سوال اُٹھایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نیک نیتی اور دیانتداری کے ساتھ یتیموں کے مال کو اپنے مال میں ملا لینے کی رخصت دی گئی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یتیم کے ذرا ذرا سے مال کی اس طرح دیکھ بھال سخت مشکل ہے کہ اس کا کھانا الگ ہو، اس کا پینا الگ ہو، اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ سے تو یہی علیحدگی مراد ہے لیکن پھر وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فرما کر کھانا پینا ملا جلا رکھنے کی اجازت دے دی گئی، اس لئے کہ وہ بھی دینی بھائی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

تو اس آیت کے بموجب جو چیز کہ خراب ہونے یا گلنے سڑنے والی ہو اُس میں نیک نیتی سے اپنے ساتھ یتیم کا خرچ انداز سے شامل رکھنا درست ہے اور دوسری چیزوں کا حساب الگ رکھنا واجب ہے پھر چونکہ نزولِ آیت کے وقت اکثر مسلمانوں کے پاس مسلمان ہی یتیم تھے اس لئے اِخْوَانُكُمْ یہاں فرمایا ورنہ اگر دوسرے مذہب کا یتیم بچہ بھی اپنی تربیت میں ہو اس کا بھی بعینہٖ یہی حکم ہے اور رعایت اور مزید کرنی ہوگی کہ بالغ ہو جانے کے بعد اپنی پرورش کا دباؤ ڈال کر اور حق استعمال کر کے اس پر اسلام قبول کرنے کے لئے جبر اور زور ڈالنا جائز نہ ہوگا بلکہ آزادانہ رائے قائم کرنے کا اس کو پورا پورا حق ہوگا۔

دُعاء کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہم کو یتیموں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائیں، یتیم بچوں کی پرورش اور خیر خواہی ہم سب کے دلوں میں عطا فرمائیں اور ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کا احساس ہم کو عطا فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ

وَ	لَا تَنْكِحُوا	الْمُشْرِكٰتِ	حَتّٰى	يُؤْمِنَّ	وَلَاَمَةٌ	مُّؤْمِنَةٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	مُّشْرِكَةٍ	وَلَوْ
اور	نہ نکاح کرو	مشرک عورتیں	یہاں تک کہ	وہ ایمان لائیں	اور البتہ لونڈی	مسلمان	بہتر	سے	مشرک عورت	اگرچہ

اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جاویں اور مسلمان عورت لونڈی بہتر ہے کافر عورت سے گو وہ تم کو

اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

اَعْجَبَتْكُمْ	وَلَا تُنْكِحُوا	الْمُشْرِكِيْنَ	حَتّٰى	يُؤْمِنُوْا	وَلَعَبْدٌ	مُّؤْمِنٌ	خَيْرٌ	مِّنْ	مُّشْرِكٍ
وہ بھلی لگے تمہیں	اور نہ نکاح کرو	مشرکوں	یہاں تک کہ	وہ ایمان لائیں	اور البتہ غلام	مسلمان	بہتر	سے	مشرک

اچھی ہی معلوم ہو اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے

	وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ	وَلَوْ	اَعْجَبَكُمْ	
	گو وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو	اگرچہ	وہ بھلا لگے تمہیں	

مشرک مرد اور عورت سے نکاح کی ممانعت

یہ آیت ایک صحابی ابن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی جب کہ انہیں مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ ایک ضرورت کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا مکہ میں عناقہ نامی ایک مشرکہ جو کہ نہایت حسین و جمیل تھی اور جو زمانہ جاہلیت میں ان صحابی کے ساتھ محبت رکھتی تھی ان پر فریفتہ ہو گئی اور ان سے درخواست نکاح کی انہوں نے کہا کہ یہ بات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت پر موقوف ہے جب یہ مدینہ واپس ہوئے اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حال عرض کر کے نکاح کی بابت دریافت کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں حکم دیا گیا کہ مشرک عورتوں سے مسلمان نکاح نہ کریں جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں اور اسلام قبول نہ کر لیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں نازل ہوئی ان کی ایک سیاہ فام باندی تھی ایک دفعہ کسی بات پر غصہ ہو کر اس کے طمانچہ مار دیا تو اس باندی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی، اِدھر جب عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا غصہ دور ہوا تو اس نازیبا حرکت پر یہ بھی نادم ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے یہ غلطی ہو گئی اس کی تلافی یہ ہو سکتی ہے کہ میں اس کو آزاد کر کے نکاح میں لے آؤں، غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے اس مومنہ باندی کو آزاد کر کے حضرت عبد اللہ نے اس سے نکاح کر لیا لوگوں نے طعنہ دینے شروع کئے کہ ایک سیاہ فام باندی سے نکاح کر لیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ممکن ہے کہ دونوں واقعات سببِ نزول ہوں۔

اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمان مرد اور کافر عورت اور اس کے برعکس دونوں صورتوں میں جو شادی بیاہ کا دستور عرب میں تھا وہ اس آیت کے نزول کے بعد یکسر ختم ہو گیا، اور اس آیت میں دو حکم فرمائے گئے:

پہلا حکم: مسلمان مرد کا نکاح کافر عورت سے نہ کیا جائے۔ ہاں اگر عورت صحیح معنی میں کتابیہ ہو تو سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵ کی رو سے جائز ہے۔ شرطیکہ اسلام سے مرتد ہو کر کتابیہ نہ بنی ہو۔

دوسرا حکم: مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے نہ کیا جائے۔ خواہ مرد کتابی کافر ہو یا غیر کتابی۔ اگر پہلے سے نکاح ہو تو ایک کے کافر اور دوسرے کے مسلمان ہونے کی صورت میں نکاح ختم ہو جائے گا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ

بِاِذْنِهٖ	وَالْمَغْفِرَةِ	اِلَى الْجَنَّةِ	يَدْعُوْٓا	وَاللّٰهُ	اِلَى النَّارِ	يَدْعُوْنَ	اُولٰٓئِكَ
اپنے حکم سے	اور بخشش	جنت کی طرف	بلاتا ہے	اور اللہ	دوزخ کی طرف	بلاتے ہیں	وہی لوگ

یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

	يَتَذَكَّرُوْنَ	لَعَلَّهُمْ	لِلنَّاسِ	اٰيٰتِهٖ	وَيُبَيِّنُ	
	نصیحت پکڑیں	تاکہ وہ	لوگوں کیلئے	اپنے احکام	اور واضح کرتا ہے	

اور اللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلا دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں

کافر سے نکاح کی ممانعت کی علت

یہاں کافر ومشرک عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی گئی اور مشرک وکافر مردوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح ناجائز وممنوع قرار دیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا کہ کافر کیسا ہی حسن وجمال، مال ومتاع، عزت وحکومت کا حامل ہو مگر وہ ایک فقیر ترین مومن کے ایمان کے مقابل نہیں ہو سکتا کیونکہ کافر انسان خدا کی نافرمانی، اللہ سے کفر وسرکشی اور گناہ کی دعوت دیتا ہے جس کا لازمی نتیجہ جہنم ہے اور اللہ تعالیٰ انسانوں کو دعوت دیتے ہیں اپنی جنت اور مغفرت کی طرف اور وہ چاہتے ہیں کہ تم ایسے اعمال وعقائد اختیار کرو کہ جن سے تمہاری مغفرت ہو جائے اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ، اخیر میں یہ بھی فرما دیا کہ لوگوں کے سامنے خدا تعالیٰ اپنے احکام و قوانین کھول کر بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ اُن کی مصلحت اور حکمت پر غور کر کے نصیحت حاصل کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔ اُولٰٓئِكَ سے کافر مردوں اور کافر عورتوں کی طرف اشارہ ہے ان کی طرف سے مزید نفرت دلانے کیلئے یہ فقرہ بڑھا دیا گویا جتا دیا ہے کہ ایسے گئے گذرے ہوئے اور خطرناک لوگ تو معمولی تعلقات رکھنے کے بھی قابل نہیں' چہ جائیکہ ان سے ازدواج کا سا گہرا رشتہ پیدا کیا جائے۔

انتخاب عورت کے چار اسباب

بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار باتیں دیکھ کر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے ایک تو مال دوسرے حسب نسب' تیسرے جمال وخوبصورتی' چوتھے دین' تم دیندار تلاش کرو۔ مسلم شریف میں ہے دنیا کل کی کل ایک متاع ہے۔ اور دنیا کے متاع میں سب سے افضل چیز نیک بخت عورت ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہاء شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر ایمان واسلام کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ! ہم کو اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی کتاب قرآن کریم کی پوری فرمانبرداری نصیب فرما، اور انجام میں ہمیں اپنی مغفرت ورحمت نصیب فرما، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ

وَیَسْئَلُوْنَکَ	عَنِ	الْمَحِیْضِ	قُلْ	ھُوَ	اَذًی	فَاعْتَزِلُوْا	النِّسَآءَ	فِی	الْمَحِیْضِ
اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے	سے بارہ میں	حالتِ حیض	آپ کہہ دیں	وہ	گندگی	پس تم الگ رہو	عورتیں	میں	حالتِ حیض

اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو اور اُن سے

وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ فَاِذَا تَطَھَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ

وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ	حَتّٰی	یَطْھُرْنَ	فَاِذَا	تَطَھَّرْنَ	فَاْتُوْھُنَّ	مِنْ حَیْثُ
اور نہ قریب جاؤ اُنکے	یہانتک کہ	وہ پاک ہو جائیں	پس جب	وہ پاک ہو جائیں	تو آؤ انکے پاس	جہاں سے

قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جاویں پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جاویں تو اُن کے پاس آ و جاؤ جس طرح تم کو خدا تعالیٰ نے

اَمَرَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ۝

اَمَرَکُمُ	اللّٰہُ	اِنَّ	اللّٰہَ	یُحِبُّ	التَّوَّابِیْنَ	وَیُحِبُّ	الْمُتَطَھِّرِیْنَ
حکم دیا تمہیں	اللہ	بیشک	اللہ	دوست رکھتا ہے	توبہ کرنے والے	اور دوست رکھتا ہے	پاک رہنے والے

اجازت دی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے

دورانِ حیض عورت کے احکام

حائضہ عورتوں کے متعلق یہود و نصاریٰ نے بہت افراط و تفریط سے کام لیا یہود میں اس درجہ افراط تھا کہ وہ اپنی حائضہ عورتوں سے بالکل جدا ہو جاتے نہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے نہ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے نہ اُن سے بات کرتے، حیض کے زمانہ میں عورتوں کے ہاتھ کا کھانا ناپاک سمجھتے تھے۔ بعض تو عورتوں کو حیض کے زمانہ میں گھر میں رکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے اور ان کو بالکل علیحدہ مکان میں رکھتے تھے مجوس کا بھی یہی حال تھا، ہندو قوم میں آج بھی ایام حیض میں عورت کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے، عیسائی اس معاملہ میں بہت ہی تفریط سے کام لیتے، حائضہ عورتوں سے میل ملاپ، نشست و برخاست، قیام و طعام کے علاوہ حیض کے ایام میں ہم بستر ہونے سے بھی پرہیز نہ کرتے۔

ایک مرتبہ بعض صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم حیض کی حالت میں اپنی عورتوں کے ساتھ کیا معاملہ کریں اس پر یہ آیت اور اگلی آیت نازل ہوئیں اور ضروری احکام دیئے گئے اور دوسری قوموں نے عام طور پر اس طبعی ناپاکی سے متعلق جو بہت مبالغہ آمیز طریقے اختیار کر رکھے تھے اس کے خلاف بتلایا گیا کہ اس زمانہ میں صرف جنسی اختلاط منع ہے۔ اس آیت میں حیض کے متعلق میں صرف صحبت کی ممانعت ہے، باقی اور احکام کی حیض میں نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، مسجد میں نہ جاوے، قرآن مجید کو نہ چھوئے، خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے یہ سب احادیث سے ثابت ہیں حالت حیض میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست نہیں۔

بیوی سے دُبر میں وطی حرام ہے

یہاں آیت میں فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ (تو ان کے پاس آؤ جاؤ جس جگہ سے تم کو خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے) کی تصریح کے موافق اپنی بی بی سے بھی پیچھے کے موقعہ میں صحبت کرنا حرام ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ملعون ہے وہ شخص کہ جو عورت کی دُبر یعنی پاخانہ کے مقام میں وطی کرے۔

❁❁ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ❁❁

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

نِسَآؤُكُمْ	حَرْثٌ	لَّكُمْ	فَاْتُوْا	حَرْثَكُمْ	اَنّٰى	شِئْتُمْ	وَقَدِّمُوْا	لِاَنْفُسِكُمْ
عورتیں تمہاری	کھیتی	تمہاری	سو تم آؤ	اپنی کھیتی	جہاں سے	تم چاہو	اور آگے بھیجو	اپنے لئے

تمہاری بیبیاں تمہارے لئے کھیت ہیں سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ اور آئندہ کے واسطے اپنے لئے کچھ کرتے رہو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّكُمْ	مُّلٰقُوْهُ	وَبَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	
اور ڈرو	اللہ	اور تم جان لو	کہ تم	ملنے والے اس سے	اور خوشخبری دیں	ایمان والے	

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہو اور ایسے ایمانداروں کو خوشی کی خبر سنا دیجئے

نکاح کا مقصد: یہاں دوسری آیت میں نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فرمایا ہے یعنی عورتوں کو بمنزلہ کھیت فرمایا یعنی جس طرح کھیت میں بیج ڈالنے سے اُس میں مختلف قسم کے غلہ، پھل، میوے پیدا ہوتے ہیں اس طرح عورت کے رحم میں تخم ریزی کرنے سے اولاد پیدا ہوتی ہے تو بیوی سے اگرچہ اور بھی کئی منافع حاصل کئے جاتے ہیں لیکن یہاں آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ نکاح کا اصلی مقصد نسل کی افزائش اور توالد و تناسل ہے۔

جو لوگ خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعہ بچوں کی پیدائش روکنے کے درپے ہیں وہ نکاح کی اصل غرض و غایت ہی سے ناواقف ہیں انہوں نے نکاح شادی کی غرض و غایت صرف جنسی تسکین ہی سمجھ رکھی ہے۔

آخرت کی فکر کرو اور تقویٰ پر قائم رہو: آیات کے آخر میں مرد و عورت کے تعلقات کو بیان کر کے دو باتوں کا حکم ہو رہا ہے۔ ایک وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ دوسرے وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ کے لفظی معنی ہوئے اور اپنے واسطے آگے کی تدبیر کرو یا آئندہ کے لئے اپنے حق میں کچھ کرتے رہو یعنی محض لذت پرستی میں غرق نہ ہو جاؤ بلکہ اپنی لذتوں کو بھی طاعت و عبادت بنا لو اور یہ اسی طرح بنایا جا سکتا ہے کہ تم ہر کام کرتے وقت اللہ کے احکام مدِ نظر رکھو اور انجام آخرت بہتر بنانے کی فکر کرو اس جملہ سے بعض مفسرین نے یہ مراد لیا ہے کہ بی بی سے قربت کے وقت اللہ کا نام لو تا کہ اولاد شیطان کے اثر سے محفوظ رہے قربت میں نیک اولاد کی نیت کرو تا کہ آخرت کی کھیتی بنے اور تمہارے لئے دُعاء و استغفار کرے اور قیامت کے دن تمہارے کام آئے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ دُعاء پڑھ کر بیوی سے صحبت میں مشغول ہو گا تو اگر اس صحبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فرزند عطا کیا تو وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا دُعاء یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا.

دوسرا حکم وَاتَّقُوا اللّٰهَ کا دیا گیا تقویٰ یعنی خوفِ خداوندی کی تاکید قرآن کریم جگہ جگہ اور بار بار کرتا ہے یہاں بھی تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرنے کا حکم ہو رہا ہے گویا مقصود یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے احکامِ الٰہیہ کی پابندی کرے اور افراط و تفریط سے بچ کر صراطِ مستقیم پر چلتا رہے۔

متقین کیلئے خوشخبری: آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فرمایا یعنی ایسے مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے جو احکامِ الٰہیہ کی پابندی کریں خدا سے ڈریں اور خدا کے سامنے حاضر ہونے کا یقین رکھیں کہ انہیں آخرت میں اجر عظیم ملے گا اور بے حد و بے اندازہ انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ

وَلَا تَجْعَلُوا	اللّٰهَ	عُرْضَةً	لِّاَيْمَانِكُمْ	اَنْ	تَبَرُّوْا	وَ	تَتَّقُوْا	وَتُصْلِحُوْا	بَيْنَ
اور نہ بناؤ	اللہ	نشانہ	اپنی قسموں کیلئے	کہ	تم حسن سلوک کرو	اور	پرہیزگاری کرو	اور صلح کراؤ	درمیان

اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ اپنی قسمیں کھانے کیلئے کہ سلوک کرنے سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے بچ جاؤ۔

النَّاسِ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

النَّاسِ	وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ
لوگ	اور اللہ	سننے والا	جاننے والا

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے ناموں کو نیکی سے رکنے کا سبب نہ بناؤ:

ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مختلف روایات بھی نقل کی گئی ہیں ایک روایت تو یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ہمشیرہ کو طلاق رجعی دے دی لیکن چند روز کے بعد صلح کا ارادہ کیا اور رجوع کی خواہش کی حضرت عبداللہ بن رواحہ نے قسم کھائی کہ نعمان سے کلام نہ کروں گا اور میاں بیوی میں صلح نہ ہونے دوں گا، بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ان آیات کا شانِ نزول کوئی خاص واقعہ نہیں بلکہ اس قسم کے بہت سے واقعات ہوتے تھے اور لوگوں کا دستور تھا کہ خدا کی قسمیں کھا بیٹھتے تھے کہ میں فلاں سے نہ ملوں گا یا فلاں سے صلح نہ کروں گا یا فلاں شخص کے مصارف کی خبر گیری نہ کروں گا، ان سب کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عظمت والے ناموں کو کسی سے حسنِ سلوک، پرہیزگاری اور دوسروں میں صلح کرانے سے رُکنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔

نیک کام چھوڑنے کی قسم کے مسائل:

اس آیت سے متعلقہ چند ضروری مسائل یہ ہیں:

۱- بے ضرورت بات بات پر قسم کھانا بہت بُری عادت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑی بے تعظیمی اور بے حرمتی ہوتی ہے۔

۲- جس نے کسی بات کے کرنے یا نہ کرنے پر اللہ کی قسم کھا لی تو پھر اس کے خلاف کرنا درست نہیں اگر کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔

۳- اگر کسی نے کسی گناہ کے کام کی قسم کھائی تو ایسی قسم کا توڑ دینا واجب ہے توڑ کر کفارہ دیدے۔

۴- قسم کے توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دو وقتہ کھانا کھلا دیوے یا کچا اناج دے دے گیہوں اگر دے تو ہر فقیر کو صدقہ فطر کے برابر یعنی تقریباً دو سیر اور اگر جَو دے تو گیہوں کے دگنے یعنی چار سیر یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جائے۔

۵- اگر کوئی ایسا غریب ہے کہ نہ کھانا کھلا سکتا ہے نہ تو کپڑا دے سکتا ہے تو لگاتار تین روزہ رکھے۔

۶- کفارہ میں انہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں لغویات سے محفوظ رکھے اور ہم سے وہی کام کرائے جن میں اس کی رضا ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

لَا يُؤَاخِذُكُمُ	اللّٰهُ	بِاللَّغْوِ	فِيْٓ	اَيْمَانِكُمْ	وَلٰكِنْ	يُّؤَاخِذُكُمْ	بِمَا	كَسَبَتْ
نہیں پکڑتا تمہیں	اللہ	لغو بیہودہ	میں	قسمیں تمہاری	اور لیکن	پکڑتا ہے تمہیں	پر۔جو	کمایا

اللہ تعالیٰ تم پر دارو گیر نہ فرمائیں گے تمہاری قسموں میں بیہودہ قسم پر لیکن دارو گیر فرمائیں گے اُن پر جس میں تمہارے دلوں نے ارادہ

قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

قُلُوْبُكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ
دل تمہارے	اور اللہ	بخشنے والا	بُردبار

کیا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور ہیں حلیم ہیں

معتبر اور غیر معتبر قسم:

یہاں سے بتلایا گیا کہ قسم وہ معتبر ہے جو دل سے اور ارادہ سے کھائی جائے اور جو لغو قسم منہ سے عادت کے طور پر بے خیالی میں بے ساختہ زبان سے نکل جائے اور دل کو خبر تک نہ ہو وہ لغو ہے اور ایسی قسم پر مواخذہ اور پکڑ اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے ،لغو یعنی بے معنی قسم کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو کسی گذری ہوئی بات پر جھوٹی قسم بلا ارادہ نکل گئی یا نکلی تو ارادہ سے مگر اس کو اپنے گمان میں سچ سمجھتا تھا مثلاً زید واقعی میں آیا تھا مگر اس کے آنے کی خبر نہ تھی اور وہ محض قسم کھا بیٹھا کہ زید نہ آیا تھا تو اس میں گناہ نہیں ہوتا اور اس کو اسی واسطے لغو کہتے ہیں کہ اس میں مواخذہ اُخروی نہیں۔

اسی طرح کسی آئندہ بات پر اس طرح قسم نکل گئی کہ کہنا چاہتا تھا کچھ مگر بے ارادہ اور بے ساختہ قسم نکل گئی کچھ اور تو یہ بھی ساقط الاعتبار ہے یعنی اس پر نہ کچھ گناہ ہے نہ کفارہ، برخلاف اس کے جس پر مواخذہ ہونے کا ذکر فرمایا گیا یہ وہ قسم ہے جو قصداً جھوٹی سمجھ کر کھائی ہو یا آئندہ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کی قصداً قسم کھائی اور پھر قسم کی خلاف ورزی کی تو اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں گے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بلا ارادہ اور نادانستہ فعل کی گرفت نہیں فرماتے ہاں اگر ارادہ اور دلی قصد کے ساتھ کسی معصیت یا خلاف شریعت حرکت کا ارتکاب کیا جائے تو اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔

اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھاؤ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا (ترمذی)

دُعاء کیجئے:

یا اللہ جتنی لغو اور گناہ کی باتیں ہیں ان سے ہم کو محفوظ رکھئے اور ہر حال میں ہم کو شریعت مطہرہ کے قوانین و احکام پر ظاہراً و باطناً اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! اپنے نام کی عظمت اور بزرگی ہمارے دلوں میں اس درجہ عطا فرمائیے کہ ہم سے کسی قرآنی یا شرعی حکم کی نافرمانی نہ ہو، آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

لِلَّذِيْنَ	يُؤْلُوْنَ	مِنْ	نِّسَآئِهِمْ	تَرَبُّصُ	اَرْبَعَةِ	اَشْهُرٍ	فَاِنْ	فَآءُوْ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
ان لوگوں کیلئے جو	قسم کھاتے ہیں	سے	عورتیں اپنی	انتظار	چار	مہینے	پھر اگر	رجوع کرلیں	تو بیشک	اللہ

جولوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیبیوں سے اُن کے لئے چار مہینہ تک کی مہلت ہے سو اگر یہ لوگ رجوع کرلیں جب تو اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾

غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
بخشنے والا	رحم کرنے والا

معاف کردیں گے رحمت فرماویں گے

ایلاء کا قانون: شریعت کی اصطلاح میں اگر کوئی بیوی کے پاس نہ جانے اور اس سے جدا رہنے کی قسم کھالے تو اس کو ایلا کہا جاتا ہے۔

عربوں میں زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہو جاتا اور اس کو ناپسند کرتا تو وہ اس سے ایلا کر لیتا یعنی قسم کھالیتا کہ میں اپنی بیوی سے قربت نہیں کروں گا اور ایلا کی ان کے رواج میں کوئی مدت مقرر نہ تھی اس لئے ایک طرف تو خاوند ایلا کی وجہ سے ساری عمر اپنی بیوی سے تعلقات زوجیت منقطع رکھتا دوسری طرف وہ عورت اس کی زوجیت سے خارج بھی نہ ہوتی تاکہ کسی دوسرے کے نکاح کرلے، اس طرح یہ غریب عورت معلق رہتی تھی اور تکلیف اٹھاتی تھی۔ اسلام نے ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے جاہلیت کے "ایلا" میں اصلاح کی اور اس کے لئے چار ماہ مدت مقرر کردی تاکہ خاوند ایلا کے بعد اس عرصہ میں اپنی بیوی کے متعلق آخری فیصلہ کرنے سے پہلے ٹھنڈے دل سے خوب سوچ سمجھ کر کوئی رائے قائم کرلے اگر سوچ بچار کے بعد اس فیصلہ پر پہنچے کہ اُسے اپنی بیوی سے صلح کرلینی چاہیے اور دوبارہ اس سے تعلقات زوجیت استوار کرلینے چاہئیں تو اسے چاہیے کہ وہ ایلا کے دن سے چار ماہ کے اندر اندر بیوی سے تعلقات برقرار رکھنا نہیں چاہتا تو وہ چار ماہ تک بیوی کے قریب نہ جائے چار ماہ کا عرصہ گذرنے پر خود بخود عورت کو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

ایلا کی چار صورتیں ہیں:

۱:......ایک یہ کہ کوئی مدت معین نہ کرے یعنی قسم کھالی کہ بی بی کے پاس نہ جاؤں گا اور کوئی مدت معین نہیں کی۔

۲:......دوسرے یہ کہ چار ماہ کی مدت کی قید لگادے۔

۳:......تیسرے یہ کہ چار ماہ سے زیادہ مدت کی قید لگادے۔

۴:......چوتھے یہ کہ چار ماہ سے کم کی مدت کا نام لے۔

پس اوّل، اور دوسری اور تیسری صورت جس کو شرعاً ایلا کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر اپنی قسم توڑ ڈالے اور بی بی کے پاس چلا جائے تو قسم توڑنے کا کفارہ دے اور نکاح باقی رہے گا اور اگر چار ماہ گذر گئے اور قسم نہ توڑی تو اس عورت پر قطعی طلاق پڑ گئی یعنی بلا نکاح رجوع کرنا درست نہیں رہا، البتہ دونوں اگر رضامندی سے پھر نکاح کرلیں تو درست ہے اور حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور چوتھی صورت یعنی ایلا میں چار ماہ سے کم مدت کا نام لیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑے تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم پوری کرلی جب بھی نکاح باقی رہے گا۔ (بیان القرآن)

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہماری ازدواجی زندگی کو خوش گوار رکھے اور ناچاقیوں اور بے برکتیوں سے محفوظ رکھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

وَاِنْ	عَزَمُوا	الطَّلَاقَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ
اور اگر	انہوں نے ارادہ کیا	طلاق	تو بیشک	اللہ	خوب سننے والا	جاننے والا

اور اگر بالکل ہی چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں

قانونِ طلاق

قانونی طور پر خاوند اور بیوی کے باہمی تعلقات بالکل ختم ہو جانے کا نام ''طلاق'' ہے۔

اسلام سے پہلے بھی دنیا میں طلاق کے مختلف طریقے رائج تھے یہود کے ہاں ''طلاق'' کے سلسلہ میں کوئی قید یا ذمہ داری نہ تھی، مرد کا جب جی چاہتا طلاق نامہ لکھ کر بیوی سے چھٹکارا حاصل کرلیتا اور بیوی بھی اسی وقت دوسرا خاوند کرسکتی تھی اس آزادی کے مقابلہ میں نصاریٰ نے بہت زیادہ پابندی اور سختی اختیار کی، خاوند اور بیوی کے علیحدہ ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی اور بجز موت کے میاں بیوی میں کوئی صورت افتراق کی ممکن نہ تھی، یہ عسائیوں میں رومن کیتھولک کا مذہب ہے جن کے ہاں طلاق مطلقاً ناجائز ہے اور اسلام سے قبل عیسائیوں میں یہی فرقہ موجود تھا ظہور اسلام سے صدیوں بعد عیسائیوں کا دوسرا فرقہ پروٹسنٹ پیدا ہوا اس کے ہاں میاں بیوی کی علیحدگی کی اجازت ہوئی لیکن صرف اس صورت میں کہ بیوی کسی سے زنا کرے یہی حال ہندو مذہب کا ہے کہ ان کے ہاں طلاق کوئی چیز ہی نہیں ان تمام افراط وتفریط کے راستوں کے خلاف اسلام نے اعتدال کی راہ اختیار کی اور اسلام نے اس کی اجازت روا رکھی ہے کہ اگر شوہر ایمانداری کے ساتھ محسوس کرے کہ اس کی شریک زندگی اس سے تعاون نہیں کرتی یا جائز تقاضوں کو پورا نہیں کرتی تو بجائے اس کے کہ وہ دونوں تمام عمر جھگڑتے اور کڑھتے رہیں اور ایک دوسرے سے بیزار رہیں تو اس سے بہتر یہی ہے کہ وہ علیحدہ علیحدہ ہوجائیں اور ایک دوسرے سے چھٹکارا ہوجائے اور جس میں ان کو سکون ہو وہ راہ اختیار کرلیں۔

فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ: آیات کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر یوں ہی اٹکل سے نہیں ہوتا ہمیشہ پر معنی اور سیاق کلام کے لحاظ سے بلیغ ہوتا ہے یہاں سمیع کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ وہ تو بڑا سننے والا ہے اس لئے میاں بیوی کے ظاہر قول کو اور شوہروں کی قسموں کو سب کو سنتا رہتا ہے۔

عَلِيْمٌ: وہ بڑا جاننے والا ہے اس لئے میاں بیوی کے دلوں کے اندر کی مخفی باتوں کو جانتا ہے ان کے ارادے اور نیتوں سے واقف ہے اور ان کے حال کے مناسب ہی حکم دیتا ہے۔

دُعاء کیجئے:

یا اللہ! آپ نے جواز دواجی رشتہ کی اہمیت قائم فرمائی ہے اور اس کے حدود وقیود مقرر فرمائے ہیں اس کے موافق ہمیں ازدواجی زندگی گذارنا نصیب فرما۔ یا اللہ! ہم کو ایک دوسرے کے حقوق کے ادائگی کی توفیق اپنی مرضیات کے موافق عطا فرما، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ

وَالْمُطَلَّقٰتُ	يَتَرَبَّصْنَ	بِاَنْفُسِهِنَّ	ثَلٰثَةَ	قُرُوْٓءٍ	وَلَا يَحِلُّ	لَهُنَّ	اَنْ	يَّكْتُمْنَ
اور طلاق یافتہ عورتیں	انتظار کریں	اپنے تئیں	تین	مدت حیض	اور جائز نہیں	ان کیلئے	کہ	وہ چھپائیں

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض تک اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے

مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ

	مَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	فِيْٓ	اَرْحَامِهِنَّ	اِنْ	كُنَّ يُؤْمِنَّ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	
	جو	پیدا کیا	اللہ	میں	ان کے رحم	اگر	ایمان رکھتی ہیں	اللہ پر	اور	یوم آخرت	

رحم میں پیدا کیا ہو اس کو پوشیدہ کریں اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتی ہیں

مطلقہ کی عدت کا قانون: عرب میں دستور تھا کہ ایام جاہلیت میں عورتوں کو طلاق دے کر سال سال بھر الگ رہتے اور اس دوران میں بیچاری عورت نہ تو کہیں اور نکاح کر سکتی تھی، نہ شوہر اس کے مصارف کی خبر گیری کرتا تھا اس طرح عورتوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ کو ان کے شوہر نے طلاق دی تھی، عدت کے لئے کوئی مدت مقرر نہ تھی انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حال عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں کی عدت بیان فرمادی، چنانچہ عدت کے اعتبار سے عورت کی کئی قسمیں ہیں۔

۱:...... ایک تو وہ صغیرہ ہے جو ابھی تک بالغ نہیں ہوئی اور اسے حیض نہ آتا ہو۔ ۲:...... دوسرے وہ جس کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو چکا ہے، ان کو اگر طلاق ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے جس کا بیان سورۂ طلاق پ ۲۸ میں ہے۔

۳:...... تیسرے حاملہ عورت، اگر اسے طلاق مل جائے یا شوہر مر جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، یعنی جب بچہ پیدا ہو جائے اس کا بیان بھی سورۂ طلاق پارہ نمبر ۲۸ میں ہے۔

۴:...... چوتھے وہ عورت جو حاملہ نہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے اس کا بیان اسی سورۂ بقرہ میں دو رکوع بعد یعنی تیسویں رکوع میں آیا ہے۔

۵:...... پانچویں وہ عورت جو نہ حاملہ ہو نہ صغیرہ ہو یعنی سنا بالغ ہو اور آزاد ہو اور جس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو اگر اسے طلاق مل جائے تو اس کی عدت تین حیض ہے اس آیت میں اسی عدت کا ذکر ہے۔

۶:...... چھٹے وہ عورت جسے خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق مل جائے اس کی کوئی عدت نہیں اس کا حکم سورۂ احزاب پارہ ۲۲ میں ہے۔

۷:...... ساتویں شرعی باندی اور لونڈی اگر مطلقہ ہے اور اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت دو حیض ہے۔ اور اگر عدم بلوغ یا پیرانہ سالی سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

مطلقہ عورت حیض یا حمل کا انکار نہ کرے

دوسرا حکم مطلقہ عورت کے متعلق یہ دیا گیا کہ اس پر واجب ہے کہ اپنے حائضہ یا حاملہ وغیرہ ہونے کی حالت کو ظاہر کر دے تا کہ اس کے موافق عدت کا حساب ہو۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے دورِ جہالت کے ظلموں سے انسانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نجات دلائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدردانی کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ

وَبُعُوْلَتُهُنَّ	اَحَقُّ	بِرَدِّهِنَّ	فِیْ ذٰلِكَ	اِنْ	اَرَادُوْٓا	اِصْلَاحًا	وَلَهُنَّ	مِثْلُ	الَّذِیْ
اور خاوندان کے	زیادہ حقدار	واپسی اُن کی	اس میں	اگر	وہ چاہیں	بہتری سلوک	اور عورتوں کیلئے	جیسے	جو

اوران عورتوں کے شوہران کے پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں اس عدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصدر رکھتے ہوں اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل

عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۲۸﴾

عَلَیْهِنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَلِلرِّجَالِ	عَلَیْهِنَّ	دَرَجَةٌ	وَاللّٰهُ	عَزِیْزٌ	حَكِیْمٌ	
عورتوں پر فرض	دستور کے مطابق	اور مردوں کیلئے	ان پر	ایک درجہ	اور اللہ	غالب	حکمت والا	

ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ کے موافق اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکیم ہیں

طلاق رجعی کا حکم: یہاں آیت میں طلاق رجعی کا بیان فرمایا گیا۔ یعنی شوہر ایک بار یا دو بار صریح لفظ سے طلاق دے تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے اگر شوہر رجوع کرنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اور اس رجعت سے پہلا ہی نکاح قائم رہتا ہے اور خاوند کو ایسا کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ اگر عورت رضا مند نہ ہو تو بھی۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد پھر رجوع نہیں ہوسکتا۔

عورت و مرد کے حقوق: جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق مردوں کے ذمہ ہیں جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق کا ادا کرنا فرض ہے۔ تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ مرد پر خاص حقوق عورتوں کے یہ ہیں:-

مرد اپنی استطاعت کے موافق عورت کو کھانا۔ کپڑا۔ رہنے کا گھر دے۔ مہر دے۔ اسکو تنگ نہ کرے۔

اور عورت کے ذمہ خاص حقوق شوہر کے یہ ہیں:-

خاوند کی اطاعت اور خدمت کرنا۔ حکم عدولی اور نافرمانی نہ کرنا۔ جہاں تک نفس حقوق کے واجب ہونے کا تعلق ہے دونوں میاں بیوی برابر ہیں کہ اُس کا حق اُس پر واجب ہے اور اُس کا حق اس پر واجب ہے البتہ حقوق کی نوعیت اور ان کے چھوٹے بڑے ہونے میں فرق ہے اور اس معنی کر کے مردوں کا عورتوں کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے اپنے خطبہ میں علاوہ اور بہت سے ارشادات کے فرمایا کہ لوگو اعورتوں کے بارہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ ان کو ناحق رنج نہ دو۔ تم نے اللہ کی امان سے ان کو اپنے قابو میں کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے اور تمہارا حق اُن پر یہ ہے کہ جس کو تم نہ چاہو اس کو تمہارے گھر میں نہ آنے دیویں۔ سو اگر وہ ایسا کریں تو ان کو مارو مگر ایسی مار نہ ہو کہ ظاہر ہو اور عورتوں کا تم پر دستور کے موافق کھانا کپڑا دینے کا حق ہے اور میں تم لوگوں میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اگر اسکو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور اُس پر عمل کرو گے۔ اور وہ خدا کی کتاب یعنی قران کریم ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ احکام قرآنی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو ایک دوسرے کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائیں۔　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ 16

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ

اَلطَّلَاقُ	مَرَّتٰنِ	فَاِمْسَاكٌ	بِمَعْرُوْفٍ	اَوْ	تَسْرِيْحٌ	بِاِحْسَانٍ	وَلَا	يَحِلُّ	لَكُمْ	اَنْ
طلاق	دوبار	پھر روک لینا	دستور کے مطابق	یا	رخصت کرنا	حسن سلوک سے	اور نہیں	جائز	تمہارے لئے	کہ

وہ طلاق دو مرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں

تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا

تَاْخُذُوْا	مِمَّا	اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	شَيْئًا
تم لے لو	اس سے جو	تم نے دیا ان کو	کچھ

کہ کچھ بھی لو اس میں سے جو تم نے اُن کو دیا تھا

رجوع کی حدود:

گذشتہ آیت میں مرد کے لئے حق رَجْعَتْ کا بیان تھا۔ اب آگے اسی سلسلہ میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ حق رَجْعَتْ خاوند کو کب تک رہتا ہے۔

عرب میں زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ جو شخص جتنی چاہتا اپنی بیوی کو طلاقیں دیتا اور پھر عدت گذرنے سے پہلے رجوع کر لیتا۔ اس لئے بعض لوگ عورتوں کو تنگ کرنے کے لئے بار بار ایسا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کا سدباب کیا اور رجوع کرنے کی اجازت کو دو طلاقوں تک محدود فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وہ طلاق جس میں رجوع کرنا درست ہے دو مرتبہ کی ہے۔ پھر دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد دو اختیار ہیں۔ خواہ رَجْعَتْ کر کے عورت کا رکھ لینا قاعدہ کے موافق یعنی رجعت کر کے اس کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور یا حسن اسلوب کے ساتھ اس کو چھوڑ دو کہ اس کی عدت گذر جائے اور جہاں چاہے وہ عورت نکاح کر لے تو یہاں بتلایا گیا کہ رَجْعَتْ صرف دو بار طلاق دینے کے بعد ہو سکتی ہے یعنی دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے لیکن عدت کے بعد رجعت باقی نہیں رہتی ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دے دی جائے تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہ ہوگا جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور پھر وہ طلاق دیدے۔ جس کو شریعت کی اصطلاح میں حلالہ کہتے ہیں۔ اس کے متعلق احکام آگے آئیں گے۔

بیویوں کو دیا ہوا مال واپس نہ لو

زمانہ جاہلیت کی ایک ظالمانہ رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو جو کچھ اُسے دیا ہوا ہوتا وہ بھی اُس سے چھین لیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بدسلوکی سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:-

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ یعنی زمانہ جاہلیت کی رسم بدسلوکی سے منع فرمایا کہ جو کچھ تم اپنی بیویوں کو مہر وغیرہ بوقت نکاح دے چکے ہو طلاق کے بعد اس میں سے کچھ بھی مت واپس لو۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں شرعی قوانین کی مکمل پابندی نصیب فرمائے اور ہمارے ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کے اسباب پیدا فرمائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا

اِلَّآ	اَنْ	یَّخَافَآ	اَلَّا	یُقِیْمَا	حُدُوْدَ اللّٰهِ	فَاِنْ	خِفْتُمْ	اَلَّا یُقِیْمَا	حُدُوْدَ اللّٰهِ	فَلَا
سوائے	کہ	دونوں اندیشہ کریں	کہ نہ	وہ قائم رکھ سکیں گے	اللہ کی حدود	پھر اگر	تم ڈرو	کہ وہ قائم نہ رکھ سکیں گے	اللہ کی حدود	تو نہیں

مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کر سکیں گے سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہیں کر سکیں گے

جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ

جُنَاحَ	عَلَیْهِمَا	فِیْمَا	افْتَدَتْ	بِهٖ	تِلْكَ	حُدُوْدُ اللّٰهِ	فَلَا	تَعْتَدُوْهَا
گناہ	ان دونوں پر	اس میں جو	عورت بدلہ دے	اس کا	یہ	اللہ کی حدود	پس نہ	آگے بڑھو اس سے

تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے۔ یہ خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلنا

وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

وَمَنْ	یَّتَعَدَّ	حُدُوْدَ اللّٰهِ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ
اور جو	آگے بڑھتا ہے	اللہ کی حدود	پس وہی لوگ	وہ	ظالم جمع

اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں

خلع: البتہ ایک صورت میں طلاق کے عوض مرد کو کچھ مال لینے کی اجازت دے دی اور وہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہو جائیں کہ اُن کے درمیان صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے اور عورت کی طرف سے شرعی حدود کے موافق حقوق زوجیت ادا کرنے کی کوئی توقع باقی نہ رہے تو اُس صورت میں جائز ہے کہ عورت مرد کو کچھ مال دے کر طلاق حاصل کر لے۔ طلاق کی اس صورت کو شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں خُلَعْ کہتے ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں ثابت بن قیس کے دین، اخلاق اور عادات پر کوئی عیب نہیں لگاتی مگر میں اور وہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ میں نے بہت سے لوگوں میں اُن کو دیکھا تو سب سے زیادہ سیاہ فام اور پستہ قد اور بدصورت ثابت ہی نظر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ثابت کو وہ باغیچہ واپس دے سکتی ہو جو اُس نے تم کو دیا ہے۔ کہا جی ہاں وہ بھی اور کچھ زیادہ بھی دے سکتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیسؓ کو بلایا کہ تم اس سے وہ باغیچہ واپس لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ اسلام میں پہلا خلع تھا۔

شرعی قوانین اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی مذکورہ بالا احکام خدائی قوانین ہیں جو سب لوگوں کو ایک حد مخصوص کے اندر لا کر کاربند اور عمل پیرا بنانے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ ان قوانین میں غریب و امیر، شریف و رذیل، عالم و جاہل، بادشاہ و فقیر کی کوئی تفریق نہیں۔ ان سے سر مو تجاوز اور سرتابی نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ قوانین الٰہیہ سے سرتابی کرتے ہیں اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں اور وبال آخرت مول لیتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا

فَاِنْ	طَلَّقَهَا	فَلَا تَحِلُّ	لَهٗ	مِنْ بَعْدُ	حَتّٰى	تَنْكِحَ	زَوْجًا	غَيْرَهٗ	فَاِنْ	طَلَّقَهَا
پھر اگر	طلاق دی اس کو	تو جائز نہیں	اس کیلئے	اس کے بعد	یہاں تک کہ	وہ نکاح کرلے	خاوند	اس کے علاوہ	پھر اگر	طلاق دیدے اس کو

پھر اگر کوئی طلاق دے دے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند سے نکاح کرے پھر اگر یہ اس کو طلاق دیدے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ

فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْهِمَا	اَنْ	يَّتَرَاجَعَا	اِنْ	ظَنَّا	اَنْ	يُّقِيْمَا	حُدُوْدَ اللّٰهِ
تو گناہ نہیں	ان دونوں پر	اگر	وہ رجوع کرلیں	بشرطیکہ	وہ خیال کریں	کہ	وہ قائم کریں	اللہ کی حدود

تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے

تین طلاق دینے کا نتیجہ۔ اب اگر کسی نے دو طلاقیں دینے کے بعد تیسری طلاق بھی دیدی تو اس کا حکم اس آیت میں بیان فرمایا جاتا ہے۔

دو طلاقوں کے بعد اگر رجعی ہوں تو خاوند رجوع کر سکتا ہے لیکن اگر اس نے عدت کے اندر تیسری بھی طلاق دیدی تو اب نہ وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے اور نہ ہی نکاح کر سکتا ہے۔ پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کے جواز کے لئے پانچ شرطیں ہوئیں۔

۱- پہلے خاوند کی عدت پوری کرے۔

۲- عدت کے بعد دوسرے خاوند سے شرعی عقد کرے۔

۳- دوسرا شوہر اس سے ہمبستر ہو۔

۴- دوسرا شوہر اُسے طلاق دیدے۔

۵- دوسرے شوہر کی طلاق کی عدت پوری کرے۔ ان پانچ میں سے اگر ایک شرط بھی نہ ہوگی تو پہلے شوہر سے اُس کا نکاح جائز نہ ہوگا۔ اور شوہر اوّل سے اس تجدید نکاح کی اجازت اس صورت میں ہوگی کہ شوہر اوّل اور عورت دونوں کا یہ گمان غالب ہو کہ ہم دوبارہ نکاح کے بعد ایک دوسرے کے حقوق زوجیت میں کمی کرنے کے گناہ میں مبتلا نہ ہوں گے۔

تین طلاقیں بہر حال تین ہی ہیں:

اس آیت قرآنیہ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ تین طلاق کے بعد مرد کو رجعت کا حق باقی نہیں رہتا خواہ وہ تین طلاقیں علیحدہ علیحدہ دی ہوں یا اکٹھی دی ہوں۔ تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اس پر اجماع ہے کہ تین طلاقیں جس طرح بھی دی جائیں خواہ ایک وقت میں یا علیحدہ علیحدہ تین وقت میں وہ واقع اور لازم سمجھی جائیں گی۔ اس زمانہ کے بعض ظاہرین اور خودرائے لوگ کا کہنا ہے کہ تین طلاق دینے سے ایک طلاق بھی نہیں پڑتی۔ صحیح بخاری میں ایک خاص باب قائم کیا اور ان تمام شبہات کا جواب دیا کہ جو لوگ تین طلاق کو ایک طلاق بنانے کے لئے پیش کرتے ہیں امام قرطبیؒ نے مفصل اور مدلل دیئے ہیں جو حضرات اہل علم دیکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا اہل سنت والجماعت کو چاہیے کہ تین طلاق کے بارہ میں کتاب اور سنت اور اجماع صحابہ اور اجماع ائمہ اربعہ کا اتباع کریں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں جہالت اور خودرائی سے محفوظ رکھے۔ آج کل بعض لوگ غصہ میں بیوی کو تین طلاق دیدیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ	يُبَيِّنُهَا	حُدُوْدُ اللّٰهِ	وَتِلْكَ	
جاننے والوں کیلئے	انہیں واضح کرتا ہے	اللہ کی حدود	اور یہ	

اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو دانشمند ہیں

عائلی قوانین کی اہمیت:

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ یعنی طلاق سے متعلق احکام و مسائل خدا کے قائم کردہ قوانین ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سمجھدار اور ذی فہم لوگوں کے منافع کے لئے ان کو بیان کیا ہے تاکہ وہ اس کے فوائد پر غور کریں کہ ان احکام میں کیا مصالح ہیں اور ان کو اختیار کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔

فائدہ: ہر عاقل، بالغ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ نکاح وطلاق سے متعلق احکام و مسائل علماء کے پاس جاکر ان سے سیکھے۔ یہ احکام نہایت اہم ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بہت ساری خرابیاں اور فساد نکاح وطلاق کے مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے ہوتے ہیں، اور نقصان ہو جانے کے بعد پھر لوگ مختلف فرقوں کے مفتیان کے پاس جاکر حیلے تلاش کرتے ہیں۔ اپنے بیانات تبدیل کرتے ہیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا قباحتیں پیش آتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ پہلے ہی آدمی ان مسائل کا علم حاصل کرلے تاکہ بوقتِ ضرورت شرعی طریقہ کے مطابق عمل کرے۔

بوقت ضرورت طلاق دینے کا طریقہ:

طلاق کا احسن طریقہ شریعت میں یہ ہے کہ صرف ایک طلاق حالت طہر میں دیدے جس میں بیوی سے مجامعت نہ کی ہو اور یہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔ عدت ختم ہونے کے بعد رشتہ نکاح خود ٹوٹ جائے گا۔ اس کو فقہا نے طلاق احسن کہا ہے۔ اور حضرات صحابہ نے اسی کو طلاق کا بہتر طریق قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کی گذشتہ آیت اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ سے اس کی بھی اجازت نکلتی ہے کہ دو طلاق تک دیدی جائیں۔ مگر لفظ مَرَّتٰن میں اس طرف اشارہ فرمادیا کہ دو طلاق و بیک لفظ بیک وقت نہ ہوں بلکہ دو طہروں میں الگ الگ ہوں۔ بہر حال دو طلاقوں تک قرآن حکیم کے الفاظ سے ثابت ہے اس لئے باتفاق ائمہ اور فقہاء یہ بھی طلاق سنت میں داخل ہے۔ جبکہ تیسری طلاق کے غیر مستحسن ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ تیسری طلاق کا مبغوض اور مکروہ ہونا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود اگر کسی نے ایسا اقدام کرلیا تو اس کا وہی اثر ہونا چاہیے جو جائز اور مستحسن طلاق کا ہوتا یعنی تین طلاق واقع ہو جائیں اور رجعت کا اختیار نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اس پر شاہد ہے کہ باوجود ناراضگی کے آپ نے تین طلاقوں کو نافذ فرمادیا جس کے بہت سے واقعات کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ (ملخصاً از معارف القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہر حال میں ہم کو شریعت اسلامیہ کے حدود وقوانین کی پابندی نصیب فرما اور ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کا اتباع نصیب فرما۔ یا اللہ اپنے احکام کی عظمت ہمارے دلوں میں اُتار دے اور دین سے غفلت اور جہالت ولاپرواہی کے مرض کو اُمت سے دور فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

سَرِّحُوْهُنَّ	أَوْ	بِمَعْرُوْفٍ	فَأَمْسِكُوْهُنَّ	أَجَلَهُنَّ	فَبَلَغْنَ	النِّسَآءَ	طَلَّقْتُمُ	وَإِذَا
رخصت کردو	یا	دستور کے مطابق	تو روکو ان کو	اپنی عدت	پھر وہ پوری کرلیں	عورتیں	تم طلاق دو	اور جب

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جاویں تو تم ان کو قاعدہ کے موافق نکاح میں رہنے دیا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی

بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ

نَفْسَهٗ	فَقَدْ ظَلَمَ	ذٰلِكَ	يَفْعَلْ	وَمَنْ	لِتَعْتَدُوْا	ضِرَارًا	لَا تُمْسِكُوْهُنَّ	وَ	بِمَعْرُوْفٍ
اپنی جان	تو بیشک اس نے ظلم کیا	یہ	کرے گا	اور جو	تاکہ تم زیادتی کرو	نقصان	تم نہ روکو انہیں	اور	دستور کے مطابق

دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا

طلاق کے بعد رجوع کا مقصد

جاہلیت کا طریقہ تھا کہ بیوی کو ستانے کی غرض سے طلاق دیتے پھر جب عورت کی عدت پوری ہونے کے قریب ہوتی تو رجعت کر لیتے اور پھر طلاق دیتے اور پھر اسی طرح کرتے رہتے تاکہ بیچاری عورت نہ اس کے پاس آرام۔ چین وسکون کی زندگی گذار سکے اور نہ ہی کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔

آیت کے پہلے حصہ میں یہ قانون بیان کیا گیا ہے کہ جب خاوند ایک یا دو مرتبہ بیوی کو طلاق دیدے اور آخری تیسری بار طلاق نہ دی ہو تو اگر وہ رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اگر رجوع نہ کرنا چاہے اور معاملہ ختم کرنا چاہے تو خوبی کے ساتھ چھوڑ سکتا ہے۔ غرض کہ عورت کو روکنا یا چھوڑنا جو بھی ہو خوبی کے ساتھ ہو اور اس میں عورت کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو۔ خاوند ان دو راستوں میں سے جو راستہ بھی اختیار کرے ضروری چیز یہ ہے کہ وہ دستور اور شریعت کے موافق ہو یعنی اگر وہ عورت کو اپنی زوجیت میں واپس لینا چاہے تو شرافت اور عزت سے دوبارہ لوٹائے اور اگر اس سے تعلق توڑ لینا چاہے تو بڑی شرافت اور عزت کے ساتھ گھر سے رخصت کردے۔ دونوں صورتیں حسن معاملہ کے ساتھ ہوں ورنہ جو لوگ حق تلفی کرتے ہیں اور محض ستانے کے لئے دوبارہ عورت کو زوجیت میں لے لیتے ہیں تو وہ عورت کی حق تلفی کا وبال اپنی گردن پر رکھتے ہیں اور عذاب آخرت مول لیتے ہیں۔

رجوع کا طریقہ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب خاوند نے اپنی بیوی سے صحبت کر لی یا بوسہ لے لیا یا شہوت سے اُسے ہاتھ لگا لیا یا شہوت سے اس کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اس سے رجوع ہو جائے گا۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے احکام کے مطابق زندگی گذارنے اور اپنے مسائل حل کرنے کی توفیق دے۔ ہمارا مرنا جینا' ہماری خوشی' غمی سب شریعت کے احکام کے مطابق ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ

وَلَا	تَتَّخِذُوْٓا	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	هُزُوًا	وَّاذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَمَا	اَنْزَلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنَ
اور نہ	ٹھہراؤ	احکام	اللہ	مذاق	اور یاد کرو	نعمت	اللہ	تم پر	اور جو	اس نے اتارا	تم پر	سے

اورحق تعالیٰ کے احکام کولہو ولعب مت سمجھو اور حق تعالیٰ کی تم پر جو نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور اس کتاب اور حکمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں

الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

الْكِتٰبِ	وَالْحِكْمَةِ	يَعِظُكُمْ	بِهٖ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَ	اعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ
کتاب	اور حکمت	وہ نصیحت کرتا ہے تمہیں	اس سے	اور تم ڈرو	اللہ	اور	جان لو	کہ	اللہ	ہر	چیز	جاننے والا

کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

تین خصوصی حکم

طلاق کے بعض احکام ومسائل کے بعد آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ اورتاکید کے لئے تین حکم ارشاد فرمائے۔

پہلا حکم یہ ہے وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھیل نہ بناؤ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہنسی نہ ٹھہراؤ۔ یہاں کھیل بنانے کی ایک تفسیر تو مفسرین نے یہ کی ہے کہ نکاح وطلاق کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو حدود وقوانین اور شرائط و پابندی مقرر کردی ہیں ان احکامات کو لہو ولعب کی طرح بے وقعت مت سمجھو۔ احکامِ الٰہیہ محل مذاق نہیں کہ جیسے چاہا کرلیا اور جیسے چاہا نہ کیا بلکہ سارے احکام پر پوری طرح پابند ہو جاؤ اور دوسری تفسیر یہ منقول ہے کہ طلاق ونکاح کو اگر کسی نے کھیل یا مذاق میں بھی پورا کردیا تو وہ نافذ ہو جائیں گے۔ نیت نہ کرنے کا بہانہ قابل تسلیم نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں ہنسی کے طور پر کرنا اور واقعی طور پر کرنا دونوں برابر ہیں۔ ایک طلاق دوسرے عتاق (یعنی غلام یا باندی کی آزادی) تیسرے نکاح یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو قصد وارادہ سے کہنا اور ہنسی مذاق کے طور پر کہنا برابر ہے۔

دوسرا حکم وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ میں ارشاد فرمایا گیا یعنی حق تعالیٰ کی جو نعمتیں تم پر ہیں اُن کو یاد کرو۔ یعنی تم پہلے گمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر نور ہدایت سے تمہارے دلوں کی روشن کیا۔ ذلت کے بعد عزت اور ضعف کے بعد قوت عنایت کی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ان کا شکر واجب ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ قرآن کریم نازل فرما کر حکمت اور نصیحت کی باتوں سے تم کو سرفراز کیا۔ اور اُن پر عامل ہونے کی تم کو ہدایت کی۔ لہٰذا تم کو نہایت کوکوشش سے احکام الٰہیہ پر کاربند اور عمل پیرا ہونا چاہیے۔

تیسرا حکم وَاتَّقُوا اللّٰهَ میں فرمایا کہ خداوند قدوس سے ڈرتے رہو کیونکہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ جان لو۔ سمجھ لو۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

یہ قرآن کریم کا اسلوب حکیم اور خاص انداز بیان ہے کہ ہر قانون کے پیچھے خدا کا خوف اور آخرت کا حساب یاد دلایا جاتا ہے کہ جن کے ہوتے ہوئے کوئی انسان جو انسانیت کے جامہ سے باہر نہ ہو قصداً اور ارادۃً احکام خداوندی اور قوانین الٰہیہ کے خلاف اور اُن سے سرتابی وسرکشی کر ہی نہیں سکتا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

وَاِذَا	طَلَّقْتُمْ	النِّسَآءَ	فَبَلَغْنَ	اَجَلَهُنَّ	فَلَا	تَعْضُلُوْهُنَّ	اَنْ	يَّنْكِحْنَ
اور جب	تم طلاق دو	عورتیں	پھر وہ پوری کرلیں	اپنی مدت عدت	تو نہ	روکو نہیں	کہ	وہ نکاح کریں

اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جائیں کہ وہ اپنی بیبیوں کو طلاق دیدیں پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت) بھی پوری کرچکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط

اَزْوَاجَهُنَّ	اِذَا	تَرَاضَوْا	بَيْنَهُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ
خاوند اپنے	جب	وہ راضی ہوں	آپس میں	دستور کے مطابق

کہ وہ اپنے (تجویز کیے ہوئے) شوہروں سے نکاح کرلیں جب کہ باہم سب رضامند ہوجاویں قاعدہ کے موافق

عورت کے ذاتی حقوق کا تحفظ: عربوں میں زمانہ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ بعض لوگ اپنی مطلقہ بیویوں کو دوسری شادی کرنے نہیں دیتے تھے اور اُسے اپنی ذلت اور ہتک شان سمجھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح حضرت عبداللہ بن عاصم سے کیا تھا انہوں نے کچھ عرصہ بعد طلاق دے دی اور عدت بھی گذر گئی۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عاصم نے چاہا کہ دوبارہ نکاح کرلیں اور اسی مطلقہ بیوی کو نکاح کا پیام بھجوایا اور وہ بھی رضامند ہوگئیں۔ لیکن جب حضرت معقل کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ عبداللہ! میں نے اپنی بہن کو تمہارے نکاح میں دے کر تمہاری عزت افزائی کی تھی۔ تم نے اس کی یہ قدر کی کہ اس کو طلاق دے دی۔ اب تم پھر نکاح کرنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم اب وہ تمہارے نکاح میں نہ لوٹے گی۔ پس اب نکاح ہونا ناممکن ہے۔ میں ہرگز اب تمہارے ساتھ نکاح نہ ہونے دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کو سنتے ہی حضرت معقل بن یسارؓ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور خود جا کر اور عبداللہ بن عاصم کو خود بلا کر اپنی ہمشیرہ کا نکاح دوبارہ اُن کے ساتھ کردیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اتباع قرآن میں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ چنانچہ اس آیت میں خطاب عام ہے خواہ شوہر ہی دوسری جگہ نکاح سے مانع آئے یا عورت کے بھائی بند۔ ان کو حکم ہوتا ہے کہ جب تم عورتوں کو ایک دو طلاق رجعی دے چکو اور ان کی عدت کا زمانہ ختم ہوجائے تو اب اگر اُن کے شوہر اور وہ باہم نکاح جدید کرنے پر بخوشی رضامند ہوں تو اُن کو عورت کے والی وارث نہیں روک سکتے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ رضامندی شرعی قاعدہ کے موافق ہو۔ اگر شرعی قاعدہ کے موافق نہ ہو مثلاً:-

(۱) ناجائز طور پر آپس میں خفیہ نکاح کرنا چاہیں۔

(۲) یا ایام عدت میں دوسرے شوہر سے نکاح کا ارادہ ہو۔

(۳) یا عورت بلا اجازت اپنے اولیاء کے اپنے کفو کے خلاف دوسرے کفو میں نکاح کرنا چاہے۔ (۴) یا عورت اپنے مہر مثل سے کم پر نکاح کرنا چاہے۔ جس کا اثر خاندان پر پڑتا ہے۔ جس کا اسکو حق نہیں۔

(۵) یا اگر پہلے خاوند سے عورت نکاح کرنا چاہتی ہے تو تین طلاقیں مرد نے نہ دی ہوں ورنہ بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں۔

مذکورہ بالا خلاف شرع صورتوں میں تو ہر مسلمان کو بالخصوص اُن قریبی اعزاء واقرباء کو جن کا تعلق مرد اور عورت سے ہو روکنے کا حق حاصل ہے بلکہ بقدر استطاعت ایسے نکاح کا روکنا واجب ہے۔ لیکن اگر رضامندی شرعی احکام اور قاعدے کے موافق ہو تو عورت مرد کو نکاح سے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

﴿﴾ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿﴾

ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ

ذٰلِكَ	يُوْعَظُ	بِهٖ	مَنْ	كَانَ	مِنْكُمْ	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	ذٰلِكُمْ	اَزْكٰى	لَكُمْ
یہ	نصیحت کی جاتی ہے	اس سے	جو	ہو	تم میں سے	ایمان رکھتا	اللہ پر	اور	یوم آخرت	یہی	زیادہ ستھرا	تمہارے لئے

اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے

وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

	وَاَطْهَرُ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	وَاَنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ	
	اور زیادہ پاکیزہ	اور اللہ	جانتا ہے	اور تم	نہیں	جانتے	

زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

تین نصیحتیں: یہاں آیت کے آخر میں تین جملے ارشاد فرمائے گئے ہیں:۔

۱-ایک یہ کہ احکام ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس میں اشارہ اس طرف فرما دیا گیا کہ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آدمی ان احکام الٰہیہ کا پورا پابند ہو۔ اور جو لوگ ان احکام طلاق و نکاح کے اتباع میں کوتاہی یا اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ ان کے ایمان میں خلل ہے۔

۲-دوسرے جملے میں فرمایا گیا کہ ان احکام کی پابندی تمہارے لئے پاکی اور صفائی کا ذریعہ ہے۔ اس میں صاف اشارہ ہو گیا کہ ان احکام کی خلاف ورزی کا نتیجہ گناہوں کی نجاست میں آلودگی اور فتنہ و فساد ہے احکام الٰہیہ کا ... اور ان پر عمل پیرا ہونا سبب ہے گناہوں سے پاک ہونے کا اور پاک رہنے کا تو ایسے موقع پر جبکہ مرد و عورت باہم ایک دوسرے کی طرف راغب ہوں تو وہاں صفائی اور پاکی اسی میں ہے کہ نکاح سے نہ روکا جائے ورنہ خرابی اور فتنہ فساد اور آلودگی کا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ خفیہ تعلقات پیدا نہ کرلیں جس سے بدنامی۔ عزت کی بربادی اور وبال دنیوی و اُخروی دونوں گردن پر رہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ان کا نکاح باہم ہونے دیا جائے۔ کیونکہ اگر جوان لڑکیوں کو مطلقاً نکاح سے روکا گیا تو ایک طرف تو اُن پر ظلم اور ان کی حق تلفی ہے دوسری طرف ان کی عفت و عصمت کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اور خدانخواستہ اگر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہوئے تو اس کا وبال اُن لوگوں پر بھی ہوگا جنہوں نے ان کو شرعی نکاح سے روکا۔

۳-تیسرے جملہ میں ارشاد فرمایا کہ تمہاری مصلحتوں کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تم نہیں جانتے یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں اور فائدوں سے خوب واقف ہیں ان کی رعایت کر کے احکام دیتے ہیں۔ اسلئے تمہارا بھلا اور بہتری اسی میں ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون اور دیئے ہوئے احکام کی دیانتداری سے پوری پابندی کرو ورنہ اس کے خلاف کرنے میں مضرت گمراہی اور ہلاکت ہی ہے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنا وہ خوف و خشیت عطا فرما کہ جو ہم کو ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے اور ہر حال میں آپ کی اطاعت پر آمادہ رکھے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ

وَالْوَالِدٰتُ	يُرْضِعْنَ	اَوْلَادَهُنَّ	حَوْلَيْنِ	كَامِلَيْنِ	لِمَنْ	اَرَادَ	اَنْ يُّتِمَّ	الرَّضَاعَةَ
اور مائیں	دودھ پلائیں	اپنی اولاد	دو سال	پورے	جو کوئی	چاہے	کہ وہ پوری کرے	دودھ پلانے کی اجازت

اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس کیلئے ہے جو کوئی شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

وَعَلَى	الْمَوْلُوْدِ لَهٗ	رِزْقُهُنَّ	وَكِسْوَتُهُنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	لَا تُكَلَّفُ	نَفْسٌ	اِلَّا	وُسْعَهَا
اور پر	جس کا بچہ باپ	ان کا کھانا	اور ان کا لباس	دستور کے مطابق	نہیں تکلیف دی جاتی	کوئی شخص	مگر	اس کی وسعت

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے ان کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق کسی ماں کو تکلیف

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ

لَا تُضَآرَّ	وَالِدَةٌ	بِوَلَدِهَا	وَلَا	مَوْلُوْدٌ لَّهٗ	بِوَلَدِهٖ	
نہ نقصان پہنچایا جائے	ماں	اسکے بچے کے سبب	اور نہ	جس کا بچہ باپ	اسکے بچے کے سبب	

نہ پہنچانا چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے

بچہ کی پرورش سے متعلق دستور العمل

طلاق کے بعد اکثر و بیشتر یہی دیکھا جاتا ہے کہ مرد و عورت کے درمیان ایک قسم کی عداوت اور منافرت پیدا ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جب کہ عورت کی گود میں شیر خوار بچہ بھی ہو۔ کبھی مرد یہ چاہتا ہے کہ بچہ کو ماں سے چھین کر کسی اور عورت سے دودھ پلوائے اور اس طرح غریب ماں کو فراق میں تڑپائے اور کبھی عورت بچہ کو دودھ پلانے سے اس لئے انکار کرتی ہے کہ ظاہر میں مرد کے پاس کوئی دودھ پلانے والی دوسری عورت موجود نہیں۔ مرد مجبور ہو کر میری خوشامد کرے گا۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے مناسب اور معتدل احکام بیان فرما دیئے کہ جو مرد عورت دونوں کے لئے مناسب اور سہل ہیں۔ چنانچہ آیت کے اس حصہ کی روشنی میں حسب ذیل شرعی مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

مسئلہ: پوری مدت رضاعت یعنی بچہ کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ جب تک کوئی خاص عذر مانع نہ ہو بچہ کا حق ہے کہ یہ مدت پوری کی جائے۔ البتہ قرآن کریم کی دوسری آیت وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (پ ۲۶ - سورۂ احقاف) کی بناء پر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر تیس مہینے یعنی ڈھائی سال کے عرصہ میں بھی دودھ پلا دیا تو احکام رضاعت کے ثابت ہو جائیں گے اور اگر بچہ کو کمزوری وغیرہ کے عذر سے ایسا کیا گیا تو گناہ بھی نہ ہوگا لیکن ڈھائی سال پورے ہونے کے بعد بچہ کو ماں کا دودھ پلانا باتفاق حرام ہے۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

مسئلہ: ماں اگر کسی وجہ سے معذور نہ ہو تو اسکے ذمہ عند اللہ واجب ہے کہ بچہ کو دودھ پلاوے جبکہ وہ منکوح ہو یا عدت میں ہو اور اجرت لینا دودھ پلانے کی ایسی ماں کو درست نہیں۔

مسئلہ: اور اگر طلاق کے بعد عدت گذر چکی تو اب مطلقہ عورت پر بلا اُجرت دودھ بچہ کو پلانا واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر ماں دودھ پلانے سے انکار کرے تو سمجھا جائے گا کہ یہ غالباً معذور ہوگی اس لئے اس پر جبر نہ کیا جاوے گا۔ البتہ اگر بچہ کسی اور کا دودھ لیتا ہی نہیں۔ نہ اُوپر کا دودھ پیتا ہے تو ماں کو مجبور کیا جاوے گا کہ بچہ کو دودھ پلائے۔

مسئلہ: ماں دودھ پلانا چاہتی ہے اور اسکے دودھ میں کوئی خرابی بھی نہیں تو باپ کو جائز نہیں کہ اس کو پلانے نہ دے اور دوسری انا کا پلوائے اور اس طرح ماں کو بچہ سے جدا کرے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ

وَعَلَى	الْوَارِثِ	مِثْلُ	ذٰلِكَ	فَاِنْ	اَرَادَا	فِصَالًا	عَنْ تَرَاضٍ	مِّنْهُمَا	وَتَشَاوُرٍ
اور پر	وارث	ایسا	یہ۔اس	پھر اگر	دونوں چاہیں	دودھ چھڑانا	آپس کی رضامندی سے	دونوں سے	اور باہم مشورہ

اور مثل طریق مذکور کے اس کے ذمہ ہے جو وارث ہو پھر اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضا مندی اور مشورہ سے تو دونوں پر

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ

فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْهِمَا	وَاِنْ	اَرَدْتُّمْ	اَنْ	تَسْتَرْضِعُوْٓا	اَوْلَادَكُمْ	فَلَا جُنَاحَ
تو نہیں	گناہ	ان دونوں پر	اور اگر	تم چاہو	کہ	تم دودھ پلاؤ	اپنی اولاد	تو گناہ نہیں

کسی قسم کا گناہ نہیں اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی

عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا

عَلَيْكُمْ	اِذَا	سَلَّمْتُمْ	مَّا	اٰتَيْتُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	بِمَا
تم پر	جب	تم حوالہ کردو	جو	تم نے دیا تھا	دستور کے مطابق	اور ڈرو	اللہ	اور جان لو	کہ	اللہ	سے۔جو

گناہ نہیں جب کہ ان کے حوالہ کردو جو کچھ ان کو دینا کیا ہے قاعدہ کے موافق اور حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
تم کرتے ہو	دیکھنے والا

کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں

مسئلہ: باپ کے ہوتے ہوئے بچہ کی پرورش کا خرچ صرف باپ کے ذمہ ہے اور جب باپ مرجاوے اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بچہ مال کا مالک ہے تب تو اُسی مال میں اس کا خرچ ہوگا اور اگر مالک مال کا نہیں تو اس کے مالدار عزیزوں میں جو اس کے محرم ہیں۔ اور محرم ہونے کے علاوہ وہ شرعاً اس کے مستحق میراث بھی ہیں ان کے ذمہ اس کا خرچہ ہوگا۔

مسئلہ: جبکہ طلاق کے بعد عدت گذر جاوے اور وہ اُجرت مانگتی ہے تو باپ اگر دوسری انّا سے اتنی ہی اُجرت پر پلوانا چاہے تب تو ماں مقدم ہے۔ دوسری انّا سے پلوانے کا حق نہیں ہے۔ اور اگر دوسری انّا اس ماں سے کم اُجرت پر راضی ہے تو ماں کو یہ حق حاصل نہیں کہ خود پلائے۔

مسئلہ: اگر بچہ کے ماں باپ دونوں کی آپس کی رضا مندی اور باہمی مشورہ سے یہ ارادہ کریں کہ بچہ کو مدت رضاعت یعنی دو سال سے کم ہی میں دودھ چھڑادیں خواہ ماں کی معذوری کے سبب یا بچہ کی بیماری کے سبب تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ: انّا یعنی جس عورت کو دودھ پلانے پر رکھا جائے۔ اُس سے معاملہ تنخواہ یا اُجرت کا پوری صفائی کے ساتھ طے کرلیا جائے۔

اخیر میں پھر قرآن کریم نے اپنے مخصوص انداز اور اسلوب کے ساتھ قانون پر عمل کو آسان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے خوف اور اسکے علم محیط کا تصور سامنے کردیا اور فرمایا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ

وَالَّذِيْنَ	يُتَوَفَّوْنَ	مِنْكُمْ	وَيَذَرُوْنَ	اَزْوَاجًا	يَّتَرَبَّصْنَ	بِاَنْفُسِهِنَّ	اَرْبَعَةَ	اَشْهُرٍ
اور جو لوگ	وفات پا جائیں	تم سے	اور چھوڑ جائیں	بیویاں	وہ انتظار میں رکھیں	اپنے آپ کو	چار	مہینے

اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے کو روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن

وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

وَّعَشْرًا	فَاِذَا	بَلَغْنَ	اَجَلَهُنَّ	فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	فَعَلْنَ	فِيْٓ	اَنْفُسِهِنَّ
اور دس دن	پھر جب	وہ پہنچ جائیں	اپنی مدت عدت	تو نہیں گناہ	تم پر	میں۔ جو	وہ کریں	میں	اپنی جانیں اپنے حق

پھر جب اپنی میعاد ختم کر لیں تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی کریں

بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

بِالْمَعْرُوْفِ	وَاللّٰهُ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ
دستور کے مطابق	اور اللہ	جو تم کرتے ہو اس سے	باخبر

قاعدے کے موافق اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں

بیوہ ہونے والی عورت کی عدت

عورت کی عدت تین طرح کی ہوتی ہے:-(۱) عدت طلاق۔ اس کے حکم اور مدت کا بیان گذشتہ آیت نمبر ۲۲۸ میں ہو چکا ہے۔ (۲) عدت اس حاملہ عورت کی جس کا شوہر مر گیا ہو۔ اس کا حکم سورۂ طلاق۔ پارہ نمبر ۲۸ میں بیان کیا گیا ہے کہ حاملہ کی عدت بچے کی ولادت تک ہے۔ (۳) عدت وفات۔ جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ عورت حاملہ بھی نہ ہو اُس کا بیان اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

عرب میں زمانہ جاہلیت میں عدت کی رسم سال بھر تک کی تھی اور شروع اسلام میں بھی عورتوں کے لئے بھی ایک سال کی عدت کا حکم تھا۔ یہ ایک سالہ عدت کا حکم اس آیت زیر تفسیر و تشریح کے حکم سے منسوخ ہو گیا۔ اور اب بیوہ غیر حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر ہو گئی کہ اس چار ماہ دس دن کے عرصہ میں بیوہ نکاح اور زیب و زینت اور بناؤ سنگار خوشبو وغیرہ کے استعمال سے الگ رہیں اور بغیر ضرورت خاص اس گھر سے باہر نہ نکلیں جس گھر میں شوہر نے وفات پائی ہے تاکہ نکاح سابق کی عزت و حرمت کا بقا اور عورت کا شوہر سے محبت کے جذبات کا مظاہرہ ہو سکے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ شوہر کا بچہ شکم میں ہے یا نہیں۔ اگر معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت بدل جائے گی اور وضع حمل تک اُس کا عدت کا زمانہ ہو گا۔ اور جب عدت مقررہ کا زمانہ ختم ہو جائے تو اب عورت کے ورثا یا قریبی عزیز و رشتہ دار کسی کو حق نہیں کہ بیوہ کو اس کے شخصی تصرف اور ذاتی استحقاق نکاح سے روکے۔ تو گویا یہاں بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کا حکم بیان ہوا ہے کہ عدت کے بعد اگر وہ اپنی مرضی سے کسی سے شرعی عقد کرنا چاہے تو اس بیوہ کے والی وارث کو اس سے نہیں روکنا چاہیے۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ زندگی ہو یا موت ہو ہر حال میں ہم کو اتباع قرآنی اور شریعتِ اسلامیہ کے احکام کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ

وَلَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْمَا	عَرَّضْتُمْ	بِهٖ	مِنْ خِطْبَةِ	النِّسَآءِ	اَوْ	اَكْنَنْتُمْ
اور نہیں گناہ	تم پر	میں۔ جو	اشارہ میں	اس سے	پیغام نکاح	عورتوں کو	یا	تم چھپاؤ

اورتم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جوان مذکورہ عورتوں کو (جو کہ عدت وفات میں ہیں) پیغام (نکاح) دینے کے بارہ میں کوئی بات اشارۃً کہو یا اپنے دل

فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ

فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ	عَلِمَ اللّٰهُ	اَنَّكُمْ	سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ	وَلٰكِنْ	لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ	سِرًّا	اِلَّآ اَنْ
اپنے دلوں میں	جانتا ہے۔ اللہ	کہ تم	جلد ذکر کرو گے ان سے	اور لیکن	نہ وعدہ کرو ان سے	چھپ کر	مگر یہ کہ

میں پوشیدہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر مذکور کرو گے لیکن ان سے نکاح کا وعدہ مت کرو مگر یہ کہ کوئی

تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ

تَقُوْلُوْا	قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا	وَلَا	تَعْزِمُوْا	عُقْدَةَ	النِّكَاحِ	حَتّٰى	يَبْلُغَ	الْكِتٰبُ	اَجَلَهٗ
تم کہو	بات	دستور کے مطابق	اور نہ	ارادہ کرو	گرہ	نکاح	یہاں تک	پہنچ جائے	عدت	اس کی مدت

بات قاعدہ کے موافق کہو اور تم تعلق نکاح کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنی ختم کو پہنچ جائے

عدت کے اندر پیغام نکاح سے متعلق ہدایات

آیت میں ایسی عورتوں سے جو کہ عدت کے زمانہ میں ہوں اُن سے نکاح ثانی یا نکاح کا وعدہ یا نکاح کا پیغام کے احکام بتلائے گئے ہیں اور وہ یہ کہ عدت کے اندر اندر نکاح۔ نکاح کا وعدہ اور نکاح کا صریح پیغام تو جائز نہیں۔ البتہ نکاح کا اشارہ اور کنایہ جائز ہے اور وجہ اس حکم کی ظاہر ایہی ہے کہ کسی کے مرتے ہی اس کی بیوہ سے نکاح کا پیغام دینا ایک طرح کی بے مروتی ہے۔ گویا کہ پیغام دینے والا اُس کی موت کا منتظر تھا۔ اور اسی طرح عدت کے اندر عورت کا نکاح کے متعلق گفتگو کرنا بے وفائی پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے شوہر کے مرتے ہی اس کے حق رفاقت کو بھول گئی اور سابق نکاح کی عزت وحرمت کا کوئی لحاظ نہ کیا کہ جس کے گھر میں عدت گذار رہی ہے اور جس کی میراث تقسیم کرا رہی ہے۔ اس کے مرتے ہی نکاح کی بات چیت کر رہی ہے گویا کہ یہ عورت اپنے شوہر کے مرنے ہی کی منتظر تھی۔ پھر انسانی فطرت کے جو تقاضے ہیں اور جو مرد وعورت میں قدرتاً ودیعت کئے گئے ہیں ان کی رعایت بھی اس دین فطرت میں ضروری ہے۔ اس لئے اس آیت میں ان امور کی بابت جامع احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں اس آیت میں عدت کے اندر چار فعل مذکور ہیں۔ دو زبان کے اور دو دل کے اور ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے۔

اوّل: زبان سے تصریحاً اور بالکل کھلے الفاظ میں بیوہ کو پیغام نکاح دینا یہ ناجائز اور حرام ہے۔ دوم: زبان سے اشارۃً وکنایۃً کہنا یہ جائز اور اس کی اجازت ہے۔ سوم: دل سے یہ ارادہ کرنا کہ ابھی یعنی عدت کے اندر ہی نکاح کرلیں گے یہ بھی حرام ہے۔ کیونکہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے اور ارادہ حرام کا حرام ہے۔ چہارم: دل سے یہ ارادہ کرنا کہ عدت کے بعد نکاح کریں گے یہ جائز ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں لکھا ہے کہ جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	فِىْٓ	اَنْفُسِكُمْ	فَاحْذَرُوْهُ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ
اور جان لو	کہ	اللہ	جانتا ہے	جو	میں	اپنے دل	سو ڈرو اس سے	اور جان لو	کہ	اللہ	بخشنے والا	تحمل والا

اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہے تمہارے دلوں کی بات کی سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرنے والے ہیں حلیم بھی ہیں

ناجائز ارادہ سے بچتے رہو

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی بات کو بھی جانتا ہے لہٰذا تم ناجائز ارادہ سے بھی بچتے رہو اور اگر کوئی ناجائز ارادہ ہوگیا ہے اور کسی خاتون کی عدت کے دوران پیغام نکاح کے بارے میں شرعی حدود کے خلاف کا دل میں ارادہ بھی ہوا ہے تو اس سے توبہ کرلو اللہ بخشنے والا ہے' اور وہ حلیم ہے مہلت دیتا ہے' اگر گناہ پر فوراً عتاب نہ ہو تو غافل اور مطمئن نہ ہو جاؤ۔ اس لئے اگر اس بارے میں کرچکے ہو تو ابھی تلافی واستغفار کا پورا موقعہ باقی ہے۔ اللہ اللہ مسلمان خاتون کی عصمت کے تحفظ کا دین اسلام میں کس قدر کامل اہتمام ہے۔

نافرمانی سے بچنے کا نسخہ:

اگر کسی کو یہ ہر وقت مستحضر رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر فعل اور حرکت وسکون کے دانا وبینا ہیں اور ہماری نیتوں اور دلوں کے راز اور بھید سے واقف ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی تو گرفت ہوگی اور سزا ملے گی تو کوئی نافرمانی اور بدعملی قصداً اور عمداً صادر نہ ہونے پائے اور قرآن کریم بار بار اسی جذبۂ احساس کو بیدار کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مسلمان کسی حال میں بھی اور کسی منزل میں بھی اس امر سے غافل نہ ہو چنانچہ یہاں بھی آیت کے آخیر میں فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ
فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

یعنی تم یقین رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں مخفی ہے خداوند تعالیٰ اُس سے بھی واقف ہے لہٰذا تم کو اس سے خوف کرنا چاہیے اور عورتوں کے متعلق بدنیتی دل میں نہ رکھنی چاہیے اور نہ اُن سے بدمعاملگی برتنا چاہیے اور احکام خداوندی کی پوری پوری فرمانبرداری اور پابندی کرنی چاہیے۔ اور خداوند تعالیٰ کے تحمل اور پردہ پوشی سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے اور سزا میں تاخیر ہو تو دلیر نہ ہونا چاہیے۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف اور ڈر اُتار دے کہ جو ہم کو آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔

یا اللہ! ہمارے ذمہ جو حقوق آپ نے لازم کردیئے ہیں ان کو بجا آوری کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! ہماری عورتوں اور بچوں کو بھی اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ صادق عطا فرما اور ان کو شریعت اسلامیہ کی پوری پابندی نصیب فرما۔

یا اللہ! اس قوم اور ملک کو جملہ قرآنی احکام اپنانے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ

لَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	اِنْ	طَلَّقْتُمُ	النِّسَآءَ	مَا لَمْ	تَمَسُّوْهُنَّ	اَوْ	تَفْرِضُوْا	لَهُنَّ
نہیں گناہ	تم پر	اگر	تم طلاق دو	عورتیں	جو نہ	تم نے انہیں ہاتھ لگایا	یا	مقرر کیا	ان کیلئے

تم پر کچھ مواخذہ نہیں اگر بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ ان کو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے

فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا

فَرِيْضَةً	وَّمَتِّعُوْهُنَّ	عَلَى	الْمُوْسِعِ	قَدَرُهٗ	وَعَلَى	الْمُقْتِرِ	قَدَرُهٗ	مَتَاعًا
مہر	اور انہیں خرچ دو	پر	خوش حال	اس کی حیثیت	اور پر	تنگدست	اس کی حیثیت	خرچ

اور ان کو فائدہ پہنچاؤ صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے اور تنگدست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے ایک خاص قسم

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

بِالْمَعْرُوْفِ	حَقًّا	عَلَى	الْمُحْسِنِيْنَ	وَاِنْ	طَلَّقْتُمُوْهُنَّ	مِنْ قَبْلِ	اَنْ
دستور کے مطابق	لازم	پر	نیکوکار	اور اگر	تم انہیں طلاق دو	پہلے	کہ

کا فائدہ پہنچانا جو قاعدہ کے موافق واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر۔ اور اگر تم ان بیویوں کو طلاق دو قبل اس کے کہ ان کو

تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ

تَمَسُّوْهُنَّ	وَقَدْ فَرَضْتُمْ	لَهُنَّ	فَرِيْضَةً	فَنِصْفُ	مَا	فَرَضْتُمْ	اِلَّآ	اَنْ	يَّعْفُوْنَ
انہیں ہاتھ لگاؤ	اور تم مقرر کر چکے ہو	ان کیلئے	مہر	تو نصف	جو	تم نے مقرر کیا	سوائے	یہ کہ	وہ معاف کردیں

ہاتھ لگاؤ اور ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہو اس کا نصف ہے مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کردیں

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ

اَوْ	يَعْفُوَا	الَّذِيْ	بِيَدِهٖ	عُقْدَةُ النِّكَاحِ	وَ	اَنْ	تَعْفُوْٓا	اَقْرَبُ	لِلتَّقْوٰى
یا	معاف کردے	وہ جو	اس کے ہاتھ میں	نکاح کی گرہ	اور	اگر	تم معاف کردو	زیادہ قریب	پرہیزگاری کے

یا یہ کہ وہ شخص رعایت کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کا تعلق ہے اور تمہارا معاف کر دینا تقوی سے زیادہ قریب ہے

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

وَلَا تَنْسَوُا	الْفَضْلَ	بَيْنَكُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
اور نہ بھولو	احسان کرنا	باہم	بیشک	اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	دیکھنے والا

تقوی سے زیادہ قریب ہے اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو بلاشبہ اللہ تعالی تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں

متاع کا مطلب

یہاں آیت میں لفظ مَتِّعُوْهُنَّ فرمایا گیا ہے جس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے "ان کو فائدہ پہنچاؤ"۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں علمائے مفسرین نے اس سے مراد کم از کم تین کپڑے یعنی ایک جوڑہ لیا ہے۔ لیکن یہ حکم سب مردوں کے لئے یکساں نہیں ہے بلکہ مالی حالت کے اعتبار سے ہے۔ حضرت حسنؓ کو یہ صورت پیش آئی تھی اور آپ نے دس ہزار درہم یا بیس ہزار درہم دیئے تھے۔

مطلقہ خاتون کیلئے مہر کا قانون

پہلی آیت نمبر ۲۳۶ میں حسب ذیل مسائل ہیں۔

(۱) اگر کسی عورت کو قربت وخلوت صحیحہ کے قبل مرد طلاق دے دے اور مہر بوقت نکاح متعین نہ ہوا ہو تو مہر دینا کچھ نہیں پڑتا بلکہ ایک جوڑہ تین کپڑوں کا دینا واجب ہے۔

(۲) اس جوڑہ میں مرد کی حیثیت معتبر ہے یعنی مرد کو اپنی مالی حیثیت کے مطابق جوڑہ دینا ہوگا۔

دوسری آیت سے متعلقہ مسئلہ یہ ہوا کہ جس عورت کا مہر نکاح کے وقت مقرر ہوا ہو اور اس کو قربت یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دیدی ہو تو مقرر کئے ہوئے مہر کا نصف مرد کے ذمہ ادا کرنا واجب ہوگا۔ البتہ عورت اگر معاف کردے یا مرد پورا مہر دیدے تو یہ اختیاری بات ہے۔

عورتوں کے معاملہ میں احسان ومروت کی تعلیم

یہاں پہلی آیت کے خاتمہ پر حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○ (یعنی یہ لازم ہے نیکی کرنے والوں پر) اور دوسری آیت کے خاتمہ پر وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (یعنی آپس میں احسان اور رعایت کرنے سے غفلت مت کرو) فرما کر تلقین فرمائی گئی اور لطیف اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ عورتوں کے حقوق میں جہاں تک ہو سکے مرد کو رعایت اور احسان سے کام لینا چاہیے۔ اور یہ قرآنی تعلیمات کے خواص میں سے ہے کہ طلاق کے موقع پر بھی جو مرد وعورت کے تعلقات کے اختتام اور انقطاع کا نام ہے۔ باہمی حسن سلوک۔ مروت اور رعایت کی تعلیم دی جاتی ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہوا کہ حالت طیش اور ناگواری میں بھی بلحاظ تقویٰ اور حسن اخلاق اور عفو واحسان کا معاملہ رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی قرآن کریم کے تعلیم کردہ اخلاق سے مزین فرمائیں اور ہر ناگواری کے موقع پر حسن اخلاق اور عفو واحسان برتنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

وَلَا تَنْسَوُا: میں نسیان بھول کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ترک کرنے اور نظر انداز کرنے کے معنی میں ہے کیونکہ بھول تو غیر اختیاری ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی نسیان کی مذمت کی گئی ہے تو وہاں یہی اختیاری ترک مراد ہے یا غفلت برتنا مراد ہے۔ اسی لئے بھول جانے کی تین قسمیں بتلائی گئی ہیں کہ ایک بھول ضعفِ قلب کی وجہ سے ہوتی ہے دوسری بھول غفلت سے ہوتی ہے اور تیسری بھول ارادہ سے ہوتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ: تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے لہٰذا اس کے ہاں تمہاری کوئی نیکی خواہ وہ کسی درجہ یا کسی بھی موقع کی ہو ضائع نہیں ہوگی۔

غور کرو! کہ معاملات اور قانونی ضابطوں سے شریعت کے احکام کس قدر تاکیدی ہیں اور قرآن کریم کس طرح بار باران کی اہمیت جتلاتا ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں

(قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ وتابعین کی روشنی میں)

خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

معاویہ ابن ابی یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہیں آپ نے جواب دیا:

"بَانَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ"

تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی۔ (محلی ابن حزم ص ۱۷۲ ج ۱۰)

خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آثار

رَوٰی وَكِيْعٌ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ اِنِّيْ طَلَّقْتُ امْرَاَتِيْ اَلْفًا فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ بَانَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ.

(محلی بن حزم ص ۱۷۳ ج ۱۰) (سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۷) (زاد المعاد ص ۲۵۹ ج ۲) (مصنف بن ابی شیبہ ص ۱۳ ج ۵) (ایضاً ص ۱۴ ج ۵) (فتح القدیر ص ۳۳۰ ج ۳) (طحاوی شریف ص ۳۰ ج ۲)

حبیب ابن ابی ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے عورت تجھ سے بائنہ ہوگئی۔

علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں حضرت علیؓ کا یہی مسلک بیان کیا ہے کہ وہ طلاق ثلٰثہ کے وقوع کے قائل تھے۔ (نیل الاوطار ص ۲۴۵ ج ۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

مسروق اور علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص سے جس نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دی تھی (اور ایک دوسرے شخص سے جس نے اپنی عورت کو ننانوے طلاقیں دیں تھیں) فرمایا کہ تین طلاقوں سے بیوی جدا ہوگئی اور بقیہ طلاقیں ظلم، عدوان اور زیادتی ہیں۔

(محلی ص ۱۷۲ ج ۱۰) (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۲ ج ۵) زاد المعاد ص ۲۵۹ ج ۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد منتخب تحقیقاتی کمیٹی

"مجلس ہیئت کبار العلماء" کے سامنے "طَلَقَاتٌ ثَلَاثٌ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ" کا مسئلہ پیش ہوا۔ اس مسئلے کے متعلق ربیع الثانی ۱۳۹۳ء کو مجلس کا ایک اجلاس منعقد ہوا جسمیں ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے یا صرف ایک واقع ہونے کے دلائل پیش کئے گئے پھر ان کا تجزیہ و مناقشہ کیا گیا۔

مسلسل چھ ماہ (۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۳ء) تک یہ مسئلہ زیر بحث رہا۔ انتہائی محنت و عرق ریزی کے ساتھ اس مسئلے سے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر وحدیث کی سینتالیس کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا کہ "ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں اگرچہ تین کی نیت نہ بھی ہو۔ رجوع یا نکاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ الا یہ کہ وہ عورت حلالہ کے طور پر کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ اسے طلاق دیدے تب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہوسکتی ہے۔ اور اس طریقے پر طلاق دینا اگرچہ حرام و ناجائز ہے لیکن واقع تینوں ہی طلاقیں ہوجاتی ہیں۔ یہ قانون حضرت عمر فاروقؓ کے دور مبارک میں منعقدہ اجماع صحابہ کی روشنی میں امت اسلامیہ اہلسنت کا متفقہ مسلک و موقف چلا آرہا ہے"۔

جلالۃ الملک خادم حرمین حفظ اللہ نے جہاں توسیع حرمین، تزئین مدینہ، طباعت قرآن کریم، عالمی زبانوں کی تفاسیر کی اشاعت جیسے شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں اہلسنت والجماعت کے موقف کے مطابق "طلقات ثلاث بلفظ واحد" جیسے معرکۃ الاراء اختلافی مسئلے کی تجدید و احیاء نو فرما کر مسلمانوں کو حرام سے محفوظ فرما کر امت اسلامیہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء

جو اس مسئلے سے اختلاف کر کے اکٹھی تین طلاقوں کی ایک ہی طلاق ماننے پر اصرار کرتے ہیں ان حضرات پر سعودیہ عربیہ کا یہ فیصلہ حجت قاطعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حق کے متلاشی کیلئے تردد کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اگرچہ سعودی عرب کے کبار علماء کی اس تحقیقاتی کمیٹی میں ایک بھی حنفی عالم موجود نہ تھا بایں ہمہ شاید بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو کہ اکٹھی تین طلاقوں ماننا صرف علماء احناف ہی کا مسلک ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ یہ چاروں مذاہب کے آئمہ واصحاب

17 کے ہاں قطعی متفقہ و مسلمہ ہے۔

قرآن کریم کی تین آیات، تقریباً ساٹھ احادیث مرفوعہ و موقوفہ اور اتفاق جمہور اور سلف صالحین کی تمیں تصریحات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مدخول بہا پر ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ سلف صالحین میں کوئی بھی قابل اقتداء ایسی شخصیت نہیں ہے جو اس کے خلاف کی قائل ہو۔ چنانچہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِيْنَ وَلَا مِنْ اَئِمَّةِ السَّلَفِ الْمُعْتَمَدِ بِقَوْلِهِمْ فِي الْفَتَاوٰى فِي الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ شَيْءٌ صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلٰثَ بَعْدَ الدُّخُوْلِ يُحْسَبُ وَاحِدَةً اِذَا سَبَقَ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ ذَكَرَهٗ اِبْنُ عَبْدِ الْهَادِيْ عَنِ ابْنِ رَجَبٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ. (رسالہ "الطلاق الثلاث" ص ۳۶۶)

یہ پوری بحث اور متفقہ فیصلہ حکومت سعودیہ نے خود شائع کی ہے۔ غیر مقلدین اکثر مختلف فیہ مسائل میں اہل حرمین کے عمل کو بطور حجت پیش کیا کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ بھی علماء حرمین کا ہے اس لئے تمام امت مسلمہ کیلئے حجت ہے۔ (بحوالہ گلدستہ تفاسیر جلد اوّل)

نوٹ: اس مسئلہ پر تفصیلی مباحث دیکھنے کیلئے ادارہ کی مطبوعہ "گلدستہ تفاسیر" جلد اوّل دیکھی جائے

دُعاء کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنی زندگی کے تمام معاملات میں کتاب و سنت سے وابستہ رکھیں اور خصوصاً عورتوں کے حقوق اور معاملات میں ہمیں حسن اخلاق اور عفو و احسان کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں آپس میں ایک دوسرے سے احسان اور سلوک کی توفیق نصیب ہو اور جملہ حقوق العباد کے معاملہ میں کوتاہی اور غفلت سے بچنا نصیب ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

قٰنِتِيْنَ	لِلّٰهِ	قُوْمُوْا	وَ	الْوُسْطٰى	الصَّلٰوةِ	وَ	عَلَى الصَّلَوٰتِ	حَافِظُوْا	
فرمانبردار جمع	اللہ کیلئے	کھڑے رہو	اور	درمیانی نماز	نماز	اور	نمازوں کی	تم حفاظت کرو	

محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے

معاملات و عبادات کا تعلق: نکاح‘ طلاق‘ عدت‘ مہر وغیرہ کے احکام کے درمیان نماز کی تاکید اور اہمیت کو اس لئے بیان فرمایا گیا کہ دنیا کے معاملات اور باہمی نزاعات میں پڑ کر کہیں خدا کی عبادت کو بندہ نہ بھلا بیٹھے اور اہل و عیال میں مشغول نماز سے غفلت کا سبب نہ ہو جائے۔

نکاح و طلاق کے مسائل جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے ساتھ حقوق اللہ کی تاکید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں معاشرت و معاملت‘ قانون و اخلاق‘ عبادات سے الگ نہیں اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

نماز کی‘ خصوصاً عصر کی نماز کی تاکید: ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ کام کاج میں لگ کر بعض لوگ عصر کی نماز پڑھنے میں تاخیر کر دیتے تھے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہو جاتا اس وقت آیات مذکورہ نازل ہوئیں۔ اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ دیگر اہل کتاب کی طرح مسلمان بھی نماز میں اشارہ یا بات کر لیا کرتے تھے اس کی ممانعت میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ اس کے بعد مسلمانوں نے نماز میں بولنا اور اشارہ کرنا ترک کر دیا۔

یہاں نماز کی محافظت اور نگرانی کا جو حکم دیا گیا ہے تو نمازوں کی حفاظت اور نگرانی کے معنی یہ ہیں کہ نمازوں کو اپنے وقتوں پر ادا کرنا اور نماز کے ارکان‘ واجبات‘ سنن اور مستحبات کا پورا پورا لحاظ رکھنا۔ پھر تمام نمازوں کی عموماً اور صلوٰۃ وسطیٰ کی محافظت کا خصوصاً حکم دیا گیا۔

صلوٰۃ وسطیٰ: صلوٰۃ وسطیٰ یعنی بیچ والی نماز سے کون سی نماز مراد ہے؟ اس کے متعلق کثرت سے علمائے مفسرین کا قول بعض احادیث کی دلیل سے یہ ہے کہ بیچ والی نماز عصر ہے کیونکہ اس کے ایک طرف دو نمازیں دن کی ہیں یعنی فجر و ظہر اور ایک طرف دو نمازیں رات کی ہیں یعنی مغرب و عشاء۔ تو اس بیچ والی نماز کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لئے فرمائی گئی کہ اکثر لوگوں کو یہ وقت کام کی بھیڑ بھاڑ اور مشغولیت کا ہوتا ہے۔

نماز میں عاجزی: اور یہاں یہ جو فرمایا وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے) اور عاجزی کی تفسیر حدیث میں خاموشی کے ساتھ آئی ہے۔ اسی آیت سے نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی۔ اور وہ جو بعض احادیث میں ہے کہ نماز میں صحابہ یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اشارہ کیا یا بات کی یا چلے سو یہ سب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کی باتیں ہیں۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں نماز کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے‘ نماز دین کا ستون ہے سب سے پہلے اسی کی پوچھ ہوگی۔

یا اللہ ہمیں نماز کی پابندی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ

فَإِنْ	خِفْتُمْ	فَرِجَالًا	أَوْ	رُكْبَانًا	فَإِذَا	أَمِنْتُمْ	فَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	كَمَا	عَلَّمَكُمْ	مَا	لَمْ
پھر اگر	تمہیں ڈر ہو	تو پیادہ پا	یا	سوار	پھر جب	تم امن پاؤ	تو یاد کرو	اللہ	جیسا کہ	اس نے تمہیں سکھایا	جو	تم

پھر اگر تم کو (بحالت جنگ دشمن کا) اندیشہ ہو تو تم کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو پھر جب تم کو اطمینان ہو جاوے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو جو تم

تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٩﴾

تَكُونُوا	تَعْلَمُونَ
تم نہ تھے	جانتے

کو سکھلایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے

حالت جنگ میں نماز: مطلب یہ ہے کہ لڑائی اور دشمن کے خوف کا وقت ہو تو مجبوراً سواری پر سوار ہونے کی حالت ہی میں اور پیدل کو اشارہ سے نماز پڑھنا درست ہے خواہ قبلہ کی طرف ہونا نہ ہو۔ یعنی نماز کی محافظت حالتِ جنگ میں بھی ضروری ہے البتہ شریعت کے باقی احکام کی طرح یہاں بھی ماحول کی پوری گنجائش رکھی گئی ہے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ایسی شدید حالت میں جب دشمن سے مقابلہ ہو اور جب کہ جانوں کی آپادھاپی پڑ رہی ہو اس وقت بھی نماز مؤخر نہیں کی گئی بلکہ نماز کھڑے کھڑے یا سواری پر بیٹھے بیٹھے پڑھے۔ اس وقت نہ رکوع و سجود کا لحاظ ضروری ہے نہ قبلہ رُو ہونے کا۔ البتہ اشارے سے نماز صحیح جب ہو گی جب ایک جگہ کھڑا ہو سکے اور اس میں سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ پست کرے بہ نسبت رکوع کے اور اگر کھڑا رہنا بھی ممکن نہ ہو بلکہ چلنا پھرنا اور دوڑنا بھاگنا ہو رہا ہو تو نماز مؤخر کر دی جائے گی۔ جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب میں کیا تھا' بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ مشرکوں نے ہم کو صلوٰۃِ وسطیٰ سے روک دیا خدا ان کی قبر کو آگ سے بھر دے' اور یہ واقعہ احزاب میں نماز عصر کا ہے' حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہوئے اور کفارِ قریش کو برا کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب کے قریب ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی پھر وادیٔ بطحان کی طرف توجہ فرمائی اور آپ نے وضو کیا ہم نے بھی وضو کیا اس کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھی جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد مغرب پڑھی۔

اور جب جنگ یا خوف کی حالت نہ ہو امن چین ہو جائے تو پھر انہیں ارکان و شرائط کا ساتھ نماز کی ادائیگی کا حکم ہے جو کہ نماز کے سلسلہ میں تعلیم کیے گئے ہیں یعنی' قبلہ رُخ' رکوع' سجود قعود و قیام وغیرہ سب ضروری ہیں۔

دُعاء کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی محافظت نماز کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں ایسی نمازوں کی توفیق عطا فرما دے جو آپ کے قرب کا ذریعہ بنیں۔ یا اللہ ہماری نمازیں دین دنیا کو سوارنے والی ہوں۔ یا اللہ ہماری نمازیں ہم کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت دلانے والی ہوں۔ یا اللہ ہمارے دلوں میں نماز کی عظمت عطا فرما دے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى

وَالَّذِيْنَ	يُتَوَفَّوْنَ	مِنْكُمْ	وَيَذَرُوْنَ	اَزْوَاجًا	وَّصِيَّةً	لِّاَزْوَاجِهِمْ	مَّتَاعًا	اِلَى
اور جو لوگ	وفات پا جائیں	تم میں سے	اور وہ چھوڑ جائیں	بیویاں	وصیت	اپنی بیویوں کیلئے	نان نفقہ	تک

اور جولوگ وفات پاجاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویوں کو وہ وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیویوں کے واسطے ایک سال متمتع ہونے

اَلْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ

اَلْحَوْلِ	غَيْرَ	اِخْرَاجٍ	فَاِنْ	خَرَجْنَ	فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	فِيْ	مَا فَعَلْنَ	فِيْ	اَنْفُسِهِنَّ	مِنْ
ایک سال	بغیر	نکالے	پھر اگر	وہ نکل جائیں	تو نہیں	گناہ	تم پر	میں	جو وہ کریں	میں	اپنے تئیں	سے

کی اس طور پر کہ گھر سے نہ نکالی جاویں ہاں اگر خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اُس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں کریں

مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۲۴۰

	مَّعْرُوْفٍ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں	دستور	اور اللہ	غالب	حکمت والا

بیوہ کی عدت اور نان نفقہ وغیرہ

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں بیوہ کی عدت کا دستور ایک سال تک کا تھا۔ بعض وارثین بیچاری بیوہ کو دورانِ عدت ہی میں گھر سے نکال باہر کرتے تھے اور نان نفقہ کچھ نہ دیتے تھے۔ وہ بیوہ اس زمانہ عدت میں نہ تو جدید نکاح کر سکتی تھی اور نہ اس کی معاش کا کوئی ذریعہ ہوتا تھا۔ شروع اسلام میں بھی عورت کی عدت ایک سال تھی اور عورت کے لئے اس وقت تک کوئی میراث نہ تھی۔ پھر اسلام میں بعد میں بیوہ کی عدت کا زمانہ چار ماہ دس روز مقرر ہوا جیسا کہ اسی سورۃ کے گذشتہ رکوع آیت نمبر ۲۳۴ میں حکم تھا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (وہ بیبیاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینہ دس دن) اُس وقت آیت میراث نازل نہیں ہوئی تھی اور بیوہ کا کوئی شرعی حصہ ترکہ میں مقرر نہ ہوا تھا اس لئے یہ رعایت رکھی گئی کہ بیوہ اگر اپنے متوفی شوہر کے ترکہ کے گھر میں رہنا چاہے تو سال بھر تک اس کو رہنے کا حق حاصل ہے اور متوفی شوہر کے ترکہ ہی سے سال بھر تک اس کو نان ونفقہ اور سکونت کا مکان ملے گا۔ کوئی ان کو اس حق سے محروم نہیں کر سکتا تھا اس پہلی آیت زیرِ تفسیر میں اسی کا بیان ہے اور خاوندوں کو حکم تھا کہ اس طرح کی وصیت کر جایا کریں۔ ہاں اگر چار ماہ دس روز عدت کرنے کے بعد بیوہ بقیہ ایام میں متوفی شوہر کے گھر میں نہ رہنا چاہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس مدت یعنی چار ماہ دس روز بعد جہاں چاہے چلی جائے اور جس سے چاہے نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ جب آیت میراث نازل ہو گئی اور شوہر کے ترکہ میں سے بیوی کے لئے چوتھایا آٹھواں حصہ مقرر کر دیا گیا یعنی خاوند کی اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں متروکہ مال کا چوتھائی حصہ۔ تو سال بھر کے نفقہ اور سکونت کا حکم جو اس زیرِ تفسیر آیت میں تھا منسوخ ہو گیا چنانچہ جمہور مفسرین اور فقہاء کے نزدیک یہ آیت منسوخ الحکم ہے اور عدت والی آیت اور میراث والی آیت اس کی ناسخ ہیں۔

گویا اس حکم سے رسم جاہلیت کو باطل فرمایا۔ عورت کے حقوق کا تحفظ فرمایا۔ عورت کو مختار بنایا۔ اور آیت کے آخر میں وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ فرما کر اشارہ فرما دیا کہ اللہ زبردست ہیں اُن کے حکم کے خلاف مت کرو اور حکمت والے ہیں کہ تمام احکام میں تمہاری مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں گو تمہاری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝۲۴۱ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ	مَتَاعٌ	بِالْمَعْرُوْفِ	حَقًّا	عَلَى	الْمُتَّقِيْنَ	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ
اور مطلقہ عورتوں کیلئے	نان نفقہ	دستور کے مطابق	لازم	پر	پرہیزگار جمع	اسی طرح	واضح کرتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنے احکام

اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا قاعدہ کے موافق مقرر ہوا ہے اُن پر جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲۴۲

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ
بیان فرماتے ہیں اس توقع پر کہ تم سمجھو	تاکہ تم	سمجھو

رخصتی کے بعد مطلقہ ہونے والیوں کا حق:

اس آیت میں طلاق دی ہوئی عورتوں کے متاع یعنی ان کو نفع پہنچانے کا بیان ہے۔

مطلقہ عورتوں کو فائدہ پہنچانے کا حکم اسی رکوع کی ابتدائی آیات میں بھی آچکا ہے۔ مگر وہاں صرف دو قسم کی مطلقہ عورتوں کے لئے احکام تھے۔

ایک وہ کہ جن کا نہ مہر مقرر ہوا ہو نہ اُن سے قربت کی نوبت آئی ہو۔

دوسرے وہ مطلقہ کہ جس کا مہر تو بوقت نکاح مقرر ہوا تھا مگر خلوت و قربت کی نوبت نہیں آئی اور طلاق ہوگئی یہاں آیت میں اُن طلاق والی عورتوں کو فائدہ پہنچانے کا حکم ہے جن کو خلوت یا قربت کے بعد طلاق دی جائے سوان میں جس کا مہر مقرر کیا گیا ہو اس کو فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ پورا مہر دینا چاہیے اور جس کا مہر بوقت نکاح مقرر نہ ہوا ہو تو مرد پر مہر مثل واجب ہے یعنی جو اس عورت کے خاندان میں مہر رائج ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق دی جائے یہ نہ ہو کہ اسے ننگے سر اور ننگے پاؤں بھوکا پیاسا اسی وقت گھر سے نکال دیا جائے بلکہ ایک مدت تک اس کی ضرورتوں کی کفالت شوہر کے ذمہ ہے۔ فقہاء نے حدیث وسنت کی روشنی میں عدت کے عنوان سے ایک مدت مقرر کی ہے کہ اس میں کھانے پہننے اور رہنے کا انتظام شوہر پر واجب ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ: جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں نکاح، طلاق، عدت وغیرہ کے احکام کھول کھول کر بیان کردیئے ہیں اسی طرح وہ اپنے تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ان پر غور وفکر کرو اور ان کی حقیقت کو سمجھ پاؤ۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! اپنے احکام کی عظمت ہمارے دلوں میں اُتار دے تاکہ ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں عموماً اور ازدواجی مسائل میں خصوصاً آپ کے احکام کی پابندی نصیب ہو۔

یا اللہ! ہم کو تقویٰ و پرہیزگاری کی دولت عطا فرما۔ اور اپنے متقین بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا قف

اَلَمْ تَرَ	اِلَى	الَّذِیْنَ	خَرَجُوْا	مِنْ	دِیَارِهِمْ	وَهُمْ	اُلُوْفٌ	حَذَرَ	الْمَوْتِ	فَقَالَ	لَهُمُ	اللّٰهُ	مُوْتُوْا
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف	وہ لوگ جو	نکلے	سے	اپنے گھر جمع	اور وہ	ہزاروں	ڈر	موت	سو کہا	انہیں	اللہ	تم مرجاؤ

(اے مخاطب) کیا تجھ کو ان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کیلئے سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فرمادیا کہ مر جاؤ

ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

ثُمَّ	اَحْیَاهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَذُوْ فَضْلٍ	عَلَى النَّاسِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا یَشْكُرُوْنَ
پھر	انہیں زندہ کیا	بیشک	اللہ	فضل والا	لوگوں پر	اور لیکن	اکثر	لوگ	شکر ادا نہیں کرتے

پھر ان کو جلا دیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾

	وَقَاتِلُوْا	فِیْ	سَبِیْلِ	اللّٰهِ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	سَمِیْعٌ	عَلِیْمٌ	
	اور تم لڑو	میں	راستہ	اللہ	اور جان لو	کہ	اللہ	سننے والا	جاننے والا	

اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں

موت کو کوئی نہیں ٹال سکتا

یہاں تک جو مختلف قسم کے احکام بیان ہوئے ان میں سب سے زیادہ اہم اور نفس پر گراں دو حکم ہیں۔ ایک جہاد و قتال کا۔ دوسرا انفاق مال کا۔ اور انسان کو احکام خداوندی کی اطاعت سے روکنے والی زیادہ تر دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک حب دنیا اور دوسرے کراہت موت اس لئے یہی دو چیزیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں رکاوٹ ہوتی ہیں۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کی تاکید اور نصیحت کے لئے بنی اسرائیل کا ایک قصہ یہاں ذکر فرمایا۔

مشہور یہی ہے کہ یہ ایک بنی اسرائیل یعنی یہود کی جماعت تھی جو جہاد یا طاعون سے بھاگے تھے اور بھاگ کر جہاں پہنچے اور خیال کیا کہ اب ہم سلامتی کی جگہ پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے موت بھی وہیں پہنچ گئی اور سب کے سب جو ہزاروں کی تعداد میں تھے وہیں مر گئے۔ پھر کچھ دنوں بعد اُس زمانہ کے پیغمبر کی دُعاء سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اُن کو زندہ کر دیا۔ تو اُمت محمدیہ کو یہ قصہ سنانے سے مراد یہ ہے کہ جہاد وغیرہ سے بسبب خوف موت کے نہ بھاگنا چاہیے اور موت و حیات سب قبضہ الٰہی میں سمجھنا چاہیے۔

الحاصل مقصود بیان ان آیات کا حکم الٰہی کے خلاف ورزی کرنے کی ممانعت۔ قضا و قدر پر راضی رہنے کی صفاحت۔ اس بات پر یقین رکھنے کی ہدایت کہ موت اور زندگی سب اللہ کے قبضہ میں ہے آئی ہوئی موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ قادر مطلق جس طرح مار سکتا ہے اُسی طرح زندہ بھی کر سکتا ہے۔

دُعاء کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی قضا و قدر پر یقین کامل اور رضا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اپنے ہر چھوٹے بڑے حکم کی تابعداری ہم کو نصیب فرما۔ آمین

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ

مَنْ	ذَا	الَّذِىْ	يُقْرِضُ	اللّٰهَ	قَرْضًا حَسَنًا	فَيُضٰعِفَهٗ	لَهٗ	اَضْعَافًا	كَثِيْرَةً	وَاللّٰهُ
کون	وہ	جوکہ	قرض دے	اللہ	قرض اچھا	پس وہ اسے بڑھادے	اسکے لئے	کئی گنا	زیادہ	اور اللہ

کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر کئی گنا کر دیوے اور اللہ کمی کرتے ہیں

يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اور فراخی کرتے ہیں اور تم اُسی کی طرف لے جائے جاؤ گے

يَقْبِضُ	وَيَبْصُۜطُ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ
تنگی کرتا ہے	اور فراخی کرتا ہے	اور اس کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی فضیلت

گذشتہ آیت میں خدا کی راہ میں جان دینے کا بیان تھا اب اس آیت میں مال دینے کا بیان ہے۔

یہاں جو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کو کہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض دینے سے تعبیر کیا گیا اس بات کے جتلانے کو کہ جس طرح قرض ادا کرنا ضرور ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ ضرور دیں گے۔ اور کئی گنا زیادہ بڑھا کر دیں گے۔ جس کا بیان ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ ایک چھوارہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ اُحد پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے۔ اور شان نزول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب سات سو گنا ثواب والی آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی کہ اے ربّ میری امت کو اور زیادہ دیجئے اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اَضْعَافًا كَثِيْرَةً کا وعدہ فرمایا۔

حضرت ابوالدحداحؓ کا واقعہ

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت ابوالدحداحؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے تم کو جنت میں داخل کر دیں۔ حضرت ابوالدحداحؓ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس دو باغ ہیں۔ دونوں باغوں کو خدا تعالیٰ کے لئے قرض دیتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک باغ اللہ کے راستہ میں وقف کر دو اور دوسرا باغ اپنے اہل وعیال کے گذارہ معاش کے لئے رہنے دو۔ حضرت ابوالدحداحؓ نے کہا ان دو باغوں میں سے جو بہترین باغ ہے جس میں چھ سو کھجور کے درخت ہیں اس کو میں اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس کے عوض میں جنت میں باغ دے گا۔ حضرت ابوالدحداحؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھ کر سیدھے اپنے اس باغ پر پہنچے جسے خدا تعالیٰ کی نذر کر آئے تھے۔ حضرت ابوالدحداحؓ کی بیوی حضرت اُم دحداحؓ اور بچے اسی باغ میں تھے اور بچے پھل کھا رہے تھے اور درختوں کے سایہ میں کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوالدحداح نے باغ سے باہر کھڑے ہی کھڑے اپنی بیوی کو آواز دی کہ بچوں کو لے کر باہر آ جاؤ۔ یہ باغ اپنے مولا کو قرض دے دیا۔ یہ باغ اب۔ ہمارا نہیں رہا۔ اُم دحداحؓ نے شوہر کا یہ کلام سنتے ہی اول تو مبارکباد دی اور فرحت وخوشی کا اظہار کیا۔ بعد ازاں وہ بچوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔ بچے جو پھل دامنوں میں لے رہے تھے وہ دامن جھٹک دیئے اور جو کھجوریں بچوں کے منہ میں تھیں وہ انگلی ڈال کر نکال دیں اور بچوں سے کہا کہ اس باغ سے نکلو اور اُسی وقت دوسرے باغ میں منتقل ہو گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو فرمایا نہ معلوم ابوالدحداح کے لئے آخرت میں کتنے بے شمار کھجور کے لمبے درخت ہیں اور کتنے وسیع اور کشادہ محلات ہیں (یعنی جنت میں) وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ

اَلَمْ تَرَ	اِلَی	الْمَلَاِ	مِنْ	بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ	مِنْ	بَعْدِ	مُوْسٰی	اِذْ	قَالُوْا	لِنَبِیٍّ لَّهُمُ	ابْعَثْ
کیا تم نے نہیں دیکھا	طرف	جماعت	سے	بنی اسرائیل	سے	بعد	موسیٰ	جب	انہوں نے کہا	اپنے نبی سے	مقرر کردیں

اے مخاطب کیا تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تحقیق نہیں ہوا، جبکہ ان لوگوں نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا کہ ہمارے

لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ

لَنَا	مَلِکًا	نُّقَاتِلْ	فِیْ	سَبِیْلِ اللّٰہِ	قَالَ	هَلْ	عَسَیْتُمْ	اِنْ	کُتِبَ عَلَیْکُمُ	الْقِتَالُ
ہمارے لئے	ایک بادشاہ	ہم لڑیں	میں	اللہ کا راستہ	اس نے کہا	کیا	ہوسکتا ہے تم	اگر	تم پر فرض کی جائے	جنگ

لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں ان پیغمبر نے فرمایا کہ کیا یہ احتمال ہے اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے کہ تم جہاد نہ کرو

اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ

اَلَّا تُقَاتِلُوْا	قَالُوْا	وَمَا لَنَا	اَلَّا	نُقَاتِلَ	فِیْ	سَبِیْلِ اللّٰہِ	وَقَدْ	اُخْرِجْنَا	مِنْ
کہ تم نہ لڑو	وہ کہنے لگے	اور ہمیں کیا	کہ نہ	ہم لڑیں گے	میں	اللہ کی راہ	اور البتہ	ہم نکالے گئے	سے

وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا کون سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ ہم اپنی بستیوں اور اپنے

دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ

دِیَارِنَا	وَ	اَبْنَآئِنَا	فَلَمَّا	کُتِبَ عَلَیْهِمُ	الْقِتَالُ	تَوَلَّوْا	اِلَّا	قَلِیْلًا	مِّنْهُمْ	وَ
اپنے گھر	اور	اپنی آل اولاد	پھر جب	ان پر فرض کی گئی	جنگ	وہ پھر گئے	سوائے	چند	ان میں سے	اور

فرزندوں سے بھی جدا کر دیئے گئے ہیں پھر جب ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو باستثناء ایک قلیل جماعت کے سب پھر گئے اور

اللّٰہُ عَلِیْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾

وَاللّٰہُ	عَلِیْمٌ	بِالظّٰلِمِیْنَ	
اور اللہ	جاننے والا	ظالموں کو	

اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتے ہیں

جہاد کی ترغیب کے لئے ایک اور واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد پھر جب اُن کی حالت بگڑی اور احکام الٰہیہ فراموش کر دیئے اور تورات کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور بنی اسرائیل کی سرکشیاں بڑھتی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دشمنوں کو اُن پر مسلط کر دیا۔ چنانچہ اس قوم بنی اسرائیل کا سب سے بڑا دشمن ایک کافر بادشاہ جالوت ان پر مسلط ہوا۔ اُن کے بہت سے ممالک جالوت نے فتح کر لئے۔ عورتوں اور

بچوں کو گرفتار کر کے لے گیا اور ان پر جزیہ بھی مقرر کیا۔ بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے۔ اُس وقت شموئیل علیہ السلام پیغمبر تھے۔ اُن سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہم پر مقرر کر دیجئے کہ اس کے ساتھ ہو کر ہم جہاد فی سبیل اللہ کافروں سے کریں۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے کہا ایسا نہ ہو کہ بادشاہ مقرر کر دیا جائے اور دشمنوں کی مدافعت تم پر فرض کر دی جائے اور پھر تم جنگ جہاد سے انحراف کر جاؤ۔ سب لوگوں نے پختہ عہد کر لیا تو حضرت شموئیل علیہ السلام نے بحکم خداوندی اُن پر طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا۔ یہ ایک غریب محنتی آدمی تھے مگر نہایت قوی الجثہ اور ذی علم۔ بنی اسرائیلیوں نے اُن کو بادشاہ تسلیم کرنے پر اعتراضات کئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو شریعت کے جملہ احکام کے اتباع کی توفیق نصیب فرماویں۔ شیطان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی نصیحت و حکم جو فرمایا گیا ہے اس پر ہم کو کاربند بنائیں۔ شیطان کی گمراہیوں سے ہم سب کو کامل طور پر محفوظ رکھیں اور اپنی جملہ مخلوقات سے اپنی ذات و صفات کی معرفت عطا فرماویں۔

یا اللہ آپ نے جو حقوق ہمارے مالوں میں مسکینوں کے رکھے ہیں ہم کو ان حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب ہو اور ہم آپ کو خوش کرنے کے لئے آپ کے راستہ میں اپنا مال خوش دلی سے خرچ کرنے والے ہوں۔

یا اللہ شیطانی وسواس اور گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہر معاملہ میں ہم کو قرآن و سنت کے احکام کی پابندی نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۭ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ

وَقَالَ	لَهُمْ	نَبِيُّهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	قَدْ بَعَثَ	لَكُمْ	طَالُوْتَ	مَلِكًا	قَالُوْٓا	اَنّٰى	يَكُوْنُ
اور کہا	انہیں	ان کا نبی	بیشک	اللہ	مقرر کردیا ہے	تمہارے لئے	طالوت	بادشاہ	وہ بولے	کیسے	ہوسکتی ہے

اور اُن لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا کہنے لگے اُن کو ہم پر حکمرانی کا کیسے

لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۭ قَالَ

لَهُ	الْمُلْكُ	عَلَيْنَا	وَنَحْنُ	اَحَقُّ	بِالْمُلْكِ	مِنْهُ	وَلَمْ يُؤْتَ	سَعَةً	مِّنَ	الْمَالِ	قَالَ
اس کیلئے	بادشاہت	ہم پر	اور ہم	زیادہ حقدار	بادشاہت کے	اس سے	اور نہیں دی گئی	وسعت	سے	مال	اس نے کہا

حق حاصل ہوسکتا ہے حالانکہ بہ نسبت اُن کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور اُن کو تو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی اُن پیغمبر نے فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ

اِنَّ	اللّٰهَ	اصْطَفٰىهُ	عَلَيْكُمْ	وَزَادَهٗ	بَسْطَةً	فِي	الْعِلْمِ	وَالْجِسْمِ	وَاللّٰهُ	يُؤْتِيْ	مُلْكَهٗ
بیشک	اللہ	اسے چن لیا	تم پر	اور اسے زیادہ دی	وسعت	میں	علم	اور جسم	اور اللہ	دیتا ہے	اپنا ملک

اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں اُن کو منتخب فرمایا ہے اور علم و جسامت میں اس کو زیادتی دی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾

مَنْ	يَّشَاۗءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ
جسے	چاہتا ہے	اور اللہ	وسعت والا	جاننے والا

چاہیں دیں اور اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے ہیں جاننے والے ہیں

طالوت کی تقرری پر اعتراضات: طالوت کو بادشاہ مقرر کردینے پر بنی اسرائیل نے اعتراضات شروع کردیئے کہ طالوت کو ہم پر حکومت و سلطنت کا کیا حق ہے؟ طالوت کو مال و دولت کی فراخی حاصل نہیں نہ کوئی خاندانی وجاہت حاصل ہے نہ مالی عزت حاصل ہے۔ ایسے شخص کو ہمارا بادشاہ و سردار بنانا کسی طرح مناسب نہیں۔ اللہ کے نبی نے ان کے اعتراضات کے جواب میں تفصیل سے بتلایا۔

اوّل: تو طالوت کو محض تمہارے نفع اور فائدہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ جس کو سلطنت کے لئے پسند فرمائیں اس سے بڑھ کر کوئی شخص حکمرانی کا اہل نہیں ہوسکتا۔ دوسرے: یہ کہ سلطنت اور بادشاہت کا اصل مدار عقلِ سلیم اور جسمِ سلیم پر ہے۔ حسب نسب مال و دولت پر نہیں اور یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ نے طالوت کو عطا کی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب فہم و فراست کے ساتھ شجاعت و بہادری بھی مل جائیگی تو کارخانہ سلطنت نہایت خیر و خوبی کے ساتھ چلے گا۔ تیسرے: یہ کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہیں۔ ان کی عطا اور بخشش ہے۔ جس کو چاہیں بادشاہی عطا کرتے ہیں اور غیب سے اس کی مدد فرماتے ہیں۔ چوتھے: یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت اور کشائش والے ہیں۔ ان کے خزائن کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ انہیں کسی فقیر کو امیر بنادینا کیا مشکل ہے۔ پانچویں: یہ کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کون بادشاہت کے لائق ہے اور کون اس کے لائق نہیں۔

فضیلت کا معیار دولت نہیں ہے: اس آیت کے تحت علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دولتمندی کو فضیلت انسانی میں دخل نہیں۔ بلکہ وسعت علم اور جسمانی تندرستی اللہ تعالیٰ کے خاص انعامات ہیں اور انہیں کے تفاوت سے انسانوں کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ

وَقَالَ	لَهُمْ	نَبِيُّهُمْ	اِنَّ	اٰيَةَ	مُلْكِهٖ	اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ	التَّابُوْتُ	فِيْهِ	سَكِيْنَةٌ	مِّنْ
اور کہا	انہیں	ان کا نبی	بیشک	نشانی	اسکی حکومت	کہ	آئیگا تمہارے پاس	تابوت	اس میں	سامانِ تسکین	سے

اور اُن لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ ان کے بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجاوے گا جس میں تسکین کی چیز ہے

رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ

رَّبِّكُمْ	وَبَقِيَّةٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	اٰلُ مُوْسٰى	وَ	اٰلُ هٰرُوْنَ	تَحْمِلُهُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	اِنَّ	فِيْ
تمہارا رب	اور بچی ہوئی	اس سے جو	چھوڑا	آلِ موسیٰ	اور	آلِ ہارون	اٹھائیں گے اسے	فرشتے	بیشک	میں

تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون چھوڑ گئے ہیں اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾

ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ
اس میں	نشانی	تمہارے لئے	اگر	تم	ایمان والے

تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو

طالوت کی سچائی کی معجزانہ دلیل

یہودیوں نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے کہا کہ اگر ہم طالوت کے من جانب اللہ بادشاہ ہونے کی کوئی ظاہری علامت یا حجت مشاہدہ کرلیں تو ہمیں پوری طرح اطمینان ہو جائے اور ہمارا قلب اُن کی بادشاہت سے مطمئن ہو جائے۔ اس پر اللہ کے نبی نے اللہ کے حکم سے نشانی یہ بتلائی کہ وہ صندوق جو کبھی تمہارے پاس تھا اور جو جالوت تم سے چھین کر لے گیا تھا اور جس میں تمہارے لئے اطمینانِ قلب کا سامان ہے یعنی تورات کا اصل نسخہ اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے وہ تابوت از خود بغیر تمہاری جدوجہد کے تمہارے پاس آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس صندوق کے طالوت کے پاس پہنچنے کا یہ سامان فرمایا کہ فلسطینی ایک جنگ میں یہ صندوق بنی اسرائیل سے چھین تو لے گئے تھے مگر جس دن سے وہ اس تابوت سکینہ کو چھین کرلائے اور جہاں لے جاکر رکھا وہیں کوئی وبا۔ بڑی مصیبت یا بلا آ کر پڑی۔ لکھا ہے کہ ان کے پانچ شہر اسی طرح ویران ہو گئے۔ آخر اُنہوں نے عاجز آ کر یہ طے کیا کہ یہ صندوق (نعوذ باللہ) منحوس ہے اور اس نحوست کو دور کیا جائے اس کے لئے انہوں نے یہ ترکیب کی کہ ایک بیل گاڑی میں اس صندوق کو رکھ کر بغیر کسی گاڑی بان کے اپنے ملک کی سرحد سے بیلوں کو ہانک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس پر فرشتوں کو متعین کردیا جو بیلوں کو ہانک کر بنی اسرائیل کے علاقہ میں لے آئے۔ اور طالوت کے مکان پر پہنچ کر طالوت کے سامنے رکھ دیا۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ فرشتے اس صندوق کو ہوا میں اڑا کر لائے تھے اور لا کر طالوت کے سامنے رکھ دیا۔

بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر اور اپنا مقدس اور متبرک چھنا ہوا تابوت واپس پا کر بہت خوش ہوئے اور طالوت کی بادشاہی پر یقین کر لیا۔ اور ان کو اپنا امیر لشکر اور بادشاہ تسلیم کر لیا اور سب کے سب اُن کے ماتحت جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور جالوت سے جنگ کر کے اپنا ملکی حصہ واپس لیا۔

دُعاء کیجئے

یا اللہ! دشمنانِ دین سے ہم کو جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرما اور اسلام اور ایمان کی برکت سے ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ اور فتح نصیب فرما اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل و خوار فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ

فَلَمَّا	فَصَلَ	طَالُوتُ	بِالْجُنُودِ	قَالَ	إِنَّ	اللّٰهَ	مُبْتَلِيكُم	بِنَهَرٍ	فَمَنْ	شَرِبَ	مِنْهُ
پھر جب	باہر نکلا	طالوت	لشکر کے ساتھ	اس نے کہا	بیشک	اللہ	تمہاری آزمائش کرنیوالا	ایک نہر سے	پس جس	پی لیا	اس سے

پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر چلے تو انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے سو جو شخص اس سے پانی پیوے گا

فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ

فَلَيْسَ	مِنِّي	وَمَنْ	لَّمْ يَطْعَمْهُ	فَإِنَّهُ	مِنِّي	إِلَّا	مَنِ	اغْتَرَفَ	غُرْفَةً	بِيَدِهِ
تو نہیں	مجھ سے	اور جس	اسے نہ چکھا	تو بیشک وہ	مجھ سے	سوائے	جو	چلو بھرے	ایک چلو	اپنے ہاتھ سے

وہ تو میرے ساتھیوں میں نہیں اور جو اس کو زبان پر بھی نہ رکھے وہ میرے ساتھیوں میں ہے لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے تو اتنی رخصت ہے

بنی اسرائیل کا امتحان

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کا حکمران مقرر کر دیا گیا اور انکے نبی کی خبر کے مطابق مذکورہ تابوت فرشتے لے کر آگئے تو اب بنی اسرائیل کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہی' اور جہاد کرنے کے لئے نکلنا پڑا۔ جب دشمن سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت طالوت نے اپنے لشکروں سے فرمایا کہ تم لوگوں کا امتحان ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو مبتلا فرمائے گا اور یہ ابتلاء اور امتحان ایک پانی کی نہر کے ذریعہ ہوگا' چونکہ گرمی سخت تھی اور پیاس سے بے تاب ہو رہے تھے اس لئے اکثر افراد امتحان میں ناکام ہو گئے۔ حضرت طالوت نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھو اس میں سے چلو بھر پانی پینے تک تو بات ٹھیک ہے جس نے چلو بھر پانی پی لیا وہ تو میرا ساتھی ہے میرے آدمیوں میں ہے اور جس نے زیادہ پانی پی لیا وہ مجھ سے نہیں ہے میری جماعت میں اس کا شمار نہیں۔

نہر کون سی تھی

نہر سے مراد دریائے یردن (Jordan) ہے۔ اس کی لمبائی ۶۵ میل ہے البتہ پیچ وخم ملا کر ۲۰۰ میل ہے۔ فلسطین کے علاقہ میں اہم ترین دریا یہی ہے اور گویا ملک کی قدرتی سرحد کا کام بھی دیتا ہے۔ اس کا بہاؤ شمال سے جنوب کی جانب ہے اور یہ بحر خلیل اور بحر طبریہ سے ہوتا ہے۔ بحر مردہ (Deadsea) میں جا کر گرتا ہے۔ اس کا پانی شروع میں تو صاف' شفاف اور شیریں ہے لیکن آگے چل کر گدلا' بدبودار اور مضر صحت ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

دعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بغیر آزمائش کے کامیاب کردے اور اگر کوئی آزمائش آئے تو اپنے فضل سے

ہمیں اس میں کامیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا

فَشَرِبُوْا	مِنْهُ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْهُمْ	فَلَمَّا	جَاوَزَهٗ	هُوَ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ	قَالُوْا
پھر انہوں نے پی لیا	اس سے	سوائے	چند ایک	ان سے	پس جب	اس کے پار ہوئے	وہ	اور وہ جو	ایمان لائے	اسکے ساتھ	انہوں نے کہا

سو سب نے اس سے پینا شروع کردیا مگر تھوڑے سے آدمیوں نے ان میں سے سو جب طالوت اور جو مؤمنین ان کے ہمراہ تھے نہر سے پار اتر گئے کہنے لگے

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا

لَاطَاقَةَ	لَنَا	الْيَوْمَ	بِجَالُوْتَ	وَجُنُوْدِهٖ	قَالَ	الَّذِيْنَ	يَظُنُّوْنَ	اَنَّهُمْ	مُّلٰقُوا
نہیں طاقت	ہمارے لئے	آج	جالوت کے ساتھ	اور اس کا لشکر	کہا	جو لوگ	یقین رکھتے ہیں	کہ وہ	ملنے والے

کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی۔ ایسے لوگ جن کو یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں

اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝249

اللّٰهِ	كَمْ	مِّنْ	فِئَةٍ	قَلِيْلَةٍ	غَلَبَتْ	فِئَةً	كَثِيْرَةً	بِاِذْنِ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	مَعَ	الصّٰبِرِيْنَ
اللہ	بارہا	سے	جماعتیں	چھوٹی	غالب ہوئیں	جماعتیں	بڑی	اللہ کے حکم سے	اور اللہ	ساتھ	صبر کرنے والے

کہنے لگے کہ کثرت سے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے غالب آگئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں

اکثریت ناکام ہوگئی: چونکہ اکثر افراد نے خوب پانی پی لیا تھا اس لئے ان کے حوصلے پست ہوگئے اور جی چھوڑ بیٹھے اور ہمت ہار گئے اور کہنے لگے ہم تو آج اپنے دشمن جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ ہماری بساط نہیں کہ ہم ان سے لڑ سکیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جو لوگ حضرت طالوت کے ساتھ روانہ ہوئے تھے وہ ستر یا اسی ہزار تھے ان میں سے تھوڑے ہی سے رہ گئے جنہوں نے پانی نہیں پیا۔ جن لوگوں نے پانی نہیں پیا تھا انکی تعداد تین سو تیرہ لکھی ہے۔ یہ تھوڑا سا ایک چلو پانی جن لوگوں نے پیا اللہ تعالیٰ نے لیتے ہی پانی کو ان کے لئے کافی فرمادیا ان کی پیاسیں اس سے بجھ گئیں اور جن لوگوں نے ڈٹ کر پانی پی لیا تھا وہ وہیں نہر کے کنارے پھیل گئے اور بزدل ہو کر گر پڑے جو لوگ حضرت طالوت کے ساتھ آگے بڑھے اور دشمن کی طرف پیش قدمی کی وہ دشمن کے مقابلے میں بہت تھوڑے تھے لیکن انہیں یقین تھا کہ ہمیں اللہ کے پاس جانا ہے۔ میدان جہاد سے بھاگنا مؤمن کا شیوہ نہیں۔ ہمیں جہاد کرنا ہی کرنا ہے۔ رہا ہماری جماعت کا کم تعداد ہونا تو اللہ کی مدد کی اُمید رکھنے والوں کے لئے یہ بات سوچنے کی نہیں ہے بہت سی کم تعداد جماعتیں بڑی بھاری تعداد والی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب ہو چکی ہیں۔ صبر و ثابت قدمی اللہ کی مدد کو لانے والی ہے۔

امتحان کی حکمت: ایسے موقع پر جوش و خروش میں بھیڑ بہت ہو جایا کرتی ہے لیکن وقت پر ثابت قدم رہنے والے کم ہوتے ہیں۔ اور اُس وقت ایسوں کا اُکھڑ جانا باقی لوگوں کے پاؤں بھی اُکھاڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو فوج میں سے ایسے لوگوں کا علیحدہ کرنا منظور تھا اور اس کے لئے یہ امتحان مقرر کیا گیا کہ جو نہایت ہی مناسب ہے کیونکہ جنگ و قتال میں ضرورت استقلال اور جفاکشی کی ہوتی ہے۔ پیاس کی شدت کے وقت وافر پانی ملنے پر ضبط کرنا استقلال کی دلیل ہے اور اندھے باؤلوں کی طرح پانی پر جا گرنا بے استقلالی کی دلیل ہے۔

اس امتحان سے اور جو احوال و اقوال اس قصہ میں مذکور ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ طالوت کے لشکر میں تین قسم کے لوگ تھے ایک ناقص الایمان جو امتحان میں پورے نہ اُترے اور دوسرے کامل جو امتحان میں پورے اُترے مگر اپنی قلت کی فکر ہوئی اور تیسرے اکمل جن کو قلت و کثرت کی کوئی فکر بھی نہ ہوئی۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

وَلَمَّا	بَرَزُوْا	لِجَالُوْتَ	وَجُنُوْدِهٖ	قَالُوْا	رَبَّنَا	اَفْرِغْ	عَلَيْنَا	صَبْرًا	وَثَبِّتْ	اَقْدَامَنَا
اور جب	آمنے سامنے ہوئے	جالوت کے	اور اسکا لشکر	انہوں نے کہا	اے ہمارے رب	ڈال دے	ہم پر	صبر	اور جمادے	ہمارے قدم

اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہم پر استقلال نازل فرمایئے اور ہمارے قدم جمائے رکھئے

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ

وَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ	فَهَزَمُوْهُمْ	بِاِذْنِ اللّٰهِ
اور ہماری مدد کر	پر	قوم	کافر جمع	پھر انہوں نے شکست دی انہیں	اللہ کے حکم سے

اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے، پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دیدی

طالوت کی فوج کی میدانِ جنگ میں دُعاء

گذشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب بنی اسرائیلیوں میں سے نافرمانوں اور بزدلوں کی ایک بڑی جماعت لشکر طالوت سے پیچھے رہ گئی اور صرف قلیل جماعت مؤمنین اور صادق الیقین کی اپنے امیر طالوت کے ساتھ جہاد اور مقابلہ کے لئے رہ گئی۔ اسی جماعت کا سردار اور سپہ سالار جالوت اس کے لشکر سے ان کا مقابلہ ہوا اور اس مقابلہ کا انجام و نتیجہ ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے۔

یعنی جب وہ مؤمنین مجاہدین کھلے میدان میں جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے ہوئے تو چونکہ دشمن کی فوج بہت کثیر۔ قریب ایک لاکھ اور بروایتے تین لاکھ سواروں پر مشتمل تھی اور مؤمنین صرف تین سو تیرہ تھے اس لئے اُنہوں نے میدان میں نکل کر اپنی ہمت اور شجاعت پر نظر نہیں کی بلکہ خداوند ذوالجلال والاکرام کی ذاتِ عالی کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت عاجزی اور تضرع سے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی کہ اے اللہ ہمیں صبر و استقلال اور ثابت قدمی عطا کرنا اور کافروں کی اس فوج پر ہمیں فتح مند فرمانا۔ اس دعاء کی ترتیب بڑی پاکیزہ ہے کہ غلبہ کیلئے چونکہ ثبات قدمی کی ضرورت ہے اس لئے پہلے اس کی دُعاء کی اور ثابت قدم رہنے کا مدار اثبات قلب پر ہے اسلئے اُس سے پہلے ثبات قلب کی دُعاء کی اور اخیر میں وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کی دعاء کی۔ ثبات قلب اور ثبات قدم کے بعد کافروں پر غلبہ تو قدرتی نتیجہ کے طور پر شاید حاصل ہو ہی جاتا لیکن مؤمنین عارفین کی نظر انتظامات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہے۔

حضرت طالوت کی فتح

اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعاء قبول فرمائی اور اُن کی مدد فرمائی اور اس صبر و تحمل اور اللہ پر اعتماد اور توکل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان تھوڑے مؤمنین نے اللہ کی توفیق اور نصرت سے جالوت کی فوجوں اور لشکروں کو شکست دے دی۔ اسی کے متعلق دوسری آیت میں ارشاد ہوا۔ "پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شکست دے دی۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تمام قسم کے دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی اور فتح نصیب کرے' یا اللہ ہم کمزور ہیں ہماری طاقت فقط آپ کی تائید و مدد ہے۔ اگر آپ ہماری مدد کریں تو ہم فتحیاب ہوں گے' یا اللہ ہماری مدد فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ

وَ	قَتَلَ	دَاوٗدُ	جَالُوْتَ	وَاٰتٰىهُ	اللّٰهُ	الْمُلْكَ	وَالْحِكْمَةَ	وَعَلَّمَهٗ	مِمَّا	يَشَآءُ
اور	قتل کیا	داؤد	جالوت	اور اسے دیا	اللہ	مُلک	اور حکمت	اور اسے سکھایا	جو	چاہا

اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کرڈالا اور اُن کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت وحکمت عطا فرمائی اور بھی جو جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا

جالوت کے قتل کی تفصیلات:

داؤد علیہ السلام ابھی کم سن نوجوان تھے اور اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے اور طالوت کے لشکر میں مع اپنے والد اور چھ بھائیوں کے شامل تھے اور اپنے سب بھائیوں میں چھوٹے تھے۔ ابھی تک آپ کو نبوت نہیں ملی تھی۔ جب میدان کارزار سامنے آیا اور اور جالوت جو اپنے لشکر کا سپہ سالار اور سردار تھا اور انسان کیا تھا بلکہ دیو کے معلوم ہوتا تھا۔ وہ نہایت کروفر کے ساتھ زرہ اور خود پہن کر میدان میں آیا اور طالوت کے لشکریوں میں سے اپنا مقابل طلب کیا۔ داؤد علیہ السلام فقط تین پتھر اور ایک گوپھن لے کر آگے بڑھے اور یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ کرے تو تلوار و گھوڑا اور ہتھیار بھی بیکار ہے۔ اور اللہ کا نام لے کر وہ پتھر گوپھن میں رکھ کر جالوت کی پیشانی پر مارے جو ٹھیک اس کے دماغ پر لگا اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ داؤد علیہ السلام نے فوراً اُسے کی تلوار نکال کر اس کا سر قلم کر دیا۔ جالوت کے قتل کو دیکھ کر اس کی فوج اور بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹی جماعت کو دشمن کی کثیر جماعت پر فتح نصیب فرمائی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا نبوت وسلطنت سے سرفراز ہونا:

طالوت نے اعلان یا ہوا تھا کہ جو جالوت کو قتل کرے گا میں اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کروں گا چنانچہ حسب وعدہ طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤد سے کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے طالوت کے انتقال کے بعد داؤد علیہ السلام کو سلطنت عطا کی۔ اور باتفاق بنی اسرائیل داؤد علیہ السلام اُن کے بادشاہ مقرر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو سلطنت کے ساتھ علم و حکمت یعنی نبوت سے بھی سرفراز فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد سے داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں کہ جن میں بادشاہت اور نبوت دونوں جمع ہوئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دو داؤد علیہ السلام کو بعض خاص معجزات عطا فرمائے مثلاً لوہے کو مثل موم کے آپ کے ہاتھ میں نرم کر دیا گیا کہ آپ بغیر آلات کے زرہیں بنا لیتے تھے اور اُنہی کو فروخت کر کے آپ اپنا اور گھر والوں کا گذارا کرتے اور آپ کو خوش الحانی کا معجزہ عطا کیا اور پرندوں کی بولی اور زبان سکھائی اور اسی پر طالوت و جالوت کے قصہ کو ختم فرمایا۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں تمام دشمنوں پر فتح نصیب فرمائے' ہمارے ایمان کے دشمن' ہماری جان کے دشمن اور ہمارے ملک کے دشمن۔ یا اللہ ان سب کو ناکام و نامراد کر' ہمیں اپنی حفاظت اور مدد سے سرفرازی عطاء فرما' غلامی و ذلت سے محفوظ فرمائی۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

وَلَوْ	لَا	دَفْعُ	اللّٰهِ	النَّاسَ	بَعْضَهُمْ	بِبَعْضٍ	لَّفَسَدَتِ	الْأَرْضُ	وَ	لٰكِنَّ	اللّٰهَ
اور اگر	نہ	ہٹاتا	اللہ	لوگ	بعض لوگ	بعض کے ذریعہ	ضرور تباہ ہو جاتی	زمین	اور	لیکن	اللہ

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعضے آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع کرتے رہا کرتے ہیں تو سرزمین فساد سے پُر ہو جاتی و لیکن اللہ تعالیٰ

ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ

ذُوْ فَضْلٍ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ	تِلْكَ	اٰيٰتُ اللّٰهِ	نَتْلُوْهَا	عَلَيْكَ	بِالْحَقِّ	وَإِنَّكَ
فضل والا	پر	تمام جہان	یہ	اللہ کے احکام	ہم سناتے ہیں وہ	آپ پر	ٹھیک ٹھیک	اور بیشک آپ

بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر، یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور آپ بلاشبہ

لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

لَمِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ
ضرور سے	رسول جمع

پیغمبروں میں سے ہیں

جہاد کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے جہاد کی عام حکمت و مصلحت یعنی حکومتوں کے انقلابات اور فتح و شکست کی تکوینی مصلحت اور حکمت بیان فرمائی ہے کہ جب کسی قوم یا حکومت کی طرف سے دوسروں پر ظلم و ستم اور جبر و تشدد کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم و تشدد کو ختم کرنے کے لئے دوسری قوم کو کھڑا کر دیتا ہے اور اس طرح ظلم و تعدی اور شر و فساد سے زمین کو بچا لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ظالم و جابر کو کھلا چھوڑ دیا جاتا تو زمین شر و فساد کا گہوارہ بن کر رہ جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دنیا والوں پر بڑی مہربانی ہے کہ وہ ایسے انقلابات سے عدل و انصاف اور امن و سکون کو قائم و دائم رکھے ہوئے ہے۔ چنانچہ قصہ طالوت و جالوت کے خاتمہ پر یہی حکمت و فوائد واضح فرما دی ہے۔

اثبات نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

چونکہ قرآن کے عظیم مقاصد سے اثبات نبوت محمدیہ بھی ہے اس لئے اکثر جس جگہ کسی مضمون سے مناسبت ہونے کا موقع ہوتا ہے وہاں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مقام پر بھی قصہ مذکورہ کے اخیر میں ارشاد ہوا:-

"یہ آیتیں جن میں یہ قصہ مذکور ہوا اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہیں"۔

یعنی ایسے قدیم گذشتہ واقعات کا صحیح صحیح علم جو ہم آپ کو بتا رہے ہیں یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں کیونکہ ان کا علم بغیر کسی سے سُنے اور پڑھے سوائے وحی الٰہی کے نہیں ہو سکتا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ! ہم کو صالح اور اہل قیادت و حکمت عطا فرما۔ یا اللہ! ہم کو اپنے اور دشمنان دین سے جہاد فی سبیل اللہ کا سچا جذبہ اور عزم نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ